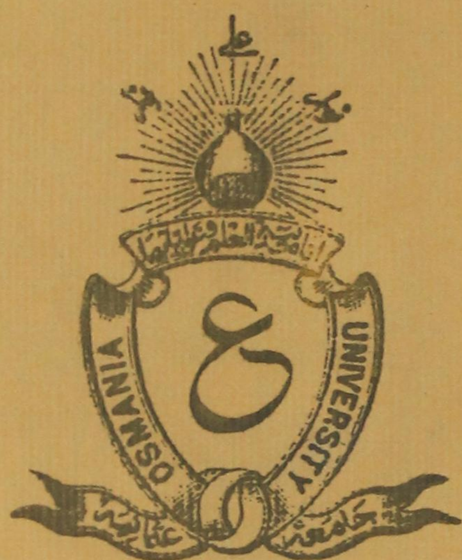




کاملِ ابنِ اثیر

حصۂ اول



سلسلۂ نصابات عثمانیہ مرتبۂ سررشتۂ تعلیمات جامعۂ عثمانیہ

(بی۔ اے۔ کے لئے)

کاملِ ابنِ اثیر

(خلافتِ بنو امیہ)

حصۂ اوّل

(ترجمہ از عربی)

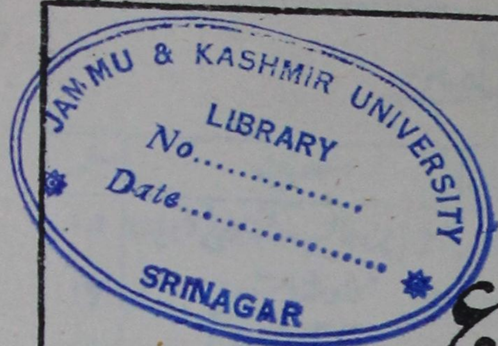
مترجمہ

مولوی محمد جمیل الرحمن صاحب ایم۔ اے۔ آر۔ اے۔ ایس،

مددگار پروفیسر تاریخ اسلام کلیۂ جامعۂ عثمانیہ

سنہ ۱۳۴۱ھ مطابق سنہ ۱۳۳۲ف مطابق سنہ ۱۹۲۲ع

دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن



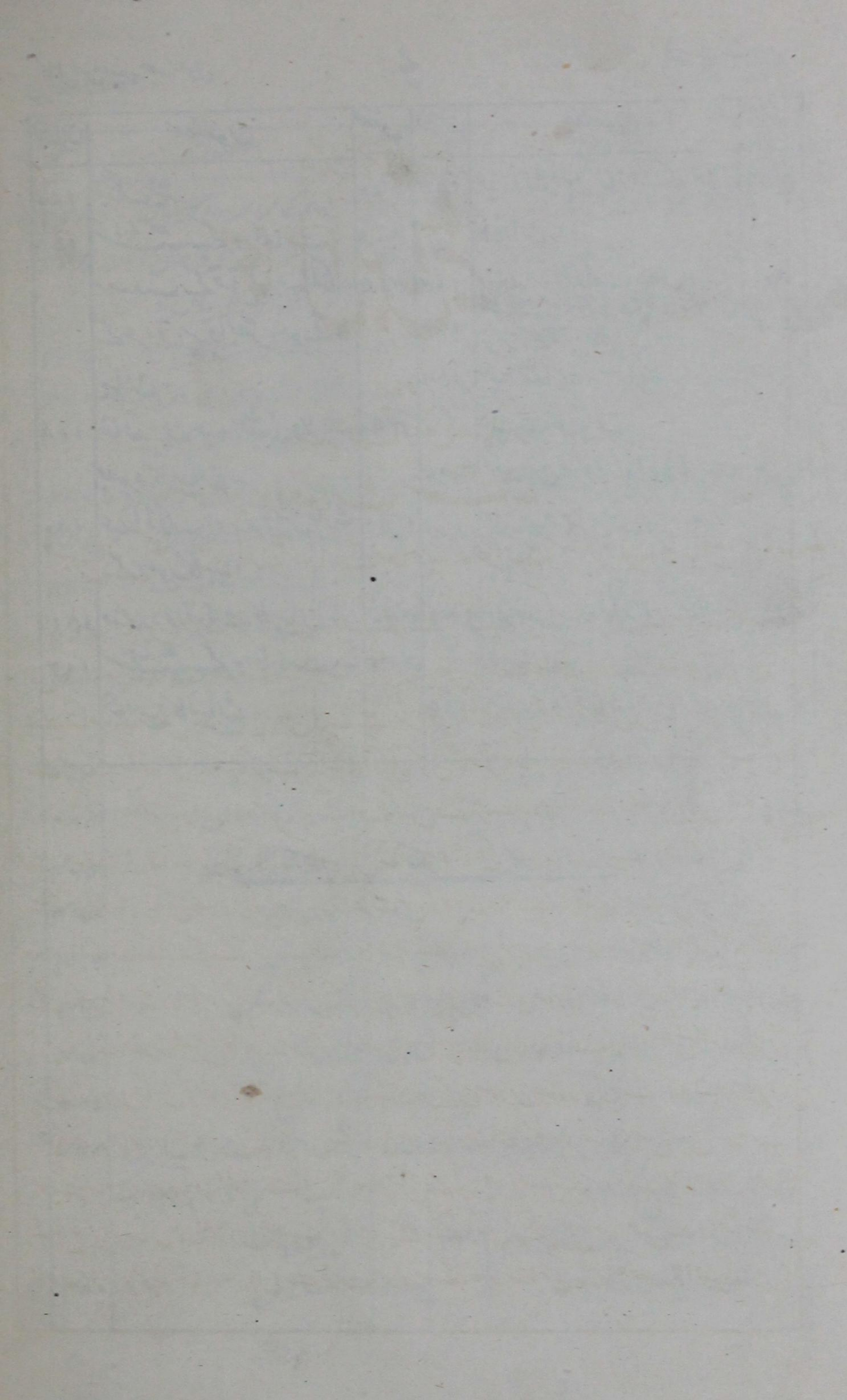
اِطلاع

اس جلد میں تاریخ کامل ابن اثیر کے عربی نسخہ مطبوعہ جرمنی کی جلد سوم اور جلد چہارم کے اجزا کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ جلد سوم کا ترجمہ صفحہ ۳۳۹ سے صفحہ ۴۶۴ تک ہے اور جلد چہارم کا ترجمہ صفحہ ۱ سے صفحہ ۲۹۶ تک ہے۔

مضمون کے لحاظ سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے خلع خلافت سے شہادت عبداللہ بن زبیر تک کے حالات ہیں۔

فہرست مضامین

تمت



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کامل ابن اثیر

جلد سوم

خلافت بنو امیہ

واقعات سنہ ۴۱ھ

حسن ابن علی رضی اللہ عنہما کے معاویہ کو خلافت سپرد کر دینے کا بیان

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے انکے لشکر کے چالیس ہزار آدمیوں نے موت تک ان کا ساتھ دینے کے وعدے سے بیعت کی تھی۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ جب وہ ان لوگوں سے شام کے متعلق کچھ باتیں بیان کرتے تھے۔ مگر اس اثناء میں کہ وہ روانگی کی تیاریاں کر رہے تھے شہید ہو گئے۔ حق یہ ہے کہ جب خدائے تعالیٰ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اسے کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ غرض کہ جب وہ شہید ہو گئے اور لوگوں نے بڑے صاحبزادے امام حسن رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی تو آپ کو یہ خبر ملی کہ معاویہ اہل شام کو ہمراہ لیکر ان پر حملہ کرنے والے ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ اور ان کا وہ لشکر جس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی تیار ہو کر معاویہ کے مقابلے کے لئے کوفے سے روانہ ہوئے۔ اس عرصے میں معاویہ مسکن تک پہنچ چکے تھے۔ ادھر حضرت امام حسنؓ نے مدائن تک پہنچکر قیس ابن سعد ابن عبادۃ الانصاری کو اپنے بارہ ہزار آدمیوں کے مقدمۃ الجیش کا سردار مقرر کر دیا۔ اور یوں بھی بیان کیا جاتا ہے کہ امام حسنؓ نے مقدمۃ الجیش پر عبد اللہ ابن عباس کو مقرر کیا تھا۔ اور انھوں نے قیس ابن سعد ابن عبادہ کو فوج کے طلائے پر مقرر کیا۔ جب امام حسنؓ مدائن پہنچے تو کسی نے فوج میں بہ آواز بلند پکار کر کہا کہ قیس ابن سعد شہید ہو گئے یہاں سے بھاگ چلو۔ یہ سنتے ہی لوگ امام حسنؓ کے خیمے میں گھس گئے اور آپ کا سامان لوٹنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ جس بچھونے پر آپ بیٹھے تھے اس کو بھی کھینچ لیا جس سے امام حسنؓ کا غصہ زیادہ ہو گیا۔ اور ان سے خوف زدہ ہو گئے وہ مدائن کے مقصورۃ البیضاء میں

داخل ہو گئے۔ ان دونوں میں سعد بن مسعود الثقفی (مختار ابن ابی عبید کا چچا) مدائن کا حاکم تھا۔ مختار اس زمانے میں بالکل نوجوان تھا۔ اس نے اپنے چچا سے کہا کہ "کیا آپ غنا اور شرف چاہتے ہیں" سعد نے کہا "وہ کیا ہے" مختار نے جواب دیا کہ "وہ یہ ہے کہ آپ امام حسنؓ کو باندھ لیں اور اس کے ذریعے سے معاویہ کی پناہ میں آجائیے" اس کے چچا نے کہا "تم پر لعنت ہو" کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں رسول اللہ صلعم کے نواسے پر حملہ کروں اور اسے جکڑ دوں۔ تم بہت برے آدمی ہو" آخر جب امام حسنؓ نے دیکھا کہ اس معاملے میں یوں اختلافِ رائے ہے تو انھوں نے معاویہ کو ایک خط لکھا جس میں چند شرائط بیان کیں۔ اور لکھا کہ "اگر آپ یہ باتیں مان لیں تو میں سماعت و اطاعت کے لئے حاضر ہوں۔ آپ کو چاہئے کہ آپ اُن شرائط کو ضرور پورا کریں"۔ پھر اپنے بھائی امام حسینؓ اور عبد اللہ ابن جعفر سے کہا کہ میں نے صلح کے بارے میں معاویہ کو مراسلہ لکھا ہے"۔ امام حسینؓ نے کہا کہ "میں آپ کو خدا کی قسم دیکر کہتا ہوں۔ کہ آپ معاویہ کے قول کی تصدیق اور اپنے باپ کے قول کی تکذیب نہ کیجئے" امام حسنؓ نے جواب دیا کہ "خاموش رہو۔ میں اس معاملے کو تم سے زیادہ سمجھتا ہوں"۔ جب امام حسنؓ کا خط معاویہ کے پاس پہنچا تو انھوں نے اسے رکھ لیا۔ اس سے قبل وہ عبد اللہ ابن عامر اور عبد الرحمن ابن سمرہ ابن حبیب بن عبد شمس کو امام حسنؓ کے نام ایک کاغذ دیکر روانہ کر چکے تھے۔ جو بالکل سادہ تھا اور جس کے نیچے مہر لگی ہوئی تھی۔ معاویہ نے ان کو لکھا کہ "اس کاغذ کے نیچے مہر لگی ہوئی ہے۔ آپ اپنی شرائط درج کر دیجئے وہ شرائط مجھے قبول ہیں"۔ جب امام حسنؓ کے پاس وہ خط پہونچا تو انھوں نے معاویہ سے اس سے قبل کی پیش کردہ شرائط سے دگنی شرطیں کیں۔ اور اس خط کو اپنے پاس رکھ لیا۔ الغرض جب امام حسنؓ نے امر خلافت معاویہ کے سپرد کر دیا۔ اور ان سے ان کے مہر شدہ خط کی مندرجہ شرائط کا ایفا چاہا تو معاویہ نے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ جو کچھ آپ چاہتے تھے وہ میں آپ کو دے چکا ہوں۔

آخر کار جب دونوں میں صلح ہو گئی تو امام حسنؓ نے اہل عراق کے ایک مجمع میں کھڑے ہو کے فرمایا کہ "اے اہل عراق۔ تین باتوں نے مجھ کو تم سے جدائی اختیار کرنے پر آمادہ کیا۔ تمھارا میرے باپ کو شہید کرنا۔ تمھارا خود مجھ پر نیزے کا وار کرنا۔ اور میرے مال و متاع کو لوٹنا"۔

امام حسنؓ نے امیر معاویہ سے جو امور طلب کئے تھے وہ یہ تھے کہ کوفے کے بیت المال کی تمام رقم جس کی مقدار پچاس لاکھ تھی اور فارس کے دارابجرد کا خراج انھیں دیا جائے۔ اور یہ کہ حضرت

علی کرم اللہ وجہہ کو سبّ و شتم نہ کیا جائے۔ معاویہ نے سب و شتم سے باز رہنے کو منظور نہ کیا۔ اسپر امام حسنؓ نے پھر طلب کیا کہ انکو ایسے وقت میں سب و شتم نہ کیا کریں کہ وہ سنتے ہوں۔ اس کو انھوں نے منظور کیا مگر بعد میں یہ شرط بھی پوری نہ کی۔ باقی رہا دارا لجبرد کا خراج اسے اہل بصرہ نے یہ کہکر روک دیا کہ وہ ہمارے مال غنیمت میں سے ہے اور وہ ہم کسی کو نہ دینگے۔ انھوں نے اس میں بھی معاویہ ہی کے حکم سے رکاوٹ پیدا کی تھی ؛

معاویہ نے اس سال ربیع الاول کی چوبیسویں یا پچیسویں کو امر خلافت قبول کیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ربیع الآخر میں اور بعض کہتے ہیں کہ جمادی الاولی میں ؛

کہتے ہیں کہ امام حسنؓ نے امر خلافت امیر معاویہ کو اس لئے سپرد کر دیا کہ جب انھوں نے تسلیم خلافت کے متعلق معاویہ کو مراسلہ بھیجا تو انھوں نے لوگوں کے سامنے تقریر کی۔ اور خدائے تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا :۔

"خدا کی قسم ہمیں کسی قسم کا شک یا ندامت اہل شام پر حملہ کرنے سے باز نہیں رکھ سکتی۔ اور ہم ضرور اہل شام سے سلامت اور صبر کے ساتھ لڑتے۔ مگر سلامت عداوت کی وجہ سے اور صبر بیقراری کی وجہ سے ضعیف و کمزور ہو گئے ہیں۔ جس وقت تم **صفین** کے میدان جنگ کی طرف جا رہے تھے تو تمھارا دین تمھاری دنیا کے آگے تھا۔ مگر آج تمھارا حال یہ ہے کہ تمھاری دنیا تمھارے دین سے آگے ہے۔ سنو تم اس وقت دو کشتوں کے درمیان میں ہو۔ ایک کشتۂ صفین جس کے لئے تم روتے ہو اور دوسرے کشتۂ نہروان جس کے خون کا بدلہ لینا چاہتے ہو۔ جو اسوقت باقی ہے وہ ساتھ چھوڑ چکا ہے اور جو نالہ و بکا کر رہا ہے وہ حملہ کرنے والا ہے۔ ہاں۔ معاویہ ہمیں ایسے امر کی طرف دعوت دے رہے ہیں جس میں نہ عزت ہے اور نہ انصاف۔ اگر تم موت چاہتے ہو تو ہم اُن کی دعوت کو رد کر سکتے ہیں۔ اور تلواروں کی دھاروں پر خدائے تعالیٰ سے اسکا محاکمہ کرا سکتے ہیں۔ لیکن اگر تم حیات چاہتے ہو تو ہم اسے قبول کر لینگے۔ اور تمھارے لئے رضامندی طلب کرینگے" جواب میں لوگوں نے ہر طرف سے پکارنا شروع کیا کہ "ہم حیات چاہتے ہیں۔ ہم حیات چاہتے ہیں۔ آپ صلح کر لیجئے" ؛

جب آپ نے امر خلافت کو معاویہ کے سپرد کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا تو لوگوں کے سامنے تقریر کی اور فرمایا کہ "اے لوگو۔ ہم لوگ تو تمھارے امرا ہیں اور تمھارے مہمان ہیں۔ ہم لوگ تمھارے نبی کے وہ اہل بیت ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے ان کی ہر آلودگی اور نجاست کو دور فرما کر انکو پاک

کر دیا ہے" امام صاحب نے اس فقرے کو بار بار دہرایا۔ حتیٰ کہ تمام مجلس میں کوئی شخص ایسا نہ رہا کہ جو رو نہ رہا ہو۔ اور روتے روتے ہچکی نہ لگ گئی ہو؛

الغرض جب وہ سب ملکر صلح کرنیکی غرض سے معاویہ کے پاس گئے تو دونوں صاحبوں نے انھیں شرائط پر آپس میں صلح کر لی جنکا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے اور امام حسنؓ نے امر خلافت معاویہ کے سپرد کر دیا؛

امام حسنؓ کی خلافت کا زمانہ ان لوگوں کے قول کے مطابق جن کا بیان ہے کہ انھوں نے ربیع الاول میں امر خلافت سپرد کر دیا تھا ساڑھے پانچ مہینے کا ہوتا ہے۔ اور ان لوگوں کے خیال کے مطابق جو ربیع الآخر کا ذکر کرتے ہیں چھ مہینے اور کچھ دن۔ اور جنکی رائے جمادی الاول میں سپرد خلافت کرنے کی ہے۔ سات مہینے اور چند دن کی ہوتی ہے واللہ اعلم؛

صلح ہونے اور امام حسنؓ کے معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد معاویہ کوفے میں داخل ہوئے۔ اور لوگوں نے ان سے بیعت کی۔ ادھر امام حسنؓ نے قیس ابن سعد کو جو بارہ ہزار جوانوں کے مقدمۃ الجیش پر مامور تھے ایک خط لکھا جس میں ان کو یہ حکم دیا کہ وہ بھی معاویہ کی اطاعت کریں۔ اس پر قیس نے لوگوں کے مجمع میں کھڑے ہو کر تقریر کی اور کہا۔

"اے لوگو اگر تم چاہو تو امام ضلالت کی اطاعت میں آجاؤ۔ اور اگر چاہو تو غیر امام کے ساتھ ہو کر جنگ کرو؛

بعض لوگوں نے کہا کہ "ہم امام ضلالت کی اطاعت میں داخل ہونا چاہتے ہیں" چنانچہ انھوں نے بھی معاویہ سے بیعت کر لی۔ اور قیس اپنے چند ہمراہیوں کو ساتھ لیکر وہاں سے ہٹ آئے۔

جب معاویہ کوفے میں پہونچ گئے تو عمرو ابن العاص نے ان سے کہا کہ وہ امام حسنؓ کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر تقریر کریں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ تقریر میں عاجز ہیں۔ چنانچہ معاویہ نے لوگوں کے سامنے تقریر کی اور امام حسنؓ کو حکم دیا کہ وہ بھی تقریر کریں۔ اسپر آپ کھڑے ہوئے اور خدائے تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا "اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم کو ہم میں سے پہلے شخص کے ذریعہ سے ہدایت دی اور آخر شخص کے ہاتھوں تمھارے خونوں کو محفوظ کیا۔ اس امر کے لئے ایک مدت معینہ ہے اور دنیا نام ہے گردشوں کا۔ اللہ عزوجل نے اپنے نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) سے فرمادیا تھا کہ" کیا معلوم شاید کہ وہ تمھاری آزمایش ہو اور چند دن کی آسایش" جب انھوں نے یہ فرمایا تو معاویہ نے ان سے کہا کہ" اب آپ تشریف رکھیے" بلکہ یہ سنکر ان کو عمرو سے بغض ہو گیا۔

اور وہ ان سے کہنے لگے کہ "یہ سب کچھ آپ کے کہنے پر عمل کرنے سے ہوا ہے۔"

امام حسنؓ اپنے اہل بیت اور حشم اور خدم کے ساتھ مدینہ میں پہونچ گئے۔ جس وقت وہ سب کوفے سے روانہ ہوئے ہیں لوگ رو رہے تھے۔ کسی شخص نے امام حسنؓ سے سوال کیا کہ "آپ کو کس بات نے ایسا کرنے پر آمادہ کیا" انھوں نے فرمایا کہ مجھکو دنیا سے نفرت ہوگئی اور میں نے دیکھا کہ اہل کوفہ ایسے لوگ ہیں کہ جن پر کبھی کسی شخص کو اعتبار نہیں کرنا چاہئے۔ ان میں سے کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی رائے یا خواہش سے موافقت نہیں کرتا۔ بلکہ سب کے سب آپس میں اختلاف رکھتے ہیں نہ امور خیر میں انکی کوئی خاص نیت ہے اور نہ امور شر میں۔ میرے والد کو ان سے بڑی بڑی تکلیفیں پہنچیں۔ اے کاش کہ مجھے معلوم ہوتا کہ میرے بعد اور کس شخص سے وہ اچھا سلوک کرینگے۔ یہ شہر سب شہروں سے پہلے برباد و تباہ ہو جائیگا" جس وقت امام حسنؓ کوفے سے روانہ ہوئے ایک شخص نے ان کے پاس آکر خطاب کیا "اے مسلمانوں کے منہ کالا کرنے والے" حضرت نے جواب میں فرمایا کہ "مجھے ملامت نہ کرو۔ کیونکہ رسول اللہ صلعم نے خواب میں دیکھا تھا کہ بنو امیہ یکے بعد دیگرے ان کے منبروں پر چڑھ رہے ہیں اس سے ان کو رنج ہوا تو خدائے تعالے نے آیات اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ (اور کوثر جنت کی ایک نہر کا نام ہے) اور اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ تا قولہ تعالیٰ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ نازل فرمائیں اور خبر دی کہ آپ کے بعد بنو امیہ اس پر قابض ہو جائینگے۔

معاویہ اور قیس ابن سعد کی صلح کا بیان

اسی سال کے دوران میں معاویہ اور قیس ابن سعد میں صلح ہوئی۔ اصل یہ ہے کہ قیس ابن سعد صلح کرنے سے رک گئے تھے۔ جس کا سبب یہ تھا کہ جب عبد اللہ ابن عباس کو یہ خبر ہوئی کہ امام حسن امر خلافت کو معاویہ کے سپرد کرنے والے ہیں تو انھوں نے معاویہ کو خط لکھا اور اپنی جان و مال کی امان طلب کی۔ معاویہ نے قبول کیا۔ اور عبد اللہ ابن عامر کو ایک لشکر جرار کیساتھ ان کی طرف روانہ کر دیا۔ عبد اللہ رات کے وقت اپنی فوج کو (جس پر وہ مامور تھے) بغیر امیر کے چھوڑ کر عبد اللہ ابن عامر کی ملاقات کے لئے نکلے۔ اسی فوج میں قیس ابن سعد بھی تھے۔ اہل فوج نے انکو اپنا امیر بنا لیا اور اپنے مال و جان کی قسمیں کھا کھا کر آپس میں عہد و پیمان کیا کہ جب تک

معاویہ شیعانِ علیؓ اور ان کے دیگر ہمراہیوں کی شرائط نہ قبول کرینگے ان سے برابر جنگ کیجائیگی۔
یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ خود قیس ہی اس فوج کے مقدمہ کے سردار تھے (جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے) اور وہ معاویہ ابن ابی سفیان کی امارت سے سخت متنفر تھے۔ جب ان کو حضرت حسنؓ ابن علیؓ کے معاویہ سے صلح کرنے کی خبر ملی تو ایک جماعت کثیر ان کے ساتھ ہو گئی کہ تاوقتیکہ معاویہؓ سے شیعان علیؓ اور ان کے متبعین کی جان و مال کی حفاظت کیلئے شرط نہ کرالی جائے ہم ان سے لڑتے رہینگے۔ یہ سنکر معاویہ نے ایک مراسلہ لکھکر قیس ابن سعد کو اپنی اطاعت کے لئے دعوت دی۔ اور ایک سادہ کاغذ کے نیچے اپنی مہر لگا کر ان کے پاس بھیجا اور لکھا کہ آپ اس میں جو شرطیں چاہیں لکھدیں میں ان کو پورا کرونگا۔ عمرو نے معاویہ کو رائے دی کہ "آپ یہ کاغذ ان کے پاس نہ بھیجیں بلکہ ان سے جنگ کریں" معاویہ نے کہا "ذرا ٹھیرو ہم ان لوگوں کو قتل نہیں کر سکتے جب تک کہ اہل شام کے اتنے ہی آدمی قتل نہو جائیں۔ پھر اس کے بعد زندگی میں کچھ بھی مزہ نہ رہیگا خدا کی قسم میں قیس سے ہرگز نہ لڑونگا جب تک کہ میں یہ نہ سمجھ لوں کہ اُن سے جنگ کرنا بالکل لابدی ہے۔" غرض جب وہ سادہ کاغذ قیس کے پاس پہنچ گیا تو انھوں نے اس میں یہ شرائط درج کیں کہ انکو اور شیعان علیؓ جس جس کی جان سے سابقہ پڑا ہے اور جو مال انکے ہاتھ لگا ہے اس سے امان دی جائے مگر شرائط میں کوئی رقم طلب نہیں کی۔ چنانچہ معاویہ نے ان کے حسب دلخواہ امور ان کو عطا کئے۔ اور قیس اور ان کے ہمراہی معاویہ کی اطاعت میں داخل ہو گئے!!

جس وقت یہ فتنہ برپا ہوا ہے اس وقت پانچ آدمی ایسے تھے جنکو نہایت زیرک اور تیز فہم خیال کیا جاتا تھا۔ اور وہی لوگ اہل عرب میں اصحاب رائے و فکر تھے یعنی معاویہ۔ عمرو۔ مغیرہ ابن شعبہ۔ قیس ابن سعد۔ اور عبداللہ بن بُدَیل الخزاعی۔ ان میں سے قیس اور ابن بدیل، حضرت علیؓ کے ہمراہ تھے۔ اور مغیرہ طائف میں گوشہ نشین تھے۔

جب معاویہ کے لئے امر خلافت مستحکم ہو گیا تو سعد ابن ابی وقاص ان کے پاس آئے اور کہا "السلام علیک اے بادشاہ"۔ معاویہ ہنس پڑے اور کہا کہ "اے ابو اسحٰق اگر تم "اے امیرالمومنین کہتے تو تمھارا کیا حرج تھا؟" انھوں نے جواب دیا کہ "کیا آپ یہ بات خوش ہو کر کہہ رہے ہیں؟ خدا کی قسم جسطرح آپ نے خلافت حاصل کی ہے میں کبھی اس کو پسند نہیں کرتا!!

خوارج کے معاویہ پر خروج کرنیکا بیان

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ فروہ ابن نوفل الاشجعی پانچسو خوارج کو لیکر علیحدہ ہو گیا تھا اور حضرات علیؓ و حسنؓ کے خلاف فوج کشی کو ترک کرکے شہر زور کی طرف چلا گیا تھا۔ جب امام حسنؓ نے امر خلافت معاویہ کے سپرد کر دیا تو انھوں نے کہا کہ اب وہ وقت آ گیا ہے جسمیں کسی قسم کا شک نہیں ہو سکتا۔ لہذا اب معاویہ کی طرف چلو اور ان سے جہاد کرو۔ چنانچہ خوارج فروہ کو اپنا سردار بنا کر روانہ ہوئے اور کوفے کے قریب مقام نُخَیلہ میں ٹھیرے۔ اس اثناء میں امام حسنؓ مدینے کے ارادے سے روانہ ہو چکے تھے۔ معاویہ نے ان کو خط لکھکر فروہ سے مقابلے کے لئے بلایا۔ معاویہ کا قاصد ان کو قادسیہ میں یا اس کے قریب ملا۔ مگر وہ واپس نہ آئے بلکہ یہ لکھ بھیجا کہ "اگر میں اہل قبلہ میں سے کسی کے خلاف جنگ کرنا چاہتا تو سب سے پہلے آپ ہی سے لڑتا۔ مگر میں نے آپکو امت کی بہبودی اور ان کے جان و مال کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیا ہے"

معاویہ نے اہل شام کی ایک جماعت کو خوارج کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ لڑائی ہوئی اور اہل شام کو شکست ہوئی۔ معاویہ نے اہل کوفہ سے کہا کہ "خدا کی قسم جب تک کہ تم خوارج کو نہ روک دو گے میں تم کو کسی طرح کی امان نہ دونگا" اسپر اہل کوفہ نے نکل کر انکا مقابلہ کیا۔ مگر خوارج نے اہل کوفہ سے کہا کہ "کیا معاویہ ہمارے اور تمھارے دونوں کے دشمن نہیں؟ تم ہمیں ان سے لڑنے دو۔ اگر ہم جیت گئے تو ظاہر ہے کہ ہم تمکو تمھارے دشمن سے بچا وینگے اور اگر وہ جیت گئے تو تم ہم سے بچ گئے" انھوں نے جواب دیا کہ "ہم تم سے ضرور لڑینگے" اور خوارج کے دلیر ترین آدمی فروہ کو پکڑ لیا۔ اس سے گفتگو کرتے رہے۔ اس کو نصیحتیں کیں مگر وہ باز نہ آئے تو اہل کوفہ ان کو جبراً و قہراً پکڑ کر کوفے کے اندر لے گئے؛

فروہ کے بعد خوارج نے قبیلہ طے کے ایک شخص عبداللہ ابن ابی الحوساء نامی کو اپنا امیر بنا لیا۔ اور ماہ ربیع الاول (اور بقول بعض ماہ ربیع الثانی) میں اہل کوفہ نے ان سے جنگ شروع کی اور ان کو قتل کر دیا۔ ابن ابی الحوساء بھی جنگ میں مارا گیا۔ جس وقت یہ خوارج کا امیر بنایا گیا ہے اس وقت سے اسے بادشاہ سے خطرہ ہو گیا تھا کہ وہ اسے ضرور سُولی دے دینگے۔ چنانچہ اس نے یہ اشعار کہے :- (ترجمہ)

"ہماری روحوں کے قبض ہو جانیکے بعد مجھے اسکی پروا نہیں کہ تم ہمارے جسم کے جوڑوں اور ہمارے

چہرے کی کھالوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو۔ کہکشاں ۔ نسر واقع اور نسر طائر مقررہ روش سے اور اسی طرح آفتاب و مہتاب بھی مقررہ مقدار کے ساتھ برابر چلتے رہینگے ۔ مجھے بخوبی معلوم ہو گیا ہے (اور حق یہ ہے کہ بہترین قول وہی ہے جو سب سے زیادہ نفع مند ہو) کہ خوش نصیب وہی ہے جو آگ سے نجات پائے ۔

حوثرہ ابن وداع کے خروج کا بیان

ابن ابی الحوساء کے قتل ہونے کے بعد تمام خوارج نے اتفاق کر کے حوثرہ ابن وداع ابن مسعود الاسدی کو اپنا سردار بنا لیا۔ اس نے کھڑے ہو کر تقریر کی جس میں فروہ ابن نوفل کی عیب جوئی کی کہ اس نے حضرت علیؓ سے جنگ کرنے میں تشکک کیوں کیا۔ پھر خوارج کو دعوت جنگ دی اور براز الروز سے روانہ ہو کر نُخَیلہ پہنچے تک وہاں اس کے پاس ڈیڑھ سو آدمی جمع ہو گئے تھے۔ وہاں پہنچنے پر ابن ابی الحوساء کی شکست خوردہ فوج بھی اس سے آملی۔ جسکی تعداد تھوڑی تھی۔ معاویہ نے حوثرہ کے باپ کو بلا کر کہا کہ تم باہر جا کر اپنے بیٹے سے ملو شاید تم کو دیکھکر وہ کچھ رقیق القلب ہو جائے۔ چنانچہ ابوحوثرہ باہر آیا۔ اور اپنے بیٹے سے گفتگو کی۔ اور قسمیں دیکر کہا کہ "کیا میں تمھارے پاس تمھارے بیٹے کو لیکر نہ آؤں؟ ممکن ہے کہ تم اسے دیکھکر اسکی جدائی کو ناپسند کرو"۔ اس نے جواب دیا کہ "میں اپنے بیٹے کی ملاقات سے زیادہ ایک کافر کے ہاتھ سے نیزے کی ایسی ضرب کا مشتاق ہوں کہ جس میں میں تھوڑی دیر تڑپتا رہوں"۔ یہ سنکر اس کا باپ واپس چلا گیا اور معاویہ سے اسکا قول بیان کر دیا۔ اسپر معاویہ نے عبداللہ ابن عوف الاحمر کو دو ہزار آدمی دیکر اسکے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ ان میں حوثرہ کا باپ بھی تھا۔ وہاں پہنچکر اس نے اپنے بیٹے کو مقابلہ کے لئے بلایا۔ مگر حوثرہ نے کہا کہ "میرے سوا تمھارے لئے اور مقابل بہت ہیں"۔ ابن عوف جان توڑ کر ان پر پل پڑا۔ اور خوب زور شور سے لڑائی ہوئی۔ حوثرہ نے عبداللہ ابن عوف سے مقابلہ کیا۔ ابن عوف نے ایک نیزہ مار کر اسے قتل کر دیا۔ علیٰ ہذا القیاس اسکے اور سب ہمراہی بھی کام آئے صرف پچاس آدمی زندہ بچے اور وہ سب کے سب ماہ جمادی الآخر ۴۱ھ میں کوفے میں داخل ہوئے جب ابن عوف نے حوثرہ کی پیشانی پر سجدے کا نشان دیکھا اور اسطرح اسکا عابد و زاہد ہونا معلوم ہوا تو اسے اسکے قتل پر ندامت ہوئی اور اسنے یہ اشعار پڑھے (ترجمہ) "میں نے بنو اسد کے بھائی کو بیوقوفی اور جہالت سے قتل کیا مجھے اپنے باپ کی جان کی قسم ہے کہ میں نے

اچھا نہ کیا۔ میں نے ایک نمازی اور شب زندہ دار شخص کو قتل کیا۔ جو اکثر رنج و تکلیف میں مبتلا رہتا تھا اور نیک اور میانہ رو آدمی تھا۔ میں نے دنیا کو حاصل کرنے کے لیئے ایک صاحب تقویٰ کو قتل کیا۔ یہ میری بدبختی اور کم نصیبی کے لچھن ہیں۔ اے میرے خدا میں نے جو کچھ خطاءً یا عمداً گناہ کیئے ہیں انکو بخش دے اور میری توبہ قبول کر"

فروہ ابن نوفل کے خروج اور اسکی موت کا بیان

معاویہ کے چلے جانے کے بعد فروۃ ابن نوفل الاشجعی نے مغیرہ ابن شعبہ پر فوجکشی کی مغیرہ نے اسکے مقابلے کے لیئے ایک فوج روانہ کی جس کا سردار شَبَث ابن رِبعی اور بقول بعض مَعقل ابن قیس تھا۔ شہر زُور کے مقام پر فروہ سے اسکی مڈبھیڑ ہوئی۔ اور فروہ قتل ہوا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ علاقۂ سواد کے کسی مقام پر قتل ہوا تھا۔

شبیب ابن بَجَرہ کا بیان

جب ابن مِلجم نے حضرت علیؓ کو شہید کیا تو شبیب اس وقت اسکے ہمراہ تھا۔ جب معاویہ کوفے میں داخل ہوئے تو شبیب ان کا تقرب حاصل کرنے کے لیئے انکے پاس گیا اور کہا کہ "میں نے اور ابن مِلجم نے حضرت علیؓ کو شہید کیا تھا" یہ سنکر معاویہ خوف کے مارے اپنی جگہ سے اُچھل پڑے اور اپنے گھر میں چلے گئے۔ پھر اشجع کو بلا کر کہا کہ "اگر میں نے اب سے شبیب کو کبھی یہاں دیکھا یا مجھے یہ معلوم ہوا کہ وہ میرے دروازے پر ہے تو میں تم سب کو ہلاک کر ڈالونگا۔ اسے اپنے شہر سے نکال دو" جب رات ہو گئی تو شبیب نکلا اور جو شخص راستے میں ملا اُسے قتل کرتا گیا۔

جب مغیرہ والیِ کوفہ مقرر ہوئے تو اسنے کوفے کے قریب کے مقام الطَّفّ (یا طف) سے اُن پر حملہ کیا۔ مغیرہ نے اسکے مقابلے کے لیئے چند سوار بھیجے جن کا سردار خالد ابن عُرفطہ اور بقول بعض مَعقل ابن قیس تھا۔ جنگ ہوئی اور شبیب اور اسکے ہمراہی قتل ہو گئے۔

مُعین خارجی کا بیان

مغیرہ کو اطلاع ملی کہ مُعین ابن عبداللہ خروج کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ یہ شخص قبیلۂ محارب

میں سے تھا۔ اس کا اصلی نام معن تھا۔ اور اسے مصغر صورت میں تبدیل کر کے مُعَیّن کر دیا تھا مغیرہ نے اس کے مقابلے کے لیئے چند آدمی بھیجے۔ اس وقت اس کے پاس ایک جماعت تھی۔ مگر وہ پکڑا گیا اور قید کر دیا گیا۔ مغیرہ نے اسکے حال کی اطلاع معاویہ کو دی۔ انھوں نے لکھا کہ "اگر وہ میرے خلیفہ ہونے کی شہادت دیتا ہے تو اُسے چھوڑ دو"۔ چنانچہ مغیرہ نے اسے بلا کر اس سے سوال کیا کہ "کیا تم شہادت دیتے ہو کہ معاویہ خلیفہ اور امیر المؤمنین ہیں"۔ اس نے جواب دیا کہ "میں شہادت دیتا ہوں کہ خدائے تعالےٰ برحق ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قیامت ضرور آئیگی۔ اور جو لوگ قبروں میں ہیں خدائے تعالےٰ انکو اُٹھائیگا"۔ انھوں نے مُعَیّن کے قتل کا حکم دیا۔ اور قبیصۃ الھلالی نے اس کو قتل کر دیا؛

بشر ابن مروان کے عہد ولایت میں خوارج میں سے ایک شخص قبیصہ کے دروازے پر جا کر بیٹھ گیا۔ اور جونہی قبیصہ اندر سے نکلا اسے قتل کر دیا۔ قاتل کا کہیں کچھ پتہ نہ چلا تاآنکہ اس نے شبیب بن یزید کے ہمراہ خروج کیا اور اسنے کوفہ پہنچ کر کہا کہ "اے اللہ کے دشمنو! میں قبیصہ کا قاتل ہوں"؛

ابو مریم کے خروج کا ذکر

اس کے بعد ابو مریم مولائے بنو حارث ابن کعب نے خروج کیا۔ اسکے ہمراہ قطام اور کُحَیلَہؔ نام دو عورتیں تھیں۔ یہ پہلا شخص ہے جسکے ہمراہ عورتیں بھی حملہ آوری کے لیئے نکلیں۔ ابو بلال ابن اُدَیّہ نے اس فعل کو برا کہا۔ مگر ابو مریم نے جواب دیا کہ "رسول خدا صلعم کے اور مسلمانوں کے ہمراہ عورتیں شام میں جنگ آزمائی کر چکی ہیں۔ مگر خیر ان دونوں کو جلد ہی واپس بھیج دونگا"۔ چنانچہ اس نے ان دونوں کو واپس بھیج دیا؛

مغیرہ نے جابر البجلی کو اسکے مقابلے کے لیئے روانہ کیا۔ مقام بادُوریا میں دونوں میں جنگ ہوئی۔ جس میں ابو مریم اور اسکے ہمراہی قتل ہوئے؛

ابو لیلیٰ کے خروج کا بیان

ابو لیلیٰ ایک سیاہ فام۔ طویل القامت شخص تھا۔ ایک مرتبہ وہ کوفے کی مسجد کے دروازے کے کواڑوں کو پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔ اس وقت وہاں چند اشراف کوفہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔

ان سے مخاطب ہو کر اس نے بہ آواز بلند انکو اپنے ساتھ شریک کرنے کی دعوت دی۔ مگر کسی نے اس کی پروا نہ کی۔ تاہم جب وہ وہاں سے روانہ ہوا تو تیس موالی اسکے ہمراہ ہو گئے تھے۔ مغیرہ نے معقل ابن قیس الریاحی کو اس سے لڑنے کے لئے روانہ کیا۔ جنھوں نے ۴۲ھ میں کوفے کے گرد و نواح کے کسی گاؤں میں اسے قتل کر دیا۔

مغیرہ ابن شعبہ کے عامل کوفہ مقرر ہونیکا بیان

اس سال معاویہ نے عبداللہ ابن عمرو ابن العاص کو عامل کوفہ مقرر کیا۔ مغیرہ ابن شعبہ انکے پاس گئے اور کہا کہ "آپ نے عبداللہ کو کوفے کا اور انکے باپ کو مصر کا عامل مقرر کیا ہے۔ اسکے معنے یہ ہیں کہ آپ شیر کی دو کچلیوں کے مابین ایک امیر ہونگے"۔ اسپر معاویہ نے عبداللہ کو کوفے سے معزول کر کے مغیرہ کو وہاں کا عامل مقرر کر دیا چونکہ عمرو کو معلوم ہو گیا تھا کہ مغیرہ نے انکے متعلق معاویہ سے کیا کیا کہا ہے اس لئے وہ بھی معاویہ کے پاس پہنچے اور ان سے کہا کہ "آپنے مغیرہ کو محکمہ خراج پر مقرر کیا ہے۔ وہ مال اڑا دیگا۔ اور آپکو اتنی استطاعت نہ ہو گی کہ پھر ان سے واپس وصول کر سکیں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ خراج پر ایک ایسے شخص کو مقرر کریں جو آپ سے ڈرے اور بچتا رہے"۔ اس پر معاویہ نے مغیرہ کو محکمہ خراج سے معزول کر کے نماز کا حاکم مقرر کیا۔

جب مغیرہ کوفے کے والی مقرر ہو گئے تو انھوں نے کثیر ابن شہاب کو رے پر مامور کیا۔ کثیر اکثر رے کے منبر پر سے حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کو سب و شتم کیا کرتے تھے۔ وہ زیاد کے والی کوفہ ہونے تک وہیں رہے۔ بلکہ زیاد نے انکو اس پر مستقل کر دیا۔ انھوں نے عبداللہ ابن الحجاج تغلبی کو ہمراہ لیکر دیلم پر حملہ کیا۔ عبداللہ نے ایک دیلمی کو قتل کر کے اسکے سامان پر قبضہ کر لیا۔ مگر اسے کثیر نے ان سے لے لیا۔ عبداللہ نے انکو خدا کی قسم دیکر واپس مانگا مگر کثیر نے اسے دینے سے انکار کیا۔ اس لئے عبداللہ نے چھپ کر کثیر پر تلوار کا وار کیا۔ یا شاید یہ ہوا کہ ایک عصا مار کر انکے چہرہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اور یہ شعر پڑھا (ترجمہ)

خندف کے بیٹوں کو یہ خبر کون پہونچائیگا کہ میں نے ابن شہاب سے اپنا کینہ پورا کر لیا ۔
میں نے اسے ایک رات اسکے مکان کے نواح میں پایا۔ اور آگے بڑھکر اسکے دانتوں پر وار کیا ۔
تو تو دشمنی کرنیوالا اور ظالم ہے تو کیوں میری قوم کی رگ گردن اور میری ایذا دہی سے نہیں ڈرا ۔

بُسر کی حکومت بصرہ کا بیان

اسی سال بسر ابن ابی ارطاۃ بصرے کا والی مقرر ہوا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ جب امام حسن رضؓ نے سنہ ۴۱ھ کے شروع میں معاویہ سے صلح کر لی تو حمران ابن ابان یکبارگی بصرہ پر چڑھ دوڑا اور اسکو اپنے قبضے میں لاکر اسپر غالب ہو گیا۔ اس لئے معاویہ نے بسر ابن ابی ارطاۃ کو اسکے مقابلے کے لئے روانہ کیا اور اسکو زیاد ابن ابیہ کی اولاد کے قتل کا حکم دیا۔ ان دنوں زیاد فارس میں تھا۔ جہاں اسکو حضرت علیؓ ابن ابی طالب نے عامل بنا کر روانہ کیا تھا ؛

جب بسر بصرہ پہونچا تو اسنے منبر پر خطبہ پڑھا۔ جس میں حضرت علیؓ پر سب وشتم کیا۔ پھر کہا کہ "میں خدا کی قسم دیکر کہتا ہوں کہ جو شخص سمجھتا ہے کہ میں صادق ہوں وہ مجھے سچا کہدے۔ اور جو مجھے جھوٹا جانتا ہے وہ جھوٹا کہدے" ابوبکرہ نے کہا کہ "ہم تو یہی جانتے ہیں کہ تو جھوٹا ہے"۔ بسر نے حکم دیا کہ اسکا فوراً گلا گھونٹ دیا جائے۔ مگر ابو لؤلؤہ الضبی نے کھڑے ہو کر اپنے آپ کو ان دونوں کے درمیان ڈال دیا اور اس طرح اسکو گلا گھوٹنے سے روک دیا۔ ابوبکرہ نے اسے ایک سو جریب زمین دیدی۔ کسی نے ابوبکرہ سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ جواب دیا کہ "چونکہ وہ ہمیں خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہے اس لئے ہم اس کو سچا نہیں کہتے"۔

معاویہ نے زیاد کو خط لکھا کہ تمھارے پاس خدائے تعالیٰ کے مال میں سے کچھ مال ہے۔ جو کچھ مال تمھارے پاس ہے اسکو ادا کرو"۔ زیاد نے جواب دیا کہ "میرے پاس اس میں سے کچھ بھی باقی نہیں ہے۔ بلکہ جو کچھ میرے پاس تھا وہ میں مصارف ضروریہ میں خرچ کر چکا ہوں۔ اس کا کچھ حصہ میں نے اس غرض سے محفوظ رکھ چھوڑا ہے کہ کبھی کوئی مصیبت پڑے تو کام آئے۔ اس کے بعد جو کچھ فاضل بچا وہ میں نے امیرالمومنین رحمۃ اللہ علیہ کو دیدیا"۔ معاویہ نے اسکا یہ جواب دیا کہ "تم یہاں آجاؤ جس کام پر تم مامور تھے ہم خود اس میں غور کرینگے۔ یا تو ہمارا تمھارا فیصلہ بالکل صاف ہو جائیگا۔ اور یا تم پھر اپنی جائے امن کو واپس چلے جانا"۔ چونکہ زیاد ایسا کرنے سے باز رہا۔ اس لئے بسر نے زیاد کے تین بڑے لڑکوں یعنی عبدالرحمن عبیداللہ اور عباد کو گرفتار کر لیا۔ اور زیاد کو لکھ بھیجا کہ "یا تو تم امیرالمومنین کے پاس آؤ۔ ورنہ میں تمھارے بیٹوں کو قتل کردونگا"۔ زیاد نے جواب میں لکھا کہ "جب تک خدائے تعالیٰ میرے اور تیرے آقا کے مابین فیصلہ نہ فرمائے میں اپنی جگہ سے سرکنے والا بھی نہیں۔ اگر تم نے میرے بچوں کو قتل کر دیا تو ظاہر ہے کہ آخری بازگشت خدا ہی کی طرف ہے اور بعد میں

حساب بھی ہو گا۔ اور یہ بھی سمجھ لو کہ ظالموں کو عنقریب معلوم ہو جائیگا کہ وہ کیسا پلٹا کھاتے ہیں[1]" بسر نے ان لڑکوں کے قتل کا ارادہ کیا ہی تھا کہ ابو بکرہ اس کے پاس آیا اور کہا کہ "تم نے میرے بھائی کے بچوں کو بے گناہ گرفتار کر رکھا ہے۔ حضرت امام حسن رضؓ نے معاویہ سے اس بات پر صلح کی تھی کہ حضرت علی رضؓ کے اصحاب نے جو کچھ حاصل کیا اب وہ جہاں کہیں ہوں ان کو امان دی جائے۔ ظاہر ہے کہ اب نہ ان لڑکوں کے خلاف کوئی سبیل ہے اور نہ ان کے باپ کے خلاف۔ چند دنوں کی مہلت دو تاکہ میں معاویہ کا خط لے آؤں"۔ اس کے بعد ابو بکرہ سوار ہو کر معاویہ کی طرف روانہ ہوا۔ جو اس وقت کوفے میں تھے۔ اور ان کے پاس پہنچکر ان سے کہا کہ "اے معاویہ! لوگوں نے تم سے اس بات پر بیعت نہیں کی تھی کہ تم اطفال کو قتل کیا کرو"۔ انھوں نے کہا "ابو بکرہ وہ کیا بات ہے؟" ابو بکرہ نے جواب دیا کہ "بسر میرے بھائی زیاد کے بچوں کو قتل کرنا چاہتا ہے"۔ معاویہ نے ابو بکرہ کو ان لڑکوں کے رہا کیے جانیکا حکم لکھکر دیدیا۔ اور وہ معاویہ کے اس خط کو جو انھوں نے بسر کو زیاد کی اولاد کو ایذا رسانی سے باز رکھنے کے بارے میں لکھا تھا لیکر وہاں سے واپس چلا اور عین اپنے وعدے کے دن بصرہ پہنچ گیا۔ اس اثنا میں بسر آفتاب کے طلوع ہوتے ہی زیاد کے لڑکوں کو لیکر باہر نکل آیا تھا۔ اور غروب آفتاب کا انتظار کر رہا تھا کہ انھیں قتل کیا جائے۔ لوگ بھی تماشہ دیکھنے کو جمع ہو چکے تھے۔ اور ابو بکرہ کا انتظار کر رہے تھے کہ اتنے میں ابو بکرہ ایک شریف یا تاتاری النسل گھوڑے کو بڑی محنت سے بھگاتا اور بلند ہوتا دکھلائی دیا۔ وہ وہاں تک پہنچا۔ اور اتر پڑا۔ اس نے تکبیر کہی اور لوگوں نے بھی تکبیر کا نعرہ بلند کیا۔ وہ پیدل بھاگتا ہوا آیا۔ اور ابھی بسر ان لڑکوں کو قتل نہ کرنے پایا تھا کہ ابو بکرہ نے اسکے پاس پہنچکر معاویہ کا خط اس کے حوالے کر دیا۔ اور بسر نے ان کو رہا کر دیا۔

جب حضرت علی رضؓ شہید کئے گئے تو معاویہ نے زیاد کو ایک خط لکھا تھا جس میں انھوں نے اس کو تہدید کی تھی اس خط کو پڑھ کر زیاد نے لوگوں کے سامنے تقریر کی اور کہا کہ "مجھے تعجب ہوتا ہے کہ یہ جگر خوار کا بچہ۔ یہ نفاق و شقاق کی کان یہ رئیس الاحزاب مجھے دھمکاتا اور ڈراتا ہے۔ حالانکہ میرے اور اس کے درمیان رسول خدا صلعم کے چچیرے بھائی (یعنی ابن عباس) اور امام حسن رضؓ

[1] "وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ"

ابن علیؓ کے ستر ہزار مسلح، شمشیر زن سپاہیوں کا واسطہ ہے۔ خدا کی قسم اگر وہ مجھے اکیلا مل جائے تو وہ مجھے آگ بھبوکا اور تلوار کا دھنی پائیگا؛

جب امام حسنؓ نے معاویہ سے صلح کرلی اور معاویہ کوفہ پہنچ گئے تو زیاد اس قلعے میں پناہ گزیں ہوگیا جو قلعہ زیاد کے نام سے موسوم ہے؛

اس واقعہ کے متعلق جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ رسول اللہ صلعم کے برادر عم زاد سے زیاد نے ابن عباس سے مراد لی تھی یہ محض وہم ہے۔ کیونکہ حضرت ابن عباس حضرت علیؓ سے اُنکی حین حیات ہی میں جدا ہوگئے تھے۔ کہتے ہیں کہ معاویہ نے حضرت علیؓ کے زمانۂ حیات میں زیاد کو یہ خط لکھا تھا۔ اور زیاد نے یہ الفاظ بولے اور ان سے حضرت علیؓ ہی سے مراد لی۔ زیاد نے حضرت علیؓ کو اس مضمون سے اطلاع دیدی تھی جو معاویہ نے اسکو لکھا تھا۔ اور حضرت علی کیطرف سے اسکا جواب مشہور ہے۔ چنانچہ ہمنے معاویہ اور زیاد کے الحاق کے بیان میں اسکا ذکر کیا ہے؛

معاویہ کی جانب سے ابن عامر کے عامل بصرہ ہونیکا بیان

اس کے بعد معاویہ نے ارادہ کیا کہ عتبہ ابن ابی سفیان کو والی بصرہ مقرر کریں۔ مگر ابن عامر نے اُن سے کہا کہ "بصرے میں میری ودیعتیں اور اموال ہیں۔ اگر مجھے وہاں کا گورنر مقرر نہ کرینگے تو وہ سب کچھ جاتا رہیگا" اس پر معاویہ نے اسے والیِ بصرہ مقرر کردیا۔ چنانچہ وہ ۴۱ھ کے آخری حصے میں وہاں پہنچ گیا۔ اس کے علاوہ خراسان اور سجستان بھی اسی کے ماتحت کردیئے۔ اور اس نے حبیب ابن شہاب کو شرطہ اور عمرو کے بھائی عمیرہ ابن یثرب کو قضا پر مامور کیا؛

جنگ جمل کے بیان میں ہم کہہ چکے ہیں کہ عمیرہ اس میں شہید ہوئے تھے۔ لیکن یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عمیرہ نہیں بلکہ عمرو شہید ہوئے تھے۔ خدا ہی کو معلوم ہے کہ ان میں سے کونسا قول صحیح ہے۔

قیس ابن الہیثم کے والی خراسان مقرر ہونے کا بیان

اسی سال ابن عامر نے قیس ابن الہیثم السلمی کو خراسان پر مامور کیا۔ اس عرصے میں بادغیس ہرات اور بوشنج کے باشندوں نے اطاعت سے انحراف کیا۔ اس لئے وہ بلخ پہونچا اور وہاں کے نوبہار کو تباہ و برباد کیا۔ اس کام کو عطاء ابن السائب المعروف بہ خشک (مولائے بنولیث) نے سرانجام دیا۔ اس کو خشک اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ مسلمانوں میں پہلا شخص تھا جو شہر ہرات میں اس کے

خشک نامی دروازے سے داخل ہوا۔ اس نے بلخ کے تین دریاؤں پر ایک ایک فرسنگ کے فاصلے پر پل بنوائے۔ جنکو قناطر عطا کہتے تھے۔ اس کے بعد اہل بلخ نے صلح کرنا اور دوبارہ اطاعت میں داخل ہونا چاہا۔ لہٰذا قیس (اور بقول الربیع ابن زیاد) نے ۵۱ھ میں ان سے صلح کرلی۔ چنانچہ اسکا ذکر آگے آئیگا۔ پھر قیس ابن عامر کے پاس آیا اور اس نے اسکو زدوکوب کرکے اسکو قید کردیا۔ اور عبداللہ ابن خازم کو عامل بنایا۔ ہرات۔ بادغیس اور بوشنج کے اہالی نے اس کے پاس پیغام بھیجا کہ ہم صلح کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے ان سے صلح کرلی۔ اور تمام مال ومتاع ابن عامر کے پاس بھیج دیا۔

سہم ابن غالب کے خروج کا بیان

اسی سنہ میں سہم ابن غالب الہجیمی ستر آدمیوں کو لیکر ابن عامر پر حملہ آور ہوا۔ اسکے ان ہمراہیوں میں خطیم الباہلی بھی شامل تھا۔ اسکا اصل نام یزید ابن مالک تھا۔ مگر اس کو خطیم اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اسکے چہرے پر ایک مرتبہ چوٹ لگی تھی۔ غرضیکہ یہ لوگ وہاں سے روانہ ہوکر جسر بن اور بصرے کے درمیان میں ٹھہرے۔ عبادہ بن فرص اللیثی اپنے بیٹے اور بھتیجے کو ساتھ لیئے ہوئے جنگ سے واپس ہوتے ہوئے انکے پاس سے گزرا۔ خوارج نے ان سے پوچھا کہ "تم کون ہو؟" انھوں نے جواب دیا کہ "ہم مسلمان ہیں"۔ خوارج نے کہا "جھوٹ بولتے ہو"۔ عبادہ نے کہا کہ "سبحان اللہ۔ تم ہم کو اسی طرح قبول کرلو جس طرح رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھکو قبول فرمایا تھا۔ میں نے انکی تکذیب کی تھی۔ اور ان کے خلاف لڑا تھا۔ مگر جب میں انکی خدمت میں حاضر ہوکر مسلمان ہوگیا۔ تو انھوں نے مجھے قبول فرمایا"۔ خوارج نے پھر کہا کہ "نہیں تم کافر ہو" اور یہ کہتے ہی اسکو اس کے بیٹے اور بھتیجے کو قتل کرڈالا۔

اس کے بعد ابن عامر بذات خود ان سے جنگ کرنے کے لیئے نکلا۔ چنانچہ لڑائی میں خوارج کے متعدد آدمی تہ تیغ ہوئے۔ اور باقی ایک جنگل کی طرف فرار کرگئے۔ ان فراریوں میں سہم اور خطیم بھی شامل تھے۔ ابن عامر نے انکو امان دینی چاہی۔ اور ان کے قبول کرنے پر انکو امن دیدیا۔ وہ وہاں سے واپس آگئے۔ امیر معاویہ نے اسکو ایک خط کے ذریعے سے حکم دیا کہ یہ سب قتل کیئے جائیں۔ ابن عامر نے لکھ بھیجا کہ میں نے انکو آپ کے وعدہ امن کے سپرد کردیا ہے۔ جب زیاد ۵۴ھ میں بصرہ پہنچا تو سہم اور خطیم وہاں سے بھاگ کر

اہواز پہنچے وہاں ایک جماعت کی جماعت سہم کے گرد جمع ہوگئی۔ وہ انھیں ہمراہ لیکر بصرے کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں چند آدمیوں کو گرفتار کرلیا۔ مگر جب انھوں نے اپنا یہودی ہونا ظاہر کیا تو ان کو چھوڑ دیا۔ مگر قدامہ بن مظعون کے مولیٰ سعد کو قتل کر دیا۔ بصرہ پہنچنے پر اس کے آدمی اسے چھوڑ چھاڑ الگ ہوگئے۔ یہ حالت دیکھکر سہم روپوش ہوگیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ انھوں نے اسے روپوشی کے بعد چھوڑا ہے۔ اس کے بعد اس نے امان طلب کی۔ اور اسے خیال ہوا کہ جس طرح ابن عامر نے اس سے اچھا سلوک کیا تھا ویسا ہی زیاد بھی کریگا۔ مگر زیاد نے اُسے امان نہ دی۔ بلکہ اس کی تلاش کی۔ اور لوگوں نے اُسے اطلاعات بہم پہنچائیں لہٰذا اسنے اسے گرفتار کرلیا۔ اور قتل کرکے اسکو اسکے گھر میں مصلوب کر دیا۔ مگر بعض لوگ یوں بیان کرتے ہیں کہ سہم زیاد کی موت تک برابر روپوش ہی رہا۔ اور بعد میں سنہ ۵۴ھ میں عبیداللہ ابن زیاد نے اسے گرفتار کرکے اسکو مصلوب کیا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ واقعہ اس سے قبل کا ہے۔ اس کے متعلق ایک خارجی کہتا ہے:۔ (ترجمۂ شعر)

"اگر جماعتیں سہم ابن غالب کو سولی دینے میں کامیاب ہوگئیں ہیں تو خدا اُسے دور نکرے"

باقی رہا خطیم۔ اس سے زیاد نے عبادہ کے قتل کا حال پوچھا تو اس نے انکار کر دیا اس لیئے زیاد نے اسے بحرین بھیج دیا۔ مگر بعد میں واپس بلالیا۔

حوادثِ متعددہ

کہتے ہیں کہ اسی سال علی ابن عبداللہ ابن عباسؓ کی ولادت ہوئی۔ مگر بعض کا خیال ہے کہ وہ سنہ ۴۰ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ اور اس وقت تک حضرت علیؓ شہید نہیں ہوئے تھے۔ مگر پہلی ہی روایت صحیح ہے۔ حضرت علیؓ کے اسم مبارک پر انکا نام رکھا گیا۔ عبداللہ ابن عباس کہتے تھے کہ میں نے اس لڑکے کا نام اُس شخص کے نام پر رکھا ہے جو مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے۔

عتبہ بن ابی سفیان (اور بقول بعض عنبسہ ابن ابی سفیان) نے اسی سال لوگوں کو ہمراہ لیکر حج کیا۔

اسی سال عمرو ابن العاص نے عقبہ بن نافع بن عبد قیس (یعنے عمرو کے خالازاد بھائی) کو افریقہ کا عامل مقرر کیا۔ چنانچہ وہ لُواتہ اور مزاتہ تک گئے۔ اور ان دونوں نے اطاعت قبول کرلی۔ مگر بعد میں سرکشی کی۔ اس لیئے انھوں نے اسی سال ان پر حملہ کیا۔ اور انکو قتل و غارت

اور گرفتار کیا۔ پھر ۴۲ھ میں قتل و قید کے بعد غدامس اور ۴۳ھ میں سودان کا ایک علاقہ اور وَدّانُ جو برقہ میں واقع ہے فتح کیا۔ علیٰ ہذا القیاس ایک سال کے اندر اندر بلاد بربر کو بھی فتح کیا۔ انھوں نے ۵۰ھ میں قیروان کی حد بندی کی۔ اس کا ذکر ان شاء اللہ آگے آئیگا۔

اسی سال لبید ابن ربیعہ شاعر کا انتقال ہوا۔ بعض کا خیال ہے کہ اسکا انتقال اس دن ہوا جبکہ امیر معاویہ کوفے میں داخل ہوئے ہیں۔ اور اس وقت اسکی عمر ایک سو ستاون سال کی تھی۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ حضرت عثمانؓ کی خلافت میں فوت ہوا۔ جب سے وہ مسلمان ہو گیا تھا۔ اس نے شعر کہنا ترک کر دیا تھا۔

۴۲ھ کے واقعات

اس سال میں مسلمانوں نے لان پر حملہ کیا۔ اور اُدھر روم سے بھی جنگ آزمائی شروع کی۔ اہل روم کو سخت ہزیمت ہوئی اور انکے بطریقوں کی ایک جماعت قتل ہوئی۔ ایک قول کے مطابق اسی سال حجاج ابنِ یُوسُفؔ کی ولادت ہوئی۔

اسی سال امیر معاویہ نے مروان ابن الحکم کو مدینے پر اور خالد ابن العاص بن ہشام کو مکے پر حاکم مقرر کیا۔ اور مروان نے اپنے ہاں عبداللہ ابن حرث بن نوفل کو قاضی مقرر کیا ان دنوں کوفے کے حاکم مغیرہ ابن شعبہ تھے۔ اور شریح وہاں کے قاضی تھے۔ خراسان پر قیس ابن الہیثم حاکم تھا۔ اسے ابن عامر نے وہاں کا حاکم مقرر کیا تھا۔ اور بعض کا خیال ہے کہ جب امیر معاویہ کو امور میں استقلال حاصل ہو گیا ہے۔ تب انھوں نے قیس کو حاکم خراسان بنایا تھا۔ اور یہ کہ جب ابن عامر عامل بصرہ ہو گیا تو اسنے قیس کو منتقل کر دیا تھا۔

خوارج کے نقل و حرکت کا بیان

اسی سال ان خوارج نے بھی نقل و حرکت شروع کی جو یوم نہر کے قتل سے بچ گئے تھے۔ ان کے ساتھ وہ لوگ بھی شامل تھے جو اس دن زخمی ہو کر صحیح سالم بچا لیئے گئے تھے۔ اس معرکے کے بعد جب وہ صحت یاب ہو گئے تھے تو حضرت علیؓ نے انکو معاف کر دیا تھا۔ ان کے اس خروج کا سبب یہ تھا کہ حیّانُ ابنِ ظبیانَ السّلمِی جو خارجی تھا اور یوم نہر میں زخمی ہو کر زندہ

رہ گیا تھا۔ پھر صحت ہونے پر وہ ترنے پہنچا اور اپنے ساتھیوں سے مل گیا۔ وہ لوگ حضرت علیؓ کی شہادت کی خبر سننے تک وہیں مقیم رہے۔ یہ خبر سنکر اسنے اپنے ہمراہیوں کو جو تعداد میں تقریباً دس تھے دوبارہ جمع کیا۔ ان میں سالم ابن ربیعۃ العبسی بھی تھا۔ حیّان نے انکو حضرت علیؓ کی شہادت کی اطلاع دی۔ تو سالم نے کہا کہ "خدا کرے وہ ہاتھ کبھی بیکار نہ ہو جس نے تلوار اٹھائی"! اور سب نے ملکر حضرت ممدوح کی شہادت پر خدائے تعالیٰ کی حمد و ثنا کی (رضی اللہ عنہ ولا رضی عنہم) مگر اس کے بعد سالم خوارج کی رائے سے برگشتہ ہوگیا۔ اور امیر معاویہ سے صلح کرلی۔ اس لئے حیّان نے خوارج کو اہل قبلہ پر حملہ کرنے اور ان سے جنگ آزمائی کرنے کے لئے دعوت دی۔ بنابریں وہ سب کوفے کی طرف روانہ ہوئے۔ اور امیر معاویہ کے وہاں پہنچنے تک وہ سب وہیں مقیم رہے۔

اس اثنا میں مغیرہ بن شعبہ کوفے کے عامل مقرر ہو چکے تھے۔ وہ عافیت اور حسن سیرت کو عزیز رکھتے تھے۔ لوگ ان کے پاس آ آ کر بیان کرتے تھے کہ فلاں شخص شیعہ اور فلاں خارجی ہوگیا ہے۔ مگر وہ یہی جواب دیتے تھے کہ "خدائے تعالیٰ کی مرضی یہی ہے کہ ان کے آپس میں اختلاف ہی رہے اور اللہ تعالیٰ عنقریب اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کریگا"۔ اس کے بعد سے لوگوں نے انکا پیچھا چھوڑ دیا۔

خوارج برابر آپس میں ملتے جلتے اور یوم نہر کے ہمراہیوں کے بارے میں ذکر اذکار کرتے رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے بالاجتماع تین شخص یعنے مُستَورِد ابنِ عُلفۃَ التیمی (جو قبیلہ تیم رباب میں سے تھا)۔ مُعاذ ابن جُوَین الطائی (یعنے زید ابن حصین قتیل یوم نہر کا چچیرا بھائی) اور حیّان ابن ظبیان السلمی کو منتخب کیا۔ اور چار سو آدمیوں کی تعداد میں جمع ہو کر آپس میں اس امر کے بارے میں مشورہ کیا کہ کس شخص کو اپنا سردار بنائیں۔ ہر شخص امارت کے قبول کرنے سے انکار کرتا تھا۔ آخر سب نے متفق الرائے ہو کر مُستَورِد کو اپنا سردار قرار دیکر اس سے بیعت کی۔ یہ جمادی الآخر کا واقعہ ہے۔ بعد ازاں انہوں نے بڑے زور و شور سے خروج کی تیاریاں کیں۔ چنانچہ ۴۳ھ میں شعبان کی پہلی تاریخ کو انہوں نے خروج کر دیا۔

زیاد کے امیر معاویہ کے پاس آنیکا بیان

اسی سال زیاد امیر معاویہ کے پاس آیا۔ جس کی وجہ یہ ہوئی کہ زیاد نے اپنا مال عبدالرحمن

ابن ابوبکرۃ کے سپرد کر دیا تھا۔ عبدالرحمٰن نے وہ مال بصرے میں رکھ چھوڑا تھا۔ اور امیر معاویہ کو اس بات کی خبر ہو گئی تھی۔ اس لیئے انہوں نے مغیرہ ابن شعبہ کو اس غرض سے پیغام بھیجا کہ وہ زیاد کے مال کے بارے میں غور وخوض کریں۔ مغیرہ نے عبدالرحمٰن کو بلا کر کہا کہ "گو تمہارے باپ نے میرے ساتھ بدسلوکی کی تھی مگر میں تمہارے چچا (زیاد) کے ساتھ احسان کرتا ہوں"۔ یہ کہکر انہوں نے معاویہ کو لکھ دیا کہ "میں نے عبدالرحمٰن کے پاس کوئی ایسا مال نہیں پایا جسکا لے لینا میرے لیئے حلال ہو"۔ امیر معاویہ نے اس کو لکھا کہ "عبدالرحمٰن کو تعذیب کرو"۔ مغیرہ نے ارادہ کیا کہ عذر پیش کر دے۔ مگر یہ خبر امیر معاویہ کو پہنچ گئی۔ اس لیئے اس نے عبدالرحمٰن سے کہا کہ "تم اپنا مال اپنے پاس محفوظ ہی رہنے دو" پھر اس نے عبدالرحمٰن کے چہرے پر ایک ریشمی کپڑا ڈال دیا اور اسے پانی سے بھگو دیا۔ جس سے اس پر غشی طاری ہو گئی۔ تین دفعہ یہی عمل کر کے اس نے عبدالرحمٰن کو چھوڑ دیا۔ اور اُدھر معاویہ کو لکھ بھیجا کہ میں نے اسکو دکھ پہنچائے۔ مگر پھر بھی اس کے پاس سے کچھ نہ لے سکا۔ اور اسطرح زیاد کا روپیہ اسکے پاس محفوظ رہ گیا۔

اس واقعے کے بعد جب مغیرہ امیر معاویہ کے پاس گیا تو معاویہ نے اسے دیکھتے ہی یہ اشعار پڑھے۔ (ترجمہ)

"اگر کوئی شخص کسی پر اپنا بھید ظاہر کرنا چاہے تو اس بھید کے محفوظ رکھنے کی بہترین جگہ اسکا نصیحت پذیر بھائی ہے۔ پس اگر تمہیں کسی بھید کو ظاہر کرنا ہو تو ایسے خیر خواہ شخص پر ظاہر کرو جو اُسے پوشیدہ رکھے ورنہ مت ظاہر کرو"۔

مغیرہ نے کہا کہ "اے امیرالمومنین اگر آپ کوئی چیز میرے پاس امانت رکھیں تو یقین کیجئے کہ میں خیر خواہ اور شفیق ثابت ہونگا۔ مگر وہ بات کیا ہے"۔ امیر معاویہ نے کہا کہ "مجھے زیاد اور اسکا فارس میں جم کر بیٹھ جانا یاد آتا ہے تو رات رات بھر نیند نہیں آتی"۔ مغیرہ نے جواب دیا کہ "زیاد یہاں نہیں ہے"۔ عرب کے زیرک نامور امیر معاویہ نے کہا کہ زیاد کے پاس فارس کا مال ہے۔ اور اب وہ طرح طرح کے حیلے کر رہا ہے۔ میں اس بات سے بالکل بے خوف نہیں ہوں کہ اس خاندان کے کسی شخص سے بیعت کی جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ از سر نو جنگ قائم کرے۔ مغیرہ نے کہا کہ "آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں اُسے وہاں سے لے آؤں"۔ معاویہ نے جواب دیا کہ "ہاں۔ اور لطائف الحیل سے"۔

الغرض مغیرہ زیاد کے پاس پہنچے اور اس سے کہا کہ "معاویہ اس قدر خوف زدہ

ہو رہے ہیں کہ انھوں نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ اس کام کو سوائے امام حسنؓ کے اور کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ مگر انھوں نے بیعت کر لی ہے۔ لہذا تم کسی جگہ کو اپنا وطن بنانے سے پہلے اپنا انتظام کر لو۔ تاکہ معاویہ تم سے مستغنی ہو جائیں"۔ زیاد نے کہا کہ تم مجھے مشورہ دو اور بتلاؤ کہ اصلی غرض وغائت کیا ہے "المستشار موتمن۔ تم بے خوف رہو" مغیرہ نے کہا کہ "میری رائے یہ ہے کہ تم امیر معاویہ سے تعلقات پیدا کرو۔ اور انکے پاس چلے جاؤ۔ اور فضلے الہی پوری ہوگی"۔

مغیرہ کی واپسی کے بعد امیر معاویہ نے زیاد کو امان کا خط لکھدیا۔ اس وجہ سے زیاد امیر معاویہ کی ملاقات کے لیئے ایران سے روانہ ہوئے۔ مِنْجَابُ اِبْنِ رَاشِدِ الضَّبِّیّ۔ اور حارِثَۃ اِبْنِ بَدْرُ الْغُدَانِی انکے ہمراہ تھے۔ اُدھر عبد اللہ ابن عامر نے عبد اللہ ابن خازم کو ایک جماعت کے ہمراہ فارس کی طرف روانہ کیا اور کہا کہ "شائد تم کو زیاد راستے میں ملے اسکو گرفتار کر لینا"۔ ابن خازم روانہ ہوا۔ اور آرَّجانْ میں زیاد سے ملا۔ اس نے زیاد کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی۔ اور کہا کہ "زیاد اترو"۔ مِنْجَابْ نے جواب دیا کہ "اے حبشن کے بیٹے ہٹ جا ورنہ میں تیرے ہاتھ کو باگ سمیت کاٹ دونگا"۔ ان دونوں میں منازعہ ہونے لگا تو زیاد نے کہا کہ "میرے پاس امیر معاویہ کا خط آگیا ہے اور وہ مجھے امان دیتے ہیں"۔ اسپر ابن خازم نے اُسے چھوڑ دیا۔

مختصر یہ کہ زیاد معاویہ کے پاس پہنچ گیا۔ اور موخر الذکر کے اموال فارس کے متعلق سوال کرنے پر اس نے تفصیل وار بتلایا کہ میں نے اتنا حضرت علی (کرم اللہ وجہ) کو دے دیا تھا۔ اتنا میں نے اخراجات ضروریہ میں خرچ کر لیا اور اتنا باقی بچا جو سب مسلمانوں کی ودیعت ہے۔ معاویہ نے اس کے خرچ اور بقایا کی تصدیق کی اور باقی روپیہ اس سے لے لیا۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب زیاد نے امیر معاویہ سے کہا کہ "اُس مال میں سے کچھ بچ گیا ہے اور میں نے اسکو مسلمانوں کے پاس ودیعت کر دیا ہے" تو امیر معاویہ دیر تک اس کو رد و کرتے رہے۔ اسپر اس نے ان سب لوگوں کو خطوط لکھے جنکے پاس اس نے ودیعت رکھی تھی۔ اور لکھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے پاس میری کیا امانت ہے کتاب اللہ کی آیت "اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" وغیرہ وغیرہ پر تدبر کرو۔

اور اسکو حفاظت سے رکھو۔ خطوط میں ان اموال کا ذکر کیا جنکا انھوں نے معاویہ
سے اقرار کیا تھا۔ اور اپنے قاصد کو حکم دیا کہ جو کوئی معاویہ کو جا کر کچھ خبر دے اس کا
پیچھا کرو۔ چنانچہ قاصد نے ایسا ہی کیا۔ مگر یہ بات مشہور ہو گئی۔ جب امیر معاویہ کو
خطوط کی خبر ہوئی تو انھوں نے زیاد سے کہا کہ "مجھے خوف ہے کہ کہیں آپ نے مجھ سے
چال نہ کی ہو۔ لہذا آپ مجھ سے جن شرائط پر چاہیں صلح کر لیں" چنانچہ ان میں کچھ شرائط پر
صلح ہو گئی۔ اور زیاد نے دس لاکھ درہم کی رقم ان کو دیدی۔ اسکے بعد اس نے امیر معاویہ
سے کوفے جانے کی اجازت چاہی۔ اور امیر معاویہ نے اجازت دے دی۔

مغیرہ زیاد کی بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا۔ معاویہ نے بھی اسکو لکھا کہ زیاد۔ حُجر
ابن عدی۔ سلیمان ابن صُرد۔ شَبَث ابنِ ربعی۔ اور ابن الکوا ابن الحمق کو با جماعت
نمازیں اپنے ساتھ رکھا کرو۔ چنانچہ یہ سب صاحب مغیرہ کے ساتھ ملکر با جماعت
نماز ادا کیا کرتے تھے۔ یہ شرط اس لئے لگائی گئی تھی کہ یہ حضرات شیعان علی میں سے تھے۔

واقعات متعددہ

اس سال عتبہ ابن ابی سفیان نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔

اسی سال حَبِیب ابنِ مَسلَمہ الفِھری نے ارمینیا میں انتقال کیا۔ جہاں وہ
امیر معاویہ کی طرف سے حاکم تھے۔ اور انکے تمام معرکوں میں وہ انکے ہمراہ لڑے تھے۔

اسی سال عثمان ابن طلحہ ابن ابی طلحۃ العبدری فوت ہوئے۔ یہ صحابہ میں سے تھے۔

اسی سال رُکانہ ابن عبد یزید بن ہاشم بن مطلب جنھوں نے حضرت رسول اللہ صلعم
سے کشتی لڑی تھی اور صفوان ابن امیہ ابن خلف الجمحی نے وفات پائی۔ یہ بھی صحابہ میں سے ہیں
اسی سن میں ہانی ابن نیار بن عمرو الانصاری نے بھی دار بقاء کی طرف رحلت کی۔
وہ براء ابن عازب کے ماموں تھے۔ بعض کا خیال ہے کہ انکی وفات ۴۵ھ میں واقع ہوئی۔

سنہ ۴۳ھ کے واقعات

اس سال بُسر ابن ابی ارطاۃ نے اہل روم پر حملہ کیا۔ اور بقول واقدی موسم
سرما ان ہی کی سرزمین پر گذارا اور قسطنطنیہ تک پہنچ گیا۔ مگر دیگر مورخین اس واقعے سے

انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بُسر نے موسم سرما کبھی رومیوں کے ملک میں بسر نہیں کیا"

اسی سال عمرو ابن العاصی نے عین عید الفطر کے دن مصر میں وفات پائی۔ وہ وہاں چار سال کے عرصے تک حضرت عمرؓ کی جانب سے اور دو ماہ کم چار سال حضرت عثمانؓ کی جانب سے اور ایک ماہ کم دو سال امیر معاویہ کی جانب سے عامل مصر رہ چکے تھے۔ اسی سال معاویہ نے ان کی جگہ عبداللہ بن عمرو بن العاص کو والئی مصر مقرر کیا۔ جنھوں نے تقریباً دو سال اس پر حکومت کی۔

اسی سال محمد ابن مسلمہ نے ماہ صفر میں مدینے میں انتقال کیا۔ اور مروان ابن الحکم نے ان کے جنازے کی نماز پڑھی۔ انتقال کے وقت انکی عمر (۷۷) سال کی تھی"

مُستورِد خارجی کے قتل کا بیان

اسی سال مُستوَرِد ابن علقمہ التیمی (یعنے منسوب بہ قبیلہ تیم الرباب) قتل ہوا۔

۴۲ھ کے واقعات میں خوارج کی نقل وحرکت اور انکا اس سے بیعت کرنا اور امیر المومنین کا خطاب دینا مذکور ہو چکا ہے۔ اب ۴۳ھ میں مغیرہ ابن شعبہ کو اطلاع ملی کہ خوارج نے حَیّان ابن ظبیان کے مکان میں جمع ہو کر غرہ شعبان میں خروج کے لیئے تیاری کر لی ہے۔ لہذا مغیرہ ابن شعبہ نے اپنے صاحب الشرطہ یعنے قبیصۃ ابن الدمُون کو اس کی سرکوبی کے لیئے روانہ کیا۔ اسنے اور اسکے ہمراہیوں نے جاکر حَیّان کے مکان کو گھیر لیا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ وہاں مُعاذ ابن جُوَین۔ اور قریب بیس آدمی کے اور موجود ہیں اس کی زوجہ میں جوام ولد تھی اور اس میں نا چاقی تھی۔ اسنے اپنا بدلہ لینے کے لیئے ان سبکی تلواروں کو اٹھا کر ان کو فرش کے نیچے چھپا دیا۔ انھوں نے ہر چند اپنی تلواروں کو تلاش کیا۔ مگر نہ پایا۔ آخر مجبور ہو کر خود کو قبیصۃ کے حوالے کر دیا۔ وہ ان سب کو گرفتار کر کے مغیرہ کے پاس لے گیا۔ اور اُس نے ان کو قید کر دیا۔ قید خانے بھیجنے سے پہلے مغیرہ نے ان سے اقرار جرم کرانا چاہا۔ مگر انھوں نے کسی بات کا اعتراف نہ کیا۔ بلکہ یہ کہا کہ "ہم تو وہاں قرأت قرآن کے لیئے جمع ہوئے تھے" نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں تقریباً ایک سال تک برابر قید خانے میں رہنا پڑا۔ اور اُدھر جب انکے دوسرے ساتھیوں نے اس قید کی خبر سنی تو وہ بھی خوف زدہ ہو گئے۔ مگر انکے سردار مستورد نے خروج کیا اور حیرہ میں اترا۔ اور

خوارج مختلف مقامات سے آکر اس سے ملتے گئے۔ حجّار ابن ابجر نے انکو دیکھ پایا۔ مگر انھوں نے اس سے کہا کہ "تم صرف آج رات ہم کو چھپا رہنے دو" اس نے جواب دیا کہ "آج رات کیا میں تم لوگوں کو ہمیشہ کے لیئے چھپا دونگا" یہ سنکر ان کو یہ خوف دامنگیر ہوا کہ وہ ان کا حال مغیرہ تک پہنچا دیگا۔ اس لیئے وہ وہاں سے روانہ ہوکر مستورد کے خسر سُلیم ابن مَحدُوج العبدی کے ہاں چلے گئے۔ گو حجّار نے ان کے متعلق کوئی خبر نہیں پہنچائی تاہم مغیرہ کو معلوم ہوگیا۔ کہ وہ آجکل خروج کا ارادہ کر رہے ہیں۔ اس لیئے اس نے لوگوں کے سامنے ایک تقریر کی جس میں خدائے تعالے کی حمد و ثنا کے بعد کہا کہ "تم خوب جانتے ہو کہ میری ہمیشہ سے یہ خواہش رہی ہے کہ تمہاری جماعت کو عافیت پہنچاؤں اور تمہاری تکالیف کو دور کرتا رہوں۔ مجھے خوف تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تمہارے سفہاء کے لیئے سوءادب کا نتیجہ پیدا کردے۔ مگر اب مجھے یہ خوف دامنگیر ہے کہ مبادا حلیم المزاج اور متقی آدمی جاہل اور سفیہ کی وجہ سے مواخذے میں مبتلا ہوں۔ بہتر ہے کہ تم اپنے سفہاء کو ایسے کاموں سے باز رکھو قبل اس کے کہ تمہارے عوام پر بلا نازل ہو۔ ہمیں اطلاع مل چکی ہے کہ چند آدمی ارادہ کر رہے ہیں کہ ملک میں شقاق و نفاق و خلاف پیدا کیا جائے۔ خدا کی قسم ہے کہ اگر عرب کا کوئی قبیلہ فساد مچانے کی غرض سے اُٹھا تو میں اسکو برباد کر دونگا اور اُسے آئندگان مابعد کے لیئے باعث عبرت بنا دونگا" معقل ابن قیس الریاحی نے اُٹھ کر کہا کہ "اے امیر۔ آپ ہمیں ان لوگوں کا نام صاف صاف بتلا دیجئے۔ اگر وہ ہم میں ہی سے ہیں۔ تو ہم ہی آپ کی طرف سے ان کی سرزنش کے لیئے کافی ہیں۔ اور اگر ہمارے سوا کوئی اور ہیں تو اپنے اپنے اہل طاعت کو حکم دیجئے کہ وہ اپنے سفہاء کو آپکے سامنے پیش کردیں" مغیرہ نے کہا کہ "مجھے کسی شخص کا نام خاص طور پر معلوم نہیں ہوا" معقل نے کہا کہ "میں اپنی قوم کے لیئے کافی ہوں۔ چاہیئے کہ اسیطرح ہر قوم کا سردار اپنی اپنی قوم کی رُوک تھام میں آپکی مدد کرے" اسپر مغیرہ نے تمام سرداران قبائل کو بلا کر کہا کہ "چاہیئے کہ تم میں سے ہر ایک شخص اپنی قوم کو سنبھالنے میں میرا ہاتھ بٹائے" ورنہ یاد رکھو کہ خدا کی قسم جیسا تم مجھکو جانتے ہو ویسا نہیں رہونگا۔ اور وہی کرونگا جسکو تم پسند نہ کروگے" وہ سب سرداران قبائل اپنی اپنی قوم کے پاس گئے اور انکو خدا اور اسلام کی قسمیں دے کر سمجھایا کہ کوئی شخص فتنہ پردازوں کے نام سے انکو آگاہ نہ کرے۔

صعصعہ ابن صوحان قبیلۂ عبد القیس کے پاس پہنچا۔ گو کہ اسکو معلوم تھا کہ عثمان سلیم کے گھر مہمان ہے۔ مگر اُسے یہ ناگوار ہوا کہ اسکے قبیلے کا اس وجہ سے مواخذہ ہو کہ وہ اہل شام سے جدا ہو گیا ہے اور انکی رائے سے اختلاف رکھتا ہے۔ اور نہ اسے یہ گوارا ہوا کہ اپنی قوم کے اہل بیت سے بدی کرے۔ لہذا اسنے ان میں کھڑے ہو کر تقریر کی اور کہا کہ "اے لوگو۔ خدائے تعالےٰ (وَلَهُ الْحَمْدُ) نے جب فضیلت تقسیم فرمائی تو تمکو بہترین فضیلت عطا فرمائی۔ پس تم نے اس دین کو قبول کیا جسکو خدائے تعالےٰ نے اپنی ذات پاک اور اپنے ملائکہ اور رسولوں کے لیئے اختیار فرمایا پھر تم رسول اللہ صلعم کی وفات تک اسی مذہب پر قائم رہے۔ بعد ازاں لوگوں میں اختلاف واقع ہوا۔ چنانچہ ایک طائفہ ثابت قدم رہا اور ایک مرتد ہو گیا۔ ایک جماعت نے مداہنت اختیار کی اور دوسری نے تربص۔ مگر کیونکہ تم خدا اور اسکے رسول پر ایمان رکھتے تھے۔ اس لیئے تم اسی پر جمے رہے اور جب تک خدائے تعالےٰ نے دین کو پھر قائم اور ظالموں کو برباد نہ کر دیا تم برابر مرتدین سے برسر پیکار رہے۔ اور اسکی برکت سے خدائے تعالےٰ برابر تمہاری خیر و برکت کو زیادہ فرماتا رہا۔ تا آنکہ امت کے آپس میں اختلاف پیدا ہو گئے۔ ایک جماعت کہتی تھی کہ ہم طلحہؓ اور زبیرؓ اور عائشہؓ کو چاہتے ہیں۔ ایک کہتی تھی کہ ہم اہل مغرب کو چاہتے ہیں۔ اور ایک کا یہ دعوےٰ تھا کہ ہم عبداللہ ابن وہب الراسبی کو پسند کرتے ہیں۔ مگر تم یہ کہتے تھے کہ ہم تو صرف اپنے نبی کے اہل بیت کو چاہتے ہیں جن کے ذریعے سے اللہ عزوجل نے پہلے پہل ہمکو بزرگی عطا فرمائی۔ اور تمہارا یہ کہنا خدائے تعالےٰ ہی کی تائید و توفیق پر مبنی تھا۔ تم پھر برابر حق پر ثابت قدم اور قائم رہے۔ تا آنکہ اللہ تعالےٰ نے تمہارے اور تمہاری طرح ہدایت یافتہ دوسرے لوگوں کے ذریعے سے یوم جمل کے ناکثین اور یوم نہر کے مارقین کو تباہ و برباد کر دیا۔" مگر وہ اہل شام کی طرف سے بالکل خاموش رہا۔ کیونکہ غلبہ انہیں کو حاصل تھا۔ "خوب سمجھ لو کہ کوئی قوم تمہاری اور تمہارے خدا کی اور تمہارے نبی صلعم کے اہل بیت کی ایسی دشمن نہیں جیسے کہ یہ کمینے بدبخت گنہگار لوگ جنھوں نے ہمارے امام کو جدا کر دیا۔ ہمارے خونوں کو حلال کر دیا۔ اور ہم پر کفر کا الزام لگایا۔ خبردار تم انکو اپنے مکانوں میں مت چھپانا۔ اور ان کی کسی بات کو پوشیدہ نہ رکھنا۔ کیونکہ عرب کے کسی قبیلے کے لیئے یہ جائز نہیں ہے کہ اسکا کوئی فرد بھی ان مارقہ کا دوست ہو۔ مجھ سے

بیان کیا گیا ہے کہ ان میں سے چند آدمی قبیلے کے ایک جانب موجود ہیں۔ اور میں ان کی تلاش میں ہوں۔ پس اگر یہ بات سچ ہے تو میں ان کے خونوں کے ذریعے تقرب الٰہی حاصل کرونگا۔ کیونکہ انکے خون حلال ہیں۔ اے قبیلۂ عبد القیس کے افراد۔ یاد رکھو کہ ہمارے یہ والیانِ ملک تمہاری باتوں اور رایوں کو تم سے بہتر جاننے والے ہیں۔ اپنے خلاف اپنے بر خلاف انکو کسی طرح راہ نہ دو۔ کیونکہ وہ تمہارے اور تم جیسے اور لوگوں میں بہت جلد اثر پیدا کر لیتے ہیں۔" یہ تقریر کر کے وہ بیٹھ گیا۔ اور تمام قوم نے کہا "ان پر خدا کی لعنت ہو۔ اُن سے خدا بیزار ہو۔ ہم انکو پناہ نہ دینگے۔ اور اگر ہم کو انکی جائے پناہ معلوم ہو گی تو ہم آپکو اسکی اطلاع کر دینگے۔" ماسوا صُلیم ابن محدوج کے۔ کیونکہ اسنے کچھ نہیں کہا بلکہ وہ غمگین ہو کر واپس چلا گیا۔ اور اسکو یہ گوارا نہ تھا کہ وہ اپنے ہمراہیوں کو اپنے مکان سے خارج کر دے اور پھر وہ لوگ اسکو لعنت ملامت کریں اسے یہ بھی پسند نہیں کہ یہ لوگ اسی کے گھر میں گرفتار ہو کر ہلاک کر دیئے جائیں اور وہ خود بھی انکے ساتھ ہی ہلاک ہو۔

مستورد کے ہمراہی مستورد کے پاس پہنچے اور جو کچھ مغیرہ نے لوگوں سے اور سرداران قبائل نے اپنے اپنے قبیلوں سے کہا تھا سب کچھ اس کو کہہ سنایا اسنے ابن محدوج سے دریافت کیا کہ صعصعہ نے قبیلۂ عبد القیس میں کیا کیا کہا؟ اسنے مستورد کو بتلایا اور کہا کہ "مجھے یہ بُرا معلوم ہوا کہ تمہارا پتہ دے دوں۔ اور تم کو یہ خیال ہو کہ تمہارا پناہ دینا میرے لئے دوبھر ہو گیا ہے"۔ مستورد نے کہا کہ "آپ نے ہماری قرار واقعی مہمان نوازی اور قدر و منزلت کی ہے۔ آپ نے ہم پر احسان کیا ہے ہم تمہارے پاس سے چلے جاتے ہیں"۔

جب اس واقعے کی خبر اُن خوارج کو ملی جو مغیرہ کی قید میں تھے تو معاذ بن جوین بن حصین نے اس کے متعلق یہ اشعار پڑھے۔ (ترجمہ)

"اے جانبازو! اب ہر اس شخص کے لئے جس نے اپنے نفس کو خدا کے لئے فروخت کر دیا ہے وہ وقت آ گیا ہے کہ وہ کوچ کر جائے۔ تم محض جہالت کی وجہ سے گنہگاروں کے مکان میں مقیم رہے۔ اور تم میں سے ہر ایک شخص کا اس وجہ سے تعاقب کیا جاتا ہے کہ وہ قتل کیا جائے۔ اب تم دشمنوں پر حملہ کرو۔ کیونکہ انھوں نے تمکو صرف قتل کرانے کے لئے مقیم کیا ہے۔ (اور یہ کیسی گمراہ رائے ہے) ہاں۔ اس غرض و غایت کے لئے

تیار ہو جاؤ۔ جس کے ذکر ہی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ نہایت نیک اور انصاف پر مبنی ہے۔ اے کاش کہ میں اس وقت تم میں ایک تیز رو اور مشہور گھوڑے پر سوار اور زرہ پوش ہوتا نہ کہ نہتا۔ اے کاش کہ میں تم میں ہوتا اور تمہارے دشمن سے دشمنی کرتا تاکہ وہ مجھے سب سے پہلے کاسۂ موت پلاتا۔ مجھپر یہ بات دوبھر ہے کہ تم ڈرا اڑا کر بھگا دیئے جاؤ۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ تمہارے پاس لاغر گھوڑے موجود ہیں۔ اور اس سبب سے کہ ہر جواں مرد شخص ان کی جماعت کو تتر بتر کر دیتا ہے۔ جس وقت تم یہ کہو کہ وہ بھاگ گیا اور چلا گیا ہے تو وہ آموجود ہوتا ہے وہ تلوار لگائے ہوئے گھمسان لڑائی میں گھس جاتا ہے۔ اور بعض مقامات جنگ میں جم کر لڑنے کو نہایت شریف کام سمجھتا ہے۔ مجھپر یہ بھی دوبھر ہے کہ تم پر مصیبت پڑے اور تمہاری تعداد کم ہو جائے۔ اور یہ کہ میرا حال پراگندہ ہو جائے اور میں اسیر و مقید ہو جاؤں۔ اگر میں اس وقت تم میں ہوتا اور تمہارے دشمن تم پر حملہ کرنے کا قصد کرتے تو میں دونوں لشکروں کے درمیان گرد و غبار کو بلند کر دیتا۔ ہاں! میں نے کتنی ہی جماعتوں کو برباد کر دیا ہے۔ کئی جنگوں میں شامل رہا ہوں۔ اور بہت سے سرداروں کو شکست دے چکا ہوں''۔

مستورد نے اپنے ساتھیوں کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ اس قبیلے سے نکل کر سوراء کی طرف چلے جائیں۔ چنانچہ وہ وہاں سے علیٰحدہ علیٰحدہ روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر تین سو آدمیوں کی جماعت بن کر صراۃ کی طرف چلے۔ مغیرہ بن شعبہ نے ان کی نقل و حرکت کی خبر سنی تو اُس نے لوگوں کے سرداروں کو بلا کر مشورہ کیا کہ ان خوارج کی سرزنش کے لیئے کسکو بھیجا جائے۔ عدی ابن حاتم نے کہا کہ ''ہم سب کے سب انکے دشمن۔ ان کی رایوں سے بغض رکھنے والے۔ اور آپ کی اطاعت و فرماں برداری میں ثابت قدم ہیں۔ آپ ہم میں سے جس کو حکم دیں وہی چلا جائیگا''۔ معقل ابن قیس نے رائے دی کہ ''آپ کے ارد گرد جو جو موجود ہیں آپ ان میں جس کو چاہیں روانہ فرماویں۔ آپ دیکھینگے کہ وہ آپ کا مطیع اور فرماں بردار ہے۔ اور اُن کی پریشانی چاہنے والا ہے۔ اور اُن کی ہلاکت کو دوست رکھنے والا ہے میں نہیں سمجھتا کہ آپ ان کی سرکوبی کے لیئے کسی شخص کو بھیج سکتے ہیں جو مجھ سے زیادہ ان کا دشمن ہو۔ لہذا آپ مجھی کو انکے مقابلے کے لیئے جانے کا حکم دیجئے۔ ان شاء اللہ میں انکے مقابلے کے لیئے کافی ہوں''۔ مغیرہ نے

جواب دیا کہ "آپ اللہ کا نام لے کر روانہ ہو جائیے"۔ تین ہزار آدمی اس کے ساتھ روانہ ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔ مغیرہ نے اپنے صاحب الشرطہ سے کہا کہ "تم معقل کے ساتھ شیعان علیؓ کو بھی ملا دو"۔ کیونکہ وہ اصحاب علیؓ کے رؤساء میں سے تھا۔ اس لئے جب وہ جمع ہوں گے تو ایک دوسرے سے مستانس ہو گا اور وہ لوگ ان مارقین کے خون کو حلال سمجھنے میں سب سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ اور ان کے خلاف سب سے زیادہ جری ہیں۔ وہ اس سے قبل بھی انکے ساتھ جنگ کر چکے ہیں"۔ صعصعہ ابن صوحان نے بھی معقل ہی کی طرح کی باتیں کیں۔ مغیرہ نے اس سے کہا کہ "تم بیٹھ جاؤ۔ تم خطیب ہو۔ ان باتوں کو محفوظ رکھو"۔ مغیرہ نے یہ اس لئے کہا کہ اس کو پہلے خبر مل چکی تھی کہ صعصعہ حضرت عثمانؓ ابن عفان پر عیب لگاتا اور حضرت علیؓ کو یاد کیا کرتا ہے۔ اور ان کو حضرت عثمانؓ پر فضیلت دیتا ہے۔ مغیرہ نے اسے بلا کر کہا تھا کہ "خبردار میں کبھی تمھارے متعلق یہ خبر نہ سنوں کہ تم حضرت عثمانؓ پر عیب لگاتے ہو اور یاد رکھو کہ یہ بات بھی مجھے کبھی سنائی نہ دے کہ تم فضیلت علیؓ کو ظاہر کرتے ہو۔ کیونکہ تم سے زیادہ میں خود اس امر سے واقف ہوں۔ لیکن اب یہ بادشاہ غالب ہو گیا ہے۔ اور اس نے حضرت علیؓ کے متعلق لوگوں میں عیب جوئی کرنے پر ہم کو مجبور کر دیا ہے۔ اس لئے ہم ان بہت سی باتوں کو ترک کر دیتے ہیں جنکا وہ ہم کو حکم دیتا ہے۔ اور ایسے امور کا ذکر کرتے ہیں جن کے ذکر کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے اسکے ذریعہ سے ہم ان لوگوں کو اپنے سے دور رکھتے ہیں۔ اس لئے اگر تم حضرت علیؓ کی فضیلت بیان بھی کرو تو اسے صرف اپنے آپس میں اور اپنے مکانوں پر خفیہ طور پر بیان کرو۔ باقی رہا یہ امر کہ اس کو مسجد میں علانیہ طور پر بیان کیا جائے تو خلیفہ ہماری اس بات کو ہرگز برداشت نہیں کریگا"۔ جب کبھی مغیرہ اس سے یہ باتیں کرتا تو وہ "ہاں" کر دیا کرتا تھا۔ مگر بعد میں اسے معلوم ہوتا تھا کہ صعصعہ برابر ویسی ہی حرکتیں کرتا ہے۔ اس لئے مغیرہ کو اس سے کینہ ہو گیا تھا۔ غرض جب مغیرہ نے صعصعہ کو اس طرح جواب دیا تو اس نے کہا کہ "میں صرف خطیب ہی نہیں ہوں"۔ مغیرہ نے کہا کہ "ہاں درست ہے"۔ صعصعہ بولا کہ "واللہ میں نہایت سخت اور زبردست خطیب ہوں۔ خدا کی قسم اگر آپ جنگ جمل کے دن موجود ہوتے جبکہ نیزے آپس میں ٹکرا رہے تھے اور آنکھیں چھیدی جا رہی تھیں

اور سرتن سے جدا ہو رہے تھے تو آپ سمجھتے کہ میں ایک شیر دل آدمی ہوں۔" مغیرہ نے کہا کہ "بس کرو۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ تمھاری زبان میں بہت فصاحت ہے۔"

الغرض معقل تین ہزار چیدہ چیدہ شیعہ سواروں کو ہمراہ لیکر سورا کی جانب روانہ ہوا۔ اور خود اس کے آدمی بھی اس کے ساتھ ہو گئے۔ اُدھر خوارج بھی بہرسیر کی طرف چلے اور چاہتے تھے کہ دریا کو عبور کرکے اس قدیم شہر میں داخل ہو جائیں جہاں کسریٰ کے محلات تھے۔ کہ وہاں کے عامل سماک ابن عبید الازدی العبسی نے ان کو روکا۔ مستورد نے اسکو اس مضمون کا خط لکھا کہ (حضرت) عثمانؓ اور علیؓ کو چھوڑ کر اس سے اور اسکی جماعت سے ملجائے۔ سماک نے یہ خط سنکر کہا کہ "اگر میں ایسا کروں تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔" اور مستورد کو خط لکھ کر اسے جماعت اسلام میں شامل ہونے کی شرط پر اس کے لئے امان حاصل کرنے کی اطلاع دی۔ مگر مستورد نے اسے منظور نہ کیا۔ اور تین دن تک مدائن میں مقیم رہا۔ اتنے میں اسے معقل کے آنے کی خبر ملی۔ اسنے اپنے آدمیوں کو جمع کرکے کہا کہ "مغیرہ نے معقل ابن قیس کو ہمارے مقابلے کے لئے روانہ کیا ہے۔ جو افترا پرداز اور کاذب سبئیہ کی جماعت میں سے ہے۔ اب تم مجھے مشورہ دو کہ کیا کیا جائے۔" کسی نے کہا کہ "ہم خدائے تعالیٰ اور جہاد کی طلب میں نکلے ہیں۔ اور وہ لوگ ہم تک پہنچ گئے ہیں تو ہم کہیں نہیں جا سکتے۔ اور جب تک کہ خدائے تعالےٰ ہمارے مابین فیصلہ نہ فرما دے ہم یہیں ٹھہرے رہیں گے۔" ایک اور شخص نے کہا بلکہ بہتر یہ ہوگا کہ ہم یہاں سے چلے جائیں۔ اور اور لوگوں کو اپنے ساتھ شامل ہونیکی دعوت دیں۔ اور اس غرض کے لئے دلائل پیش کریں۔" مستورد نے کہا کہ "میری رائے یہ ہے کہ جب تک وہ لوگ ہم تک پہنچیں اس وقت تک ہم یہاں نہ ٹھہریں۔ کیونکہ وہ آسودہ ہونگے۔ بلکہ بہتر یہ ہوگا کہ ہم لوگ انکے آگے آگے چل پڑیں تاکہ وہ ہمارا تعاقب کریں۔ اور ایک دوسرے سے علیحدہ اور پریشان ہو جائیں۔ تب ہم اس حالت میں انکا مقابلہ کریں۔" اس بنا پر انھوں نے مقام جرجرایا پر دریا کو عبور کیا۔ اور سرزمین جوخی کیطرف روانہ ہوئے۔ وہاں سے مذار پہنچے اور وہیں ٹھہر گئے۔ ادھر جب بصرے میں ابن عامر کو خوارج کے حالات سے اطلاع ہوئی تو اس نے کسی سے دریافت کیا کہ مغیرہ نے کیا کیا ہے۔ اور اس سے کہا گیا کہ مغیرہ نے یہ طرز عمل اختیار کیا ہے تو اس نے شریک ابن اعور الحارثی کو جو شیعان علیؓ میں سے تھا بلایا اور کہا کہ تم ان مارقہ کی سرکوبی

کے لیئے روانہ ہو جاؤ"۔ چنانچہ وہ تیار ہو گیا اور تین ہزار شیعوں کو زیادہ تر قبیلہ ربیعہ میں سے ہمراہ لیکر مذار کی طرف روانہ ہو گیا۔ اُدھر سے معقل ابن قیس مدائن پہنچ گیا تھا۔ وہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ خوارج وہاں سے چل دیئے ہیں۔ اسکی فوج کو جب یہ بات سخت شاق گذری تو اِسنے اُن سے کہا کہ "وہ لوگ یہاں سے اس لیئے چلے گئے ہیں کہ ہم انکا تعاقب کریں۔ اور اس میں پراگندہ اور ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں۔ تاکہ جبتک تم انکو پکڑ سکو تم تھک جاؤ۔ مگر تم پر اس قسم کی کوئی مصیبت نہیں آسکتی۔ مگر یہ کہ ایسی ہی اُن پر بھی پڑیگی"۔ یہ کہکر وہ خوارج کے پیچھے روانہ ہوا۔ اور ابوالرواغ الشاکری کو تین سو سوار دیکر اپنے آگے روانہ کیا۔ چنانچہ ابوالرواغ نے خوارج کا تعاقب کیا اور بالآخر مذار کے مقام پر ان سے مٹھ بھیڑ ہو گئی۔ اسنے اپنے ہمراہیوں سے معقل کے آنے کے قبل خوارج سے جنگ کرنے کے متعلق مشورہ کیا۔ بعض نے یہ کہا کہ ایسا نہ کرنا چاہیئے۔ اور چند آدمی کہتے تھے کہ ہم کو ضرور جنگ کرنا چاہیئے۔ بہرکیف ابوالرواغ نے ان سے کہا کہ "معقل نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں لڑائی شروع نہ کروں"۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں کم از کم یہ تو ضرور کرنا چاہیئے کہ معقل کے آنے تک ہم خوارج کے اور قریب پہنچ جائیں"۔ اسوقت شام کا وقت تھا۔ اس لیئے انھوں نے تمام شب نگہبانی کرنے میں بسر کی۔ جب صبح ہوئی تو تین سو خوارج نے بھی ان پر دھاوا کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ابوالرواغ کی فوج کو تھوڑی سی دیر کے لیئے ہزیمت اُٹھانی پڑی۔ یہ دیکھکر ابوالرواغ نے "حملہ کرو۔ حملہ کرو" پکارنا شروع کیا اور اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لیکر خود بھی حملہ کیا۔ مگر خوارج کے قریب پہنچتے ہی یہ لوگ پھر پسپا ہوئے۔ البتہ اتنا ضرور ہوا کہ ان میں سے کوئی مارا نہیں گیا۔ ابوالرواغ کے پکار کر رہا کہ "خدا تمہاری ماؤں کو تمہارے ماتم میں رُلائے۔ واپس آؤ تاکہ ہم خوارج سے اور قریب ہو جائیں اور جب تک کہ ہمارا امیر نہ آجائے ان سے دور نہ ہوں۔ کیسی شرم کی بات ہے کہ ہم دشمن سے ہزیمت کھا کر اپنی فوج کو واپس جائیں"۔ ایک شخص نے کہا کہ "خدائے تعالےٰ حق سے شرماتا نہیں ہے۔ خدا کی قسم صاف ظاہر ہے کہ ہم کو شکست ہو گئی ہے"۔ ابوالرواغ نے کہا کہ "خدا نہ کرے کہ تم جیسے آدمی اور بھی ہوں۔ ہم جب تک کہ معرکے سے جدا نہیں ہوئے ہمکو شکست نہیں ہوئی اور جب ہم ان کی طرف پلٹ کر ان سے قریب ہو گئے ہیں ہماری حالت اچھی رہی ہے۔ تم انکے قریب ہی کھڑے ہو جاؤ۔ اور جب وہ تمہارے قریب آجائیں اور تم انکے حملے سے عاجز آجاؤ

تو کسی قدر پیچھے ہٹ آؤ۔ پھر جب وہ دوبارہ حملہ کریں اور تم بہ تنگ آجاؤ تو انکی جماعت کی سمت خلاف کی طرف ہٹ جاؤ۔ جب وہ تمہارے پاس سے واپس چلے جائیں تو دوبارہ انکی طرف پلٹو اور ان سے قریب ہو جاؤ۔ ہماری فوج بس اب آتی ہی ہوگی"۔ خوارج نے یہ کرنا شروع کیا کہ جب انپر حملہ ہوا تو وہاں سے ہٹ جاتے اور ابوالرواغ انکا تعاقب کرتا ظہر کے وقت تک برابر ایسا ہی ہوتا رہا۔ پھر طرفین نماز کے لیئے رک گئے۔ اور عصر کے وقت تک ٹھیرے رہے۔ وہاں کے دیہاتیوں اور قافلے والوں نے معقل کو اسکے آدمیوں اور خوارج کے مقابلے کی خبر پہنچادی تھی۔ اور یہ بھی بتلادیا تھا کہ خوارج نے اسکی فوج والوں کو بھگا دیا تھا۔ لیکن جب وہ واپس ہوئے تو موخرالذکر نے انکا تعاقب کیا۔ معقل کہنے لگا کہ "اگر ابوالرواغ کے بارے میں میرا خیال صحیح ہے تو وہ تمہارے پاس شکست کھا کر واپس نہیں آئیگا"۔ یہ کہہ کر اُسنے فوراً سات سو قوی اور مضبوط جوان اپنے ساتھ لیئے۔ اور تیزی سے روانہ ہوگیا۔ محرز ابن شہاب الحتیمی کو باقی ماندہ ضعیف آدمیوں پر اپنا قائم مقام بنا دیا۔ جب معقل اور اسکے آدمی ابوالرواغ کو دکھلائی دینے لگے تو اُسنے اپنے آدمیوں سے کہا کہ "دیکھو یہی ہماری فوج کی گرد ہے۔ اب تم یہ کرو کہ آگے بڑھ کر دشمن کے قریب ہو جاؤ تاکہ ہماری فوج والوں کو یہ نہ معلوم ہو کہ ہم انسے دب کر الگ ہٹ گئے ہیں۔ اور انکو چیرہ دستی کا موقع دیا ہے"۔ اس پر وہ اور آگے تک بڑھکر خوارج کے عین مقابل پہنچ گئے۔ اتنے میں معقل بھی آپہنچا۔ مگر کیونکہ وہاں پہنچتے شام ہوگئی تھی اس لیئے معقل نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کی۔ اور اسی طرح ابوالرواغ نے اور اُدھر خوارج نے بھی مغرب کی نماز ادا کی۔ ابوالرواغ نے معقل سے کہا کہ "یہ لوگ عجیب وغریب طریقوں سے حملہ کرتے ہیں۔ اس لیئے بہتر یہ ہے کہ تم ان کے سامنے اکیلے نہ جاؤ بلکہ اپنے لوگوں کے پیچھے رہو۔ تاکہ تم ان کے حملے کا جواب دے سکو"۔ معقل نے کہا کہ "ہاں تمہاری رائے نہایت عمدہ ہے"۔ اسی اثنا میں کہ وہ ابوالرواغ سے یہ باتیں کر رہا تھا کہ خوارج نے یکبارگی ان پر حملہ کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ معقل کے اصحاب عامہ پس پا ہوئے۔ مگر وہ خود ثابت قدم رہا۔ بلکہ زمین پر اُتر آیا۔ اور ابوالرواغ بھی اپنے دو سو آدمیوں کو ساتھ لیئے ہوئے اس کے ہمراہ تھا۔ مگر جب مستورد نے ان پر نیزوں اور تلواروں سے حملہ کیا تو تھوڑی سی دیر کے لیئے معقل کے سوار پس پا ہو گئے۔

یہ حالت دیکھکر مسکین ابن عامر جو ایک دلاور جوان تھا پکار کر بولا کہ "اب کہاں بھاگے جاتے ہو۔ تمہارا امیر خود زمین پر اتر آیا ہے۔ تمہیں بھاگتے ہوئے شرم نہیں آتی؟" اس پر وہ خود بھی پلٹا۔ اور اس کے ہمراہ سواروں کی ایک بڑی جماعت بھی واپس ہوئی۔ اس عرصے میں معقل اپنے ہمراہیوں کو واپس لئے ہوئے برابر خوارج کے مقابل پر ڈٹا رہا۔ تا آنکہ ان کو سکانوں تک بھگا کر چھوڑا۔

اس کے بعد تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ محرز ابن شہاب بھی اپنے پس ماندہ سپاہیوں کو لئے آپہنچا۔ معقل نے ان کا میمنہ اور میسرہ قائم کیا۔ اور ان کو ہدایت کی کہ "جب تک صبح نہوے تم یہیں جمے کھڑے رہنا۔ ہم ان پر حملہ کریں گے۔" اور تمام لوگ ایک دوسرے کے مقابلے میں کھڑے رہے۔ وہ اسی طرح کھڑے ہوئے تھے کہ خارجیوں کے ایک جاسوس نے انھیں آکر اطلاع دی کہ شریک ابن اعور تین ہزار سوار لئے بصرے سے آرہا ہے۔ مستورد نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ "میری رائے یہ ہے کہ ہم ان سب لوگوں کے مقابلے کیلئے یہاں نہ ٹھہریں۔ بلکہ بہتر یہ ہوگا۔ کہ ہم جس راستے سے آئے تھے اس طرف چلے چلیں۔ کیونکہ اہل بصرہ سرزمین کوفہ تک ہمارا تعاقب نہ کریں گے اور ہم کوفے والوں سے آسانی سے جنگ کر سکیں گے۔" یہ کہہ کر اس نے اپنے آدمیوں کو اترنے اور گھوڑوں کو آرام دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ بعد ازاں وہ گاؤں کو گئے اور ایک شخص ایسا لیا جو ان کو وہ راستہ بتلا دے جس سے وہ آئے تھے۔ اور آخر کار اسی راستے سے وہ وہاں سے واپس روانہ ہوئے۔

اب معقل کا حال سنئے۔ جب اسنے خوارج کو وہاں نہ دیکھا تو ایک شخص کو ان کے دریافت حال کے لئے روانہ کیا۔ اور وہ وہاں سے یہ خبر لایا کہ خوارج وہاں سے جا چکے ہیں۔ مگر معقل کو خوف ہوا کہ کہیں یہ دھوکا نہ ہو۔ اور مبادا وہ رات کو چھاپا ماریں۔ اس لئے اس نے اور اس کے ساتھیوں نے بہ نظر احتیاط صبح تک نگہبانی کی۔ صبح کو ایک شخص نے آکر ان کو اطلاع دی کہ خوارج جا چکے ہیں۔ اسی اثناء میں شریک ابن اعور بھی اپنے آدمیوں کو لئے ہوئے وہاں پہنچ گیا۔ وہ اور معقل ملے اور کچھ دیر تک آپس میں سوال وجواب کرنے کے بعد معقل نے اسے ان کا حال سنایا۔ اس پر شریک نے اپنے ہمراہیوں سے معقل کے ساتھ چلنے کے لئے کہا۔ مگر انھوں نے انکار کیا۔

شریک نے معقل سے اپنے ہمراہیوں کے اختلاف کی معافی مانگی۔ کیونکہ وہ معقل کا دوست تھا۔ اور دونوں از روئے مذہب شیعہ خیالات کے آدمی تھے معقل نے ابوالرواغ کو بلا کر خوارج سے تعاقب کرنے کا حکم دیا۔ اس نے کہا کہ جتنے آدمی پہلے میرے ہمراہ تھے اتنے ہی اور دو تاکہ اگر وہ مجھ سے لڑنا چاہیں تو میرے پاس کافی طاقت موجود ہو" چنانچہ معقل نے چھ سو سوار اسکو دیئے۔ ان لوگوں نے نہایت تیز روی کے ساتھ کوچ کیا۔ اور آخر خوارج کو جرجرایا کے مقام پر جالیا۔ وہ لوگ ابھی وہاں ٹھہرے ہی تھے کہ ابوالرواغ بھی وہاں طلوع آفتاب کے وقت پہنچ کر مقیم ہو گیا۔ خوارج نے ان کو دیکھ کر کہا کہ بہ نسبت ان لوگوں کے جو ان کے بعد آنے والے ہیں انسے لڑنا آسان تر ہے۔ یہ کہکر وہ ابوالرواغ اور اسکی فوج پر جان توڑ کر ٹوٹ پڑے۔ ابوالرواغ کے ہمراہیوں کو ہزیمت ہوئی۔ اور وہ ایک سو سواروں کے ساتھ میدان میں جما رہا۔ ابوالرواغ برابر دشمنوں سے مقابلہ کرتا رہا اور یہ اشعار پڑھتا جاتا تھا (ترجمہ)

"اصلی اور حقیقی جوان ولاور وہ ہے جو ایسے وقت میں سست اور خائف نہ ہو جائے جبکہ بزدل آدمی نیزے کی ضرب سے جان بچا کر بھاگتا ہے۔ مجھے اب معلوم ہوا ہے کہ جنگ اور معرکے کے دن میں نہایت دلاور اور جنگ کی طرف پیش قدمی کرنیوالا بہادر ہوں"۔

یہ سن کر اس کی فوج کے ہزیمت خوردہ لوگ ہر طرف سے واپس ہو ہو کر حملہ کرنے لگے۔ اور ایسے بے طرح لڑے کہ خوارج کو ان کے مستقر تک واپس بھگا کر چھوڑا۔

جب مستورد نے یہ کیفیت دیکھی تو اسے خیال ہوا کہ اگر معقل اپنے ہمراہیوں سمیت آن پہنچا۔ تو وہ ضرور ہلاک ہو جائیں گے۔ اس بنا پر وہ اور اسکے اصحاب چلے گئے۔ دجلے کو عبور کیا اور بہرسیر کے علاقے میں ٹھہرے۔ ابوالرواغ نے انکا تعاقب کیا۔ اور آخر کار مقام ساباط میں ان کے سامنے ہی آ اترا۔ جب وہ اترا تو مستورد نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ "یہ لوگ ضرور معقل کے بہادروں اور شہسواروں میں سے ہیں۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میں کچھ دیر میں ان سے آگے بڑھ کر اس کے پاس پہنچ جاؤں گا تو میں ضرور اسکے پاس تک جاتا اور اس سے لڑتا" یہ کہکر اس نے معقل کی کیفیت دریافت کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ایک راہگیر سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ وہ ابھی مقام دیلمیا پر ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان ابھی تین فرسنگ کا فاصلہ ہے۔ جب

مستورد کو اس امر کی خبر ہوئی تو وہ اور اسکے ہمراہی سب سوار ہو کر چلے تا آنکہ وہ ساباط کی نہر ملک کے پل یعنے کوفے کی طرف جو دریا کا پل ہے وہاں تک پہنچ گئے۔ ابو الرواغ مدائن کی جانب تھا۔ مستورد نے پل کو توڑ دیا۔ اُدھر جب ابو الرواغ نے کہا کہ مستورد اپنے آدمیوں کو لیکر سوار ہو گیا ہے تو اُسنے بھی اپنے ہمراہیوں کو تیار کرنا شروع کیا۔ اور جنگ کرنے کے ارادے سے مدائن اور ساباط کے درمیانی صحرا کو چلا گیا۔ اور وہاں پہنچ کر انکا انتظار کرنے لگا کہ

مستورد پل توڑ کر دیلمیا کو اس غرض سے گیا کہ معقل کو تلاش کر کے اس سے جنگ آزما ہو۔ وہ وہاں اس حال میں پہنچا کہ معقل کے ہمراہی اس سے علیحدہ تھے اور وہ خود کوچ کی تیاریاں کر رہا تھا۔ بلکہ اس کے چند آدمی آگے جا چکے تھے۔ جب معقل نے مستورد کے آدمیوں کو آتے دیکھا تو اسنے اپنا جھنڈا نصب کر کے پکار کر کہا کہ "اے اللہ کے بندو! زمین پر اتر آؤ" اس کے جواب میں اس کے تقریباً دو سو آدمی زمین پر اُتر آئے۔ اتنے میں خوارج نے حملہ کر دیا۔ اور ان لوگوں نے گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر خوارج کے حملے کو نیزوں کی نوکوں پر روکا۔ مگر جب معقل کی فوج پر غالب نہ آسکے اس لیئے انکو چھوڑ کر ان کے گھوڑوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور سب گھوڑوں کی باگیں کاٹ دیں۔ چنانچہ گھوڑوں کا جدھر منہ اٹھا اُدھر ہی بھاگے پھرنے لگے۔ اس کے بعد خوارج معقل کے پریشان شدہ آدمیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ان میں تفرقہ اندازی کر کے پھر معقل اور اسکے ہمراہیوں کی طرف پلٹ پڑے۔ جو اس وقت گھٹنوں کے بل کھڑے تھے ان پر حملہ کیا۔ مگر وہ لوگ اپنی جگہ سے سرکے تک نہیں۔ خوارج نے پھر دھاوا کیا۔ مگر بارِ دیگر بھی ناکامیاب رہے۔ آخر مستورد نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ "آدھے آدمی زمین پر اتر آؤ اور آدھے گھوڑوں پر سوار رہو۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ معقل کے آدمیوں پر اس وجہ سے زیادہ سختی ہوئی اور وہ ہلاکت اور تباہی کا نشانہ ہوا ہی چاہتے تھے کہ ابو الرواغ اپنے آدمیوں کو ساتھ لیئے ہوئے آپہنچا ☆

ابو الرواغ کے اس مقام پر واپس آنے کا سبب یہ ہوا۔ کہ وہ اپنی جگہ پر جما ہوا خوارج کا انتظار کرتا رہا۔ مگر جب انکے آنے میں دیر ہوئی۔ تو اسنے چند اشخاص کو انکی خبر لانے کے لیئے روانہ کیا۔ وہ پل کو ٹوٹا ہوا دیکھکر بہت خوش ہوئے کہ خوارج نے انھیں کے ڈر سے ایسا کیا ہے۔ چنانچہ اُنھوں نے وہاں واپس آکر ابو الرواغ سے یہی بیان کیا کہ وہ لوگ چلے گئے

ہیں۔ اور ہماری ہیبت سے پل کو بھی توڑ گئے ہیں۔ ابوالرواغ نے ان سے کہا کہ "مجھے قسم ہے اپنی جان کی کہ انھوں نے پل کو ضرور مکر و فریب کے لئے توڑا ہے۔ میرے خیال میں تو انھوں نے معقل کے مقابلے کے لئے جانے میں تم پر سبقت کی ہے کیونکہ وہ دیکھ چکے تھے کہ معقل کے چیدہ چیدہ سوار میرے ساتھ ہیں۔ اور انھوں نے پل کو بھی اسی غرض سے توڑ دیا ہے کہ تم ان کے مقابلے کے لئے روانہ نہ ہو سکو۔ پل کی مرمت وغیرہ میں مصروف ہو جاؤ۔ اور بھاگو بھاگو ان کا تعاقب کرو"۔ پھر اہل قریہ نے اسکے حکم سے پل کو دوبارہ باندھ دیا۔ اور وہ اسکو عبور کرتا ہوا خوارج کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ راستے میں اُسے شروع شروع کے ہزیمت خوردہ آدمی ملے۔ اس نے ان سے پکار کر کہا کہ "میرے پاس آجاؤ میرے پاس آجاؤ"۔ چنانچہ وہ لوگ ابوالرواغ سے آملے اور اسکو تمام خبریں سنائیں۔ اور کہا کہ "ہم معقل کو خوارج سے لڑتا ہوا چھوڑ کر آئے ہیں"۔ اور اس وجہ سے انکو یہ خیال تھا کہ معقل ضرور شہید ہو چکا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی رفتار کو تیز کر دیا اور جو جو منہزم آدمی اس سے راہ میں ملتے گئے سب کے سب اسکے ہمراہ دوبارہ میدان جنگ میں واپس آتے گئے آخر کار یہ لوگ فوج تک پہنچ گئے۔ اور دیکھا کہ معقل کا جھنڈا نصب ہے۔ اور لوگ جنگ میں مشغول ہیں۔ یہ دیکھکر ابوالرواغ نے خوارج پر حملہ کیا۔ اور بہت جلد ان کو وہاں سے بھگا کر معقل سے جا ملا۔ اس وقت معقل آگے بڑھکر اپنے آدمیوں کو اُکسا رہا تھا۔ پھر کیا تھا سب نے ملکر دانت کچکچا کے خوارج پر حملہ کیا۔ اُدھر مستورد اپنے ہمراہیوں سمیت زمین پر اُتر آیا۔ اِدھر معقل اپنے ہمراہیوں کے ساتھ پاپیادہ ہو گیا۔ تمام دن سخت جنگ ہوئی۔ آخر مستورد نے آواز دیکر معقل کو تنہا اپنے مقابلے کے لئے بلایا۔ چنانچہ معقل مقابلے کے لئے چلا۔ اسکے آدمیوں نے اُسے رُوکا۔ مگر اسنے نہ مانا۔ اس کے ہاتھ میں تلوار تھی مگر مستورد کے پاس نیزہ تھا معقل کے ہمراہیوں نے اس سے کہا کہ "تم بھی نیزہ لے لو"۔ مگر اس نے انکار کیا۔ الغرض جب وہ مستورد کے سامنے پہنچا تو مستورد نے اپنے نیزے سے وار کیا۔ نیزہ سینے کو چیرتا ہوا پشت سے باہر نکل گیا۔ معقل نے اسی حالت میں آگے بڑھکر مستورد کے سر پر تلوار کا ایک ایسا ہاتھ مارا کہ اسکی کھوپری کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ادھر مستورد اور اُدھر معقل تیورا تیورا کر گرے اور دم بھر میں ڈھیر ہو گئے۔

چونکہ معقل نے پہلے ہی سے یہ کہہ رکھا تھا کہ اگر میں قتل ہو جاؤں تو عمرو ابن محرز

ابن شہاب تمہارا امیر ہو گا" اس لئے جونہی وہ شہید ہوا عمرو نے اسکا جھنڈا سنبھال لیا اور اپنے آدمیوں کے ساتھ دوبارہ خوارج پر حملہ کیا۔ اور ان کو اس طرح ہلاک و برباد کیا کہ سوا پانچ یا چھ اشخاص کے ان میں سے ایک بھی جاں بر نہ ہو سکا۔

ابن الکلبی کا قول ہے کہ مستورد بنو تمیم اور پھر بنو رباح میں سے تھا۔ وہ جریر کے اس قول کو شہادت میں پیش کرتا ہے۔ کہ (ترجمۂ شعر)

"ہم میں ہی سے ہے وہ جوانوں کا جوان۔ وہ فیاض معقل۔ اور ہم میں ہی سے ہے وہ کہ جس نے دریائے دجلہ پر معقل کا مقابلہ کیا"

اس جنگ دجلہ سے اسکا مطلب اس واقعۂ مذکورہ سے ہے ۔

عبدالرحمن کے ولایت سجستان کی طرف عود کرنیکا بیان

اسی سال عبداللہ ابن عامر نے عبدالرحمن ابن سمرۃ کو سجستان کا عامل بنایا۔ چنانچہ عبدالرحمن سجستان چلا گیا۔ عباد ابن حصین الحبطی اسکا صاحب الشرطہ تھا۔ اور دیگر اشراف میں سے عمرو بن عبید اللہ ابن معمر وغیرہ اسکے ہمراہ تھے۔ جب کبھی کسی شہر کے باشندے اطاعت سے انحراف کرتے تو وہ انکو فتح کر لیتا۔ اسی طرح ہوتے ہوتے وہ کابل پہنچا اور چند ماہ تک اسکا محاصرہ کیئے رہا۔ اور منجنیق کے ذریعے سے فصیل شہر کے ایک بڑے حصے کو منہدم کر دیا عباد ابن حصین نے اسی شگاف پر مشرکوں سے نیزوں سے لڑتے لڑتے تمام شب بسر کر دی۔ اہل شہر فصیل کے اس شگاف کو بند نہ کر سکے۔ اور دوسرے دن جنگ کے لیئے بر آمد ہوئے۔ مسلمانوں نے انکو شکست دی اور بزور شمشیر شہر میں داخل ہو گئے ۔

اس کے بعد وہ بُست کی طرف روانہ ہوا۔ اور اُسے بھی بزور فتح کر لیا۔ پھر زران کی طرف گیا۔ وہاں کے اہالی فرار کر گئے۔ اور اس طرح اس شہر پر بھی اسکا قبضہ جم گیا۔ اسکے بعد خُشک پر حملہ کیا۔ مگر وہاں کے باشندوں نے اس سے صلح کر لی۔ بعد ازاں وہ رُخج کی طرف روانہ ہوا۔ اسکے باشندوں سے جنگ ہوئی۔ مگر اسیکو فتح نصیب ہوئی۔ پھر وہ زابلستان (یعنی شہر غزنہ اور اسکے عمال) گیا۔ جہاں کے لوگوں نے اطاعت سے انحراف کیا تھا۔ ان سے بھی جنگ ہوئی اور فتح پائی۔ اتنے میں کابل نے پھر سرکشی کی۔ اس لیئے وہ کابل گیا۔ اور پھر اس کو فتح کیا ۔

غزوہ سندھ کا بیان

سندھ کی سرحد پر عبداللہ ابن عامر نے عبداللہ ابن سوّار العبدی کو عامل مقرر کیا۔ اور بعض کا خیال ہے کہ امیر معاویہ اس سے قبل ہی اس کو یہ عہدہ دے چکے تھے۔ عبداللہ ابن سوار نے قیقان پر حملہ کیا۔ اور وہاں سے اسکو بہت کچھ مال غنیمت حاصل ہوا۔ چنانچہ وہ امیر معاویہ سے ملاقات کے لیئے گیا اور بطور نذر کے قیقانی گھوڑے انکی خدمت میں پیش کیئے۔ وہاں سے واپس آنے پر ایک مرتبہ پھر قیقان پر فوجکشی کی مگر اب کے اہل قیقان نے ترکوں سے مدد طلب کی تھی۔ چنانچہ انھوں نے عبداللہ کو قتل کر دیا۔ کوئی شاعر اس واقعے کے متعلق کہتا ہے۔ ؎ (ترجمہ شعر)

"وہ ابن سوّار جو اپنے دشمنوں کے مقابلے میں آگ بھڑکانے والا تھا اور جنگ وجدل میں ایک زبردست لڑنے والا تھا"

وہ ایک کریم النفس شخص تھا۔ قاعدہ تھا کہ اسکی فوج میں کبھی کوئی آگ روشن نہ کرتا تھا۔ ایک رات اس نے آگ جلتی دیکھی۔ پوچھا "یہ کیا ہے؟" لوگوں نے کہا کہ "ایک زچہ ہے اسکے لئے حلواء خبیص کی ضرورت ہے وہ تیار ہو رہا ہے" اسی بات پر اس نے یہ حکم دے دیا کہ تین دن تک تمام فوج کو حلوائے خبیص کھانے کو دیا جائے۔

عبداللہ ابن خازم کی ولایت خراسان کا بیان

کہتے ہیں کہ اسی سال عبداللہ ابن عامر نے قیس ابن الھیثم القیسی (ثم السلمی) کو خراسان سے معزول کر کے عبداللہ ابن خازم کو اس کی جگہ مقرر کیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ قیس نے خراج اور ہدیہ پیش کرنے میں سُستی کی۔ عبداللہ ابن خازم نے عبداللہ ابن عامر سے کہا کہ "آپ مجھے خراسان کا والی بنا دیجئے تو میں آپکو اس خراج وغیرہ کی طرف سے بے فکر کر دونگا" عبداللہ ابن عامر نے وعدہ لکھ دیا۔ یہ خبر قیس کو پہنچی تو اُسنے عبداللہ ابن خازم اور اسکے شور وشغب سے نہایت درجہ خوف دامنگیر ہوا۔ چنانچہ وہ خراسان چھوڑ کر چلا آیا۔ ابن عامر کو اس وجہ اور بھی غصہ آیا کہ اس نے سرحد کو خراب ہونے کے لیئے کیوں چھوڑ دیا۔ اسی بنا پر اسنے اسکو خوب زدوکوب کرایا۔ اور قید کر کے بنو لیشکر کے ایک فرد کو خراسان بھیج دیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے

کہ اس نے پہلے اسلم ابن زُرعۃ الکلابی کو بھیجا تھا اور پھر عبداللہ ابن خازم کو۔
قیس کی برطرفی کے متعلق ایک اور روایت بھی بیان کی جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے
کہ ابن خازم نے عبداللہ ابن عامر سے کہا کہ "آپ نے قیس کو خراسان کا والی بنا دیا ہے
وہ تو نہایت کمزور آدمی ہے۔ اور مجھے اندیشہ ہے کہ اگر اسکو کبھی لڑائی پیش آجائے تو
وہ ضرور اپنے آدمیوں کے ساتھ پس پا ہو جائیگا۔ اور اس طرح نہ صرف یہ کہ خراسان
تباہ ہو جائیگا۔ بلکہ آپکے اخوان (یعنی قیس عیلان) کی خواہ مخواہ فضیحت ہوگی۔" ابن عامر
نے کہا کہ "پھر اب کیا کرنا چاہئیے" ابن خازم نے کہا کہ "آپ مجھے یہ تحریری وعدہ دے دیجئے
کہ اگر وہ کبھی اپنے دشمن کے مقابلے میں پیچھے ہٹ جائے تو میں اسکا قائم مقام ہو جاؤنگا۔"
ابن عامر نے یہی اسے لکھدیا۔ اس اثنا میں طخارستان میں ایک جماعت کے کچھ جوش و
خروش کا اظہار کیا۔ قیس نے اس سے (ابن خازم سے) مشورہ کیا۔ اور اسنے اسکو یہ مشورہ
دیا کہ جب تک کہ اس کے اردگرد کے لوگ جمع ہو جائیں بہتر ہے کہ وہ دشمن کے سامنے
سے ہٹ آئے۔ ابھی قیس ایک یا دو منزل ہی سفر طے کرنے پایا تھا کہ ابن خازم نے ابن
عامر کا تحریری وعدہ دکھلایا۔ اور فوراً حسب وعدہ لوگوں کا امیر بنکر دشمن کے مقابلے
کے لئے نکلا اور انکو شکست دی۔ جب یہ خبر بصرے کوفے اور شام پہنچی تو بنو قیس بہت
برافروختہ ہوئے۔ اور کہا کہ قیس اور ابن عامر دونوں کو دھوکا دیا گیا ہے۔ اور ان سب
نے ملکر اس معاملے کی شکایت امیر معاویہ کے پاس کی۔ ابن خازم ان سے پہلے امیر معاویہ
کے پاس پہنچ گیا اور اسکے متعلق جو کچھ کہا گیا تھا اسکے لئے ان سے اعتذار کیا۔ امیر معاویہ
نے کہا کہ "کل سب آدمیوں کے سامنے کھڑے ہو کر معافی طلب کرو۔" ابن خازم اپنے
اصحاب کے پاس گیا اور کہا کہ مجھ سے تقریر کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔ مگر مجھے تقریر کرنا
آتا نہیں۔ لہذا تم لوگ منبر کے قریب بیٹھ جانا اور جو کچھ میں کہوں اسکی تصدیق کئیے جانا۔"
چنانچہ دوسرے دن اس نے کھڑے ہو کر تقریر کرنی شروع کی اور خدائے تعالےٰ کی حمد و ثنا
کے بعد کہا کہ "تقریر کرنے کی تکلیف یا تو امام کو دی جاتی ہے جسکو اسکے سوا چارہ نہیں یا احمق کو
جو بک بک کرکے دماغ خالی کردے۔ ظاہر ہے کہ میں ان دونوں میں سے ایک بھی نہیں
ہوں۔ اور جو شخص مجھ سے واقف ہے وہ بخوبی جانتا ہے کہ میں مقامات فتح کو بخوبی جاننے
والا ہوں۔ ان پر حملہ کرنے والا۔ اور خوف و ہلاکت کی جگہوں میں جم کر مقابلہ کرنیوالا ہوں

لشکر کے ساتھ گزر جانے والا ہوں۔ اور ہر چیز کو برابر تقسیم کرنے والا ہوں۔ میں آپ لوگوں کو خدا کی قسم دیکر کہتا ہوں کہ جو صاحب مجھ کو ایسا ہی جانتے ہیں وہ ضرور میری تصدیق کرینگے "۔ اس کے جواب میں اسکے اصحاب نے کہا کہ "تم سچ کہتے ہو"۔ ابن خازم نے کہا کہ "اے امیر المؤمنین آپ بھی ان حضرات میں شامل ہیں جنکو میں نے قسم دی تھی۔ لہذا آپ بھی جو کچھ جانتے ہیں فرماویں"۔ انھوں نے کہا کہ "ہاں تم سچ کہتے ہو"۔

متعدد واقعات

مروان ابن الحکم نے جو مدینے کا حاکم تھا۔ اس سال حج کیا۔ ان دنوں مکے میں خالد ابن عاص ابن ہشام حکمراں تھا۔ اور کوفے اور بصرے پر مغیرہ اور عبداللہ ابن عامر بالترتیب والی تھے ۔

اس سال عبداللہ ابن سلام مشہور صحابی کا انتقال ہوا۔ وہ اہل کتاب کے علماء میں سے تھے۔ اور رسول خدا صلعم نے انکے متعلق جنت کی بشارت دی ہے۔

سنہ ۴۴ھ کے واقعات

اس سال مسلمانوں نے عبدالرحمٰن ابن خالد ابن ولید کی ماتحتی میں بلاد روم پر حملہ کیا۔ اور موسم سرما وہیں بسر کیا۔ اُدھر بحری جانب سے بُسر ابن ابی ارطاۃ نے فوجکشی کی۔

عبداللہ ابن عامر کے بصرے سے معزول ہونیکا بیان

اس سال عبداللہ ابن عامر بصرے سے معزول کئے گئے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ابن عامر ایک کریم النفس۔ حلیم الطبع اور نرم مزاج آدمی تھا۔ کبھی کسی شخص کی غلطی یا حماقت پر مواخذہ نہیں کرتا تھا۔ بصرہ کی حالت اسکے زمانے میں فساد پزیر ہو گئی تھی۔ زیاد سے اسنے اس امر کی شکایت کی تو اسنے اسکو یہ صلاح دی کہ "تلوار میان سے باہر نکال لو"۔ اس نے جواب دیا کہ "مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میں اپنے فساد نفس سے انکی اصلاح کروں"۔ پھر ابن عامر نے امیر معاویہ کے پاس بصرے سے ایک وفد روانہ کیا۔ اتفاق سے اس وفد کو امیر معاویہ کے پاس ایک اور وفد ملا جو کوفے سے آیا تھا۔ اس میں ابن الکوا ء (جس کا

نام عبد اللہ ابن ابی اوفی الیشکری تھا) بھی شامل تھا۔ امیر معاویہ نے ان سے عراق اور بالخصوص اہل بصرہ کے متعلق سوال کیا۔ تو ابن الکوا نے کہا کہ "اے امیر المومنین اہل بصرہ کا یہ حال ہے کہ ان کے سفہائے قوم نے گویا ان کو کھا ہی لیا ہے ان کا غلبہ اور ان کی شان وشوکت بالکل ضعیف ہو گئی ہے"۔ اور اس نے ابن عامر کو بالکل عاجز اور کمزور ظاہر کیا۔ امیر معاویہ نے کہا کہ "تم اہل بصرہ کا ذکر کر رہے ہو حالانکہ وہ یہاں موجود ہیں"۔ الغرض جب اہل بصرہ واپس آئے تو انھوں نے ابن عامر سے یہ تمام واقعہ بیان کیا۔ اس کو سخت غصہ آیا۔ اور کہنے لگا کہ "یہ بتلاؤ کہ اہل عراق میں سے کون شخص ابن الکوا کا سخت ترین دشمن ہے"۔ جواب ملا کہ عبد اللہ ابن ابی شیخ الیشکری چنانچہ ابن عامر نے اسے خراسان کا والی مقرر کر دیا۔ جب ابن الکوا کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے کہا کہ "اس ابن دجاجہ (یعنی ابن عامر) کو شاید یہ گمان ہوا ہے کہ عبد اللہ کو والی خراسان بنانے سے مجھے رنج ہوگا۔ کیونکہ میں تو یہی چاہتا ہوں کہ کوئی یشکری شخص ایسا باقی نہ رہے جو میرا دشمن نہ ہو۔ اور اس لئے وہ اسے کہیں نہ کہیں کا والی بنا دے"۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ عبد اللہ ابن عامر نے جس شخص کو والی خراسان بنایا تھا وہ طفیل ابن عوف یشکری تھا۔

جب امیر معاویہ کو بصرے کی حالت کی خبر ہوئی تو انھوں نے ابن عامر کو وہاں سے معزول کرنا چاہا۔ اور اس غرض سے اس کو اپنے پاس ملاقات کیلئے بلا بھیجا۔ بہر حال اس ملاقات کا نتیجہ یہ ہوا کہ امیر معاویہ نے اسکو اسکی ولایت پر مامور ہی رہنے دیا۔ لیکن جب ابن عامر رخصت ہونے لگا تو امیر معاویہ نے کہا کہ "میں آپ سے تین سوال کرتا ہوں۔ آپ کہہ دیجئے" "میں نے قبول کئے"۔ ابن عامر نے کہا "میں نے قبول کئے۔ اور یاد رکھئے کہ میں ام حکیم کا بیٹا ہوں"۔

امیر معاویہ: "آپ میرا عمل مجھے واپس دیدیں اور ناراض نہ ہوں"۔

ابن عامر: "میں نے ایسا ہی کیا"۔

امیر معاویہ: "عرفے میں جو کچھ آپ کا مال ہے وہ بھی مجھے دے دیں"۔

ابن عامر: "ہاں میں نے دے دیا"۔

امیر معاویہ: "مکے میں جو کچھ آپ کے مکانات ہیں وہ بھی مجھے دے دیں"۔

ابن عامر: "اچھا میں نے دیدیئے۔"

امیر معاویہ: "میں نے تم سے صلہ رحم کیا۔"

ابن عامر: "اے امیر المومنین میں آپ سے تین سوال کرتا ہوں آپ کہہ دیجئے کہ میں نے قبول کئے۔"

امیر معاویہ: "میں نے قبول کئے اور یاد رکھئے کہ میں ہند کا بیٹا ہوں۔"

ابن عامر: "عرفے میں جو کچھ میرا ہے وہ مجھے واپس دے دیجئے۔"

امیر معاویہ: "میں نے ایسا ہی کیا۔"

ابن عامر: "میرے کسی عامل کا محاسبہ نہ کیجئے۔ اور پیچھا نہ کیجئے۔"

امیر معاویہ: "یوں ہی سہی۔"

ابن عامر: "صاحبزادی ہند کو میرے نکاح میں دے دیجئے۔"

امیر معاویہ: "ہاں میں نے دیا۔"

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امیر معاویہ نے ابن عامر سے کہا کہ "آپ دو میں سے ایک بات کو مانئے۔ یا تو یہ کہ میں آپکا پیچھا کروں۔ اور جو کچھ مال آپ کو ملا ہے اسکا حساب لیکر کام پر بھیجدوں۔ اگر یہ نہیں تو میں آپکو معزول کر دوں۔ اور جو کچھ آپ نے حاصل کیا ہے اس کی معافی کر دوں۔" ابن عامر نے اس کے جواب میں معزولی کو اختیار کیا۔ اور یہ کہ جو کچھ ان کو مل گیا ہے اس کا محاسبہ نہ کرے۔ لہٰذا امیر معاویہ نے ان کو معزول کر دیا اور انکی جگہ حارث ابن عبداللہ الازدی کو مقرر کر دیا۔

امیر معاویہ کا زیاد کو اپنے نسب میں ملحق کر لینا

اس سال امیر معاویہ نے زیاد ابن سمیّہ کو اپنے نسب میں ملحق کر لیا۔ مورخین کہتے ہیں کہ جس وقت زیاد امیر معاویہ سے ملنے کے لئے جا رہا تھا۔ بنو عبدالقیس کا ایک شخص اس کے ہمراہ تھا اثنائے راہ میں اس نے زیاد سے کہا کہ "ابن عامر کے مجھ پر احسانات ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں ان سے ذرا مل لوں۔" زیاد نے جواب دیا کہ ہاں مگر اس شرط پر "تم میں اور اس میں جو باتیں ہوں وہ مجھ سے بیان کر دو۔" اس شخص نے منظور کیا۔ زیاد نے اسے ابن عامر سے ملنے کی اجازت دی۔ وہ شخص ابن عامر کے پاس پہونچا۔ اس نے دیکھتے ہی کہا کہ "دور ہو۔ بس دور ہو۔ ابن سمیّہ میرے

نشانوں کو مٹاتا اور میرے عمال پر اعتراض کرتا ہے۔ میں تو یہ سوچتا ہوں۔ کہ اگر میں قریش کے قسم کھانے والوں کو بلاؤں تو وہ یہ قسم کھائیں گے کہ ابوسفیان نے سمیہ کو کبھی دیکھا ہی نہیں"۔ جب وہ شخص زیاد کے پاس آیا تو اس نے اس سے سوال کیا کہ تم میں اور ابن عامر میں کیا باتیں ہوئیں۔ اس نے جواب نہ دیا۔ مگر جب زیاد نے اصرار کیا تو اس نے سب کچھ کہہ سنایا۔ زیاد نے امیر معاویہ کو اس امر کی اطلاع دی۔ امیر معاویہ نے اپنے حاجب کو حکم دیا کہ جب ابن عامر یہاں آئے تو اس کی سواری کو دور ترین دروازے پر روک دینا"۔ حاجب نے ایسا ہی کیا۔ ابن عامر یزید کے پاس گیا اور اس سے اس امر کی شکایت کی تو وہ سوار ہو کر اسکو اپنے ہمراہ اندر لے گیا۔ امیر معاویہ اس کو آتے دیکھکر اٹھے اور اندر چلے گئے۔ یزید نے ابن عامر سے کہا کہ "بیٹھ جاؤ آخر وہ کب تک بغیر مجلس کے گھر کے اندر بیٹھے رہینگے"۔ آخر کار جب ان دونوں کو وہاں بیٹھے بیٹھے دیر ہو گئی تو امیر معاویہ یہ شعر پڑھتے ہوئے باہر آئے کہ:۔

ایک ہماری دوڑ ہے ایک تمہاری دوڑ ہے۔ ساتھ والے اس بات کو جان چکے ہیں۔

اور بیٹھ گئے اور پھر کہنے لگے کہ "اے ابن عامر زیاد کے متعلق جو کچھ تم نے کہا ہے کیا واقعی تم نے ایسا ہی کہا ہے؟ بخدا اہل عرب بخوبی جانتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں معزز ترین آدمی تھا۔ اور اسلام نے میری عزت میں کچھ اضافہ ہی کیا ہے۔ اور زیاد کی وجہ سے میری قلت میں کثرت نہیں ہو گئی اور نہ میں اس کی وجہ سے ذلیل سے معزز ہو گیا ہوں۔ بات صرف اتنی ہے کہ میں نے حق شناسی کی اور اسے اس کا قرار واقعی مرتبہ دیدیا ہے"۔ ابن عامر بولا "اے امیر المومنین بہتر ہے کہ ہم اسی بات کی طرف رجوع کریں جسے زیاد پسند کریں"۔ امیر معاویہ نے کہا کہ "اگر ایسا ہی ہے تو ہم اس بات کی طرف رجوع کرینگے جسے تم پسند کرتے ہو"۔ ابن عامر زیاد کے پاس گیا اور اسکو راضی کر لیا۔ جب زیاد کوفے گیا تو اس نے لوگوں سے کہا "میں تمہارے پاس ایک ایسے امر کے لئے آیا ہوں جس کو میں تمہارے خاطر ہی طلب کرتا ہوں"۔ انھوں نے پوچھا "آپ کا مطلب کیا ہے"۔ اس نے کہا کہ "تم لوگ میرے نسب کو معاویہ سے ملحق کرتے ہو"۔ لوگوں نے جواب دیا کہ "اگر وہ جھوٹی شہادت پر مبنی ہو تو نہیں"۔ زیاد وہاں سے روانہ ہو کر بصرے آیا تو وہاں کئی لوگوں نے اس امر کی شہادت دی۔

یہ ہے وہ تمام روایت کہ جو امیر معاویہ کے زیاد سے الحاق فی النسب کے متعلق ابو جعفر (طبری) نے بیان کی ہے۔ اس نے حقیقت حال کا ذکر نہیں کیا بلکہ استلحاق نسب کے کے بعد جو قصہ مشہور ہو گیا تھا اس کو بیان کر دیا ہے۔ میں اس کا سبب اور اس کی کیفیت بیان کرتا ہوں۔ کیونکہ تاریخ اسلام میں یہ امر نہایت مشہور اور زبردست امور میں سے ہے۔ اسکو یوں ہی نہیں چھوڑ دینا چاہیئے۔

آغاز حال یوں ہے کہ زیاد کی ماں سُمَیَّہ زندورد نام ایک دہقان کی لونڈی تھی جو کسکر کے مقام پر مقیم تھا۔ یہ دہقان بیمار ہو گیا۔ اس نے علاج کے لئے حارث ابن کَلَدَہ الثقفی نام ایک طبیب کو بلایا۔ اس کے علاج سے اسکو شفا ہو گئی۔ اسکے صلے میں اس نے سُمَیَّہ کو اس کے حوالے کر دیا۔ اس حارث کے پاس سُمَیَّہ کے ابو بکرہ (جسکا نام نفیع تھا) پیدا ہوا۔ مگر اس نے اس کو اپنا بیٹا تسلیم نہیں کیا۔ اس کے بعد نافع پیدا ہوا۔ مگر اسے بھی اسنے اپنا بیٹا ماننے کا اقرار نہ کیا۔ جب رسول خدا صلعم نے طائف کا محاصرہ کیا اور ابو بکرہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو حارث نے نافع سے کہا کہ "تو میرا بیٹا ہے"[1]۔ حارث نے سُمَیَّہ کا نکاح اپنے ایک غلام عُبَید سے کر دیا جو رومی النسل تھا۔ اس سے سُمَیَّہ کو زیاد تولد ہوا۔ ابو سفیان ابن حرب زمانہ جاہلیت میں طائف گیا تھا۔ ابو مریم سلولی ایک شراب فروش کے ہاں (جو اس کے بعد مسلمان ہو گیا تھا اور رسول خدا صلعم کی صحبت میں رہتا تھا۔) مہمان ہوا تھا وہاں ابو سفیان کے پاس سُمَیَّہ پیش کی گئی اور اس سے زیاد کا حمل ٹھہر گیا۔ اور ہجرت کے پہلے سال سُمَیَّہ نے اسے جنا۔ جب وہ بڑا ہو گیا۔ اور نشو و نما پا چکا تو ابو موسیٰ الاشعری نے جبکہ والی بصرہ تھے اسے اپنا کاتب مقرر کیا۔ پھر حضرت عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے بھی اس کو حکمرانی کا اہل سمجھا۔ اور اس نے وہ خدمت کما حقہ انجام دی۔ جب زیاد حضرت عمرؓ کے پاس واپس آیا اور ان سے ملا

---

[1] لونڈی کی اولاد کو اگر اس کا مالک اپنا بیٹا ہونا تسلیم نہ کرے تو اس کا درجہ بھی غلاموں کا ہوا کرتا تھا۔ کیونکہ لونڈی کا مالک اپنی لونڈی سے خود بھی ہم بستر ہوتا تھا اور روپیہ کمانیکے لئے اسکو دوسرونکے پاس بھی بھیجدیتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کرادی تھی کہ جو غلام ہمارے پاس آجائے وہ آزاد ہے۔ چنانچہ نفیع آیا اور وہ مسلمان ہو گیا۔ اسوجہ سے حارث نے نافع سے کہدیا کہ تو میرا بیٹا ہے۔

تو اس وقت ان کے پاس مہاجرین و انصار بیٹھے ہوئے تھے۔ زیاد نے ان کے سامنے ایک ایسی تقریر کی کہ انھوں نے کبھی ویسی تقریر نہ سنی تھی۔ عمرو ابن العاص نے کہا "سبحان اللہ کیسا عجیب لڑکا ہے۔ اگر اس کا باپ قریشی ہوتا تو وہ سارے عرب کو اپنے ڈنڈے سے ہانک سکتا تھا۔" ابو سفیان جو اس وقت موجود تھا کہنے لگا کہ "بخدا میں اس کے باپ کو جانتا ہوں"۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ "اے ابو سفیان بس اب خاموش رہو۔ تمہیں معلوم ہے کہ اگر حضرت عمرؓ تمہاری یہ بات سن پائیں تو وہ بہت جلد تم کو سزا دینگے"۔

جب حضرت علیؓ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے زیاد کو فارس کا عامل مقرر کیا اور زیاد نے وہاں کا قرار واقعی انتظام کیا۔ اور قلعوں کو محفوظ کیا۔ جب امیر معاویہ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو انکو ناگوار گزرا اور انھوں نے زیاد کو ایک تہدیدی خط لکھا اور اس کو ابو سفیان کے بیٹے ہونے پر توجہ دلائی۔ جب زیاد نے ان کا خط پڑھا تو اس نے لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر تقریر کی جس میں کہا کہ "تعجب اور پورا تعجب ہے اس جگر خوارہ کے بچے پر۔ اس نفاق و شقاق کے بانی پر کہ وہ مجھکو ڈراتا ہے کہ مجھپر حملہ کریگا۔ حالانکہ میرے اور اس کے درمیان رسول خدا (صلعم) کے برادر عم زاد جماعت مہاجرین و انصار کے ساتھ موجود ہیں خدا کی قسم اگر وہ (برادر عم زاد) مجھکو اس سے جنگ آزمائی کا حکم دیں تو وہ دیکھ لیگا کہ میں سرخ سخت۔ اور تلوار کا دھنی ہوں"۔ جب یہ کیفیت حضرت علیؓ تک پہنچی تو انھوں نے زیاد کو لکھا کہ "میں جس امر کی ولایت تم کو دینا چاہتا تھا وہ تو دے ہی چکا ہوں۔ اور سمجھتا ہوں کہ تم ضرور اسکے اہل ہو۔ ابو سفیان سے بے سوچے سمجھے جو ایک باطل تمنا اور جھوٹی خواہش ظاہر ہو گئی تھی وہ ان کے لئے میراث پانے کا سبب نہیں ہو سکتی اور نہ ان کا نسب صحیح ہو سکتا ہے۔ لیکن معاویہ انسان پر ہر جانب سے حملہ کرتا ہے اس سے بچے رہنا اور ڈرتے رہنا۔ والسلام"۔

جب حضرت علیؓ شہید ہو گئے اور زیاد اور امیر معاویہ کی مصالحت کی وہ صورتیں پیدا ہو گئیں جنکا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں تو زیاد نے مَصْقلہ بن ہُبیرۃ الشیبانی کو بیس ہزار درہم دے کر اس غرض سے اپنے ساتھ گانٹھا کہ وہ امیر معاویہ سے جا کر یہ کہدے کہ "زیاد نے ایران کو کیا خشکی اور کیا تری ہر طرف سے ہضم کر لیا اور آپ سے دس لاکھ درم پر صلح کر لی۔ قسم بخدا میرے خیال میں جو بات مشہور ہوئی ہے وہ حق معلوم ہوتی ہے"۔ اور یہ کہ جب امیر معاویہ دریافت

کریں کہ وہ حق بات کیا ہے تو مصقلہ کہے کہ "وہ یہ ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ زیاد ابو سفیان کا بیٹا ہے"
چنانچہ مصقلہ نے ایسا ہی کیا۔ تب تو معاویہ کو خیال آیا کہ زیاد کو اپنی طرف مائل کرلیں اور اپنے
نسب کو اسکے نسب سے ملحق ثابت کرکے دوستی کی صفائی کرلیں۔ اس امر پر دونوں کا اتفاق
ہوگیا۔ اور لوگوں کو جمع کیا۔ زیاد کے متعلق شہادت دینے والے بھی حاضر ہوئے۔ انمیں
ابو مریم سلولی بھی تھا۔ اس نے شہادت دی کہ اسی کے مکان پر ابو سفیان اور سمیہ کی ملاقات ہوئی۔
اور اس نے تمام قصہ من و عن بیان کردیا۔ اس پر زیاد نے اس سے کہا کہ "اے ابو مریم بس اب
ٹھہر جاؤ۔ تم کو تو شہادت دینے کے لئے بلایا گیا ہے نہ کہ گالیاں دینے کے لئے" الغرض معاویہ نے
زیاد کو اپنے نسب میں ملا لیا۔

امیر معاویہ کا یہ استلحاق پہلا معاملہ ہے جس سے احکام شریعت کی علانیہ مخالفت کی گئی۔
کیونکہ رسول اللہ صلعم نے حکم دیا تھا کہ "الولد للفراش وللعاھر الحجر"
زیاد نے حضرت عائشہؓ کو خط میں لکھا تھا "منجانب زیاد ابن ابی سفیان" اور وہ یہ چاہتا
تھا کہ وہ بھی اسکو خط میں یہی لکھیں :- "بنام زیاد ابن ابی سفیان" تاکہ وہ اس سے اپنے حق میں
حجت و دلیل قائم کرسکے۔ مگر حضرت عائشہؓ نے اسکو یوں لکھا :- از جانب عائشہ ام المومنین بنام فرزند من
زیاد" یہ بات عامۃ المسلمین کو عموماً اور بنو امیہ کو خصوصاً بہت ناگوار ہوئی۔ اسکے متعلق اور بہت سے
قصے مشہور ہوگئے جن کے بیان سے کتاب بے فائدہ طویل ہو جائیگی۔ اس لئے ہم انکو قلم انداز کرتے ہیں؛

جو لوگ امیر معاویہ کے حق میں اعتذار کرتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ امیر معاویہ نے زیاد کا جو استلحاق کیا اسکی وجہ یہ
تھی کہ زمانہ جاہلیت میں نکاح کئی قسم کے ہوتے تھے (جنکے ذکر کی یہاں ضرورت نہیں) ان ہی اقسام
میں سے ایک قسم یہ تھی کہ کئی کئی مرد ایک ہی قحبہ عورت کے پاس جاتے تھے۔ بچہ ہونے کے بعد اسکو اختیار
ہوتا تھا کہ وہ جس شخص سے چاہے اس بچے کو منسوب کردے۔ اور اس شخص کو اسکا نسب منظور کرنا پڑتا
تھا۔ لیکن جب اسلام آیا تو ایسا نکاح حرام ہوگیا۔ مگر اسلام نے اتنی قرار داد ضرور کی کہ عرب جاہلیت کے
ہر قسم کے نکاحوں سے جو اولاد ہو چکی تھی اور جس باپ کی طرف وہ منسوب تھے اسی نسب کے مطابق
اسکا بیٹا تسلیم کرلیا جائے۔ اور اس میں کسی قسم کا فرق جائز نہ رکھا جائے۔ اسی بنا پر امیر معاویہ کو
یہ خیال ہوا کہ زیاد کا استلحاق کرلینا ان کے لئے جائز ہے۔ اور انھوں نے استلحاق جاہلیت و اسلام
میں کسی قسم کا فرق نہ سمجھا اور ایسا استلحاق ناجائز ہے اور تمام مسلمان بالاتفاق اس بات کو ناجائز
سمجھتے ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اسلام میں اس سے قبل کوئی شخص اس طرح ملحق فی النسب

نہیں کیا گیا تھا۔ ورنہ شاید یہ بھی ان کے حق میں ایک دلیل ہوتی ؟
بیان کیا جاتا ہے کہ امیر معاویہ کے استلحاق فی النسب کے بعد زیاد نے حج کرنیکا ارادہ کیا تھا۔ اور اسکے بھائی ابو بکرہ نے (جو ان دنوں مغیرہ بن شعبہ پر زنا کی شہادت دینے میں اختلاف کیوجہ سے زیاد سے الگ ہو گئے تھے) جب اس کے اس ارادے کی خبر سنی تو اس کے گھر آئے اور اس کے ایک بیٹے کو بلا کر کہا کر "اے فرزند اپنے باپ سے جا کر کہو کہ میں نے سنا ہے کہ آپ حج کا ارادہ رکھتے ہیں اور یہ بھی ضرور ہے کہ آپ مدینے جائیں اور پھر وہاں پہنچکر ام حبیبہ بنت ابو سفیان زوجۂ مطہرۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا ارادہ کرینگے اگر انھوں نے آپکو اسکی اجازت دی تو اس سے بڑھکر کونسا گناہ ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسوائی کی گئی۔ اور اگر انھوں نے اجازت نہ دی تو دنیا میں اس سے زیادہ تمھاری رسوائی کیا ہو سکتی ہے اور آپ کے دشمنوں کے لئے موقعہ تکذیب ہاتھ آئے گا" اس وجہ سے زیاد نے حج کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور کہا "خدا تم کو جزائے خیر دے تم نے میری پوری پوری خیر خواہی کی"۔

مہلب کی سندھ پر فوج کشی کا بیان

اس سال مہلب ابن ابی صفرہ نے حدود سندھ پر حملہ کیا اور بنّہ اور الاھواز تک پہنچ گیا۔ جو ملتان اور کابل کے درمیان واقع ہیں۔ اس نے دشمن کا مقابلہ کیا۔ اور انسے لڑا۔ بلاد قیقان میں مہلب کو اٹھارہ ترک شہسواروں سے سابقہ پڑا۔ ان سے جو معرکہ ہوا اس میں وہ سب کے سب مارے گئے۔ مہلب نے کہا کہ ان عجمیوں نے جو کچھ کیا ہے وہ ہمکو چست و چالاک بنا دینے کے لئے بہترین نسخہ ہے" یہ کہکر اس نے اپنے گھوڑوں کی دُمیں کاٹ دیں۔ مسلمانوں میں یہ پہلا شخص ہے جس نے گھوڑوں کی دُمیں کاٹیں بنّہ کے معرکے کے متعلق الازدی کہتا ہے (ترجمہ شعر):۔

"کیا تو نے نہیں دیکھا کہ جس رات کو مہلب کے آدمیوں نے مقام بنّہ پر شبخون کیا ہے۔ اس رات بنو ازد مہلب کی فوج کے بہترین افراد تھے"۔

متعدد واقعات

اس سال امیر معاویہ نے لوگوں کو ہمراہ لیکر حج کیا۔

اسی سال مروان ابن الحکم نے مسجد مدینہ میں مقصورہ بنوایا یہ پہلا شخص ہے جس نے مسجد مدینہ میں مقصورہ بنوایا۔ امیر معاویہ نے خوارج کے خوف سے مسجد شام میں ایک مقصورہ اس سے پہلے تیار کرایا تھا؛

اسی سال حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان زوجہ مطہرہ رسول اللہ صلعم نے انتقال فرمایا؛

اسی سال رفاعۃ العدوی قتل ہوئے۔ یہ قبیلۂ عدی رباب میں سے تھے۔ بصرے کے باشندے تھے اور آنحضرت صلعم کے صحابہ میں سے تھے؛

۴۵ھ کے واقعات

اس سال معاویہ نے آغاز سال میں ابن عامر کو ولایت بصرہ سے معزول کر کے اسکی جگہ حرث ابن عبداللہ الازدی کو مقرر کیا۔ وہ اہل شام میں سے تھا اس نے عبداللہ ابن عمرو الثقفی کو اپنا صاحب الشرطہ مقرر کیا۔ حرث چار مہینے تک بصرے کا امیر رہا۔ اسکے بعد اسے معزول کر کے زیاد کو مقرر کیا؛

زیاد ابن ابیہ کی حکومت بصرہ کا بیان

زیاد کوفے پہنچا اور وہاں ٹھیر کر وہاں کی حکومت پر مقرر ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ لوگوں نے مغیرہ ابن شعبہ سے جا کر کہا۔ مغیرہ سیدھے معاویہ کے پاس گئے امارت سے استعفا دینے کی اجازت چاہی اور یہ درخواست کی کہ انھیں قرقیسیا میں مکانات دئے جائیں تاکہ وہ بنی قیس میں اقامت کریں امیر معاویہ اس سے خوف زدہ ہو گئے اور کہنے لگے کہ "تم اپنے علاقہ پر ضرور واپس جاؤ" مغیرہ نے انکار کیا۔ اس سے معاویہ کو اور بھی زیادہ شبہ ہوا۔ اور آخر انھیں ان کے مستقر پر واپس کر ہی کے چھوڑا۔ وہ رات کیوقت کوفے میں واپس آئے۔ زیاد کو حکم بھیجا اور اس نے اس کو وہاں سے نکال باہر کیا؛

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مغیرہ شام کو نہیں گیا تھا۔ بلکہ معاویہ نے خود ہی زیاد کو کوفے سے بلا کر بصرے جانے کا حکم دیا۔ اور اسکو بصرہ۔ خراسان۔ سجستان۔ اور بعد ازاں ہند۔ بحرین۔ اور عمان کا بھی عامل بنا دیا۔ چنانچہ زیاد ۴۵ھ میں ماہ ربیع الاول کے آخری حصے میں بصرہ پہنچا؛

جس وقت زیاد بصرہ پہنچا ہے وہاں کی یہ حالت تھی کہ فسق و فجور ظاہر و فاش ہو رہا تھا۔ زیاد نے وہاں کے لوگوں کے سامنے ایک تقریر کی جس کا آغاز خدائے تعالیٰ کی حمد و ثنا سے نہیں تھا۔ (ایسے خطبہ کو تبرا کہا جاتا ہے) مگر بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس نے حمد و ثنا کی تھی۔ چنانچہ اس نے کہا کہ "تمام ترین حمد خدا ہی کے افضال و احسان کے لیے ہے۔ ہم اس سے اس کی اور زیادہ نعمتیں طلب کرتے ہیں۔ یا اللہ جس طرح تو نے ہمیں بہت سی نعمتیں عطا فرمائی ہیں اسی طرح ہمیں یہ بھی توفیق دے کہ تیری نعمتوں کا شکر ادا کریں۔ **اما بعد:** سخت جہالت۔ اندھی گمراہی اور وہ فسق و فجور جس کی بھڑکائی ہوئی آگ اہل فسق کو ہمیشہ جلاتی رہتی ہے۔ یہ وہی امور عظیم ہیں جو تم میں سے نالائق لوگ کر گذرتے ہیں اور عقلاء کو بھی لپیٹ لیتے ہیں۔ چھوٹے ان کو اختیار کرتے ہیں اور بڑے ان سے پرہیز نہیں کرتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا نہ تم نے اللہ تعالیٰ کے رسول صلعم کا وعظ سُنا۔ نہ تم نے اللہ کی کتاب پڑھی۔ اور نہ تم کو یہ معلوم ہے کہ خداوند کریم نے زمانہ سرمدی میں اپنے فرماں بردار بندوں کے لئے کیا ثواب اور گنہگاروں کے لئے کیا دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے کہ جسے کبھی زوال نہیں۔ تمھاری حالت اس شخص کی سی ہے جسکی آنکھ کو دنیا نے بند کر دیا ہو جس کے کانوں میں شہوت نے ڈاٹ لگادی ہو۔ اور جس نے اس جہان باقی کے مقابلے میں اس جہان فانی کو اختیار کیا ہو۔ تمھیں یہ یاد نہیں رہا کہ یہ خرابات کھلے رہنے دئے۔ اور یہ کمزور اور بے عقلی کی باتیں جو تم دن دہاڑے کرتے ہو ایسی چیزیں ہیں کہ اسلام میں تم سے پہلے کسی نے ایسی نئی باتیں نہیں کیں۔ اور پھر طرہ یہ ہے کہ ایسی ایسی بدعتوں کی تعداد کچھ کم نہیں ہے۔ کیا باغیوں کو دن کی لوٹ مار اور رات کی شب گردی سے روکنے والے تم میں نہ تھے۔ قرابت کا تم نے خیال کیا اور دین سے دور رہے۔ کوئی عذر تو نہیں اور معذور بنتے ہو۔ تمھارا ہر ایک فرد تمھارے سفہاء کی حفاظت کرتا ہے۔ گویا کہ اُسے نہ عاقبت کا خوف ہے نہ معاد کا ڈر۔ تم ہرگز عقلمند اور حلیم نہیں ہو۔ تم نے سفہاء کی پیروی شروع کر دی ہے۔ اور تم نے جو ان کی حفاظت کی اور انھیں بچائے رکھا اس کا جو نتیجہ ہونا چاہئے تھا وہ برابر ہو رہا ہے۔ تا آنکہ انھوں نے اسلام کی ہتک عزت کی۔ اور تمھارے لئے نئے نئے خفیہ مکانات اور قابل تہمت مواضع قائم کئے۔ مجھ پر بھی کھانا پینا حرام ہے جب تک کہ میں ان کو منہدم کر کے یا جلا کر زمین کے برابر نہ کر دوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس امر کا انجام اسی

طرح ہوگا جس طرح آغاز ہوا۔ نرمی کی جائیگی مگر ایسی جس میں کمزوری نہ ثابت ہو سختی کی جائے گی مگر ایسی جس میں جبر و تعدّی نہ ہو۔ واللہ باللہ میں غلام کا آقا سے شہر میں رہنے والے کا کوچ کرنے والے سے۔ آنے والے کا جانے والے سے اور تندرست کا بیمار سے مواخذہ کرونگا۔ تاکہ وہ کیفیت پیدا ہو جائے کہ جب تم میں سے ایک بھائی دوسرے بھائی سے ملاقی ہو تو اس سے یہی کہے کہ "میاں سعد تم ذرا بچے رہنا۔ بےچارہ سعید تو ہلاک ہو گیا ہے"۔ یا یہ ہوگا کہ تمھاری برچھیاں میری طرف سیدھی ہو جائینگی منبر پر جھوٹ کہنا دائمی رسوائی کا باعث ہوتا ہے۔ اگر تم میرے قول کو جھوٹا ثابت کردو۔ تو میں یہ کہنے کے لئے تیار ہوں۔ کہ میری نافرمانی کرنا تمھیں جائز ہے۔ تم میں سے جو شخص شب باشی کرتا ہے اگر اس کا کچھ نقصان ہو جائے تو میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ رات کو باہر نکلنے سے باز رہنا۔ کیونکہ میں رات کو چلنے پھرنے کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ اگر میرے پاس کوئی ایسا شخص لایا گیا۔ تو یقین رکھو کہ میں اس کی خون ریزی کرونگا۔ میں تم کو اتنی مہلت دیتا ہوں کہ یہ خبر کوفے تک پہنچ کر تم تک واپس آئے۔ پھر سن لو کہ مجھ کو دعویٰ جاہلیت ہرگز ہرگز گوارا نہیں ہے۔ اگر میں نے کبھی کسی کو جاہلیت کی سی دعوت دیتے ہوئے سن پایا۔ تو اُسکی زبان کاٹ ڈالونگا۔ تم نے آجکل بالکل نرالی اور انوکھی باتیں پیدا کرنی شروع کی ہیں۔ تو خوب سمجھ لو کہ ہم نے بھی ہر ایک جرم کے لئے ایک ایک سزا مقرر کی ہے۔ جو کوئی کسی کو غرق کریگا ہم بھی اسکو غرق کرینگے۔ جو کسی کو جلائیگا ہم بھی اسکو جلا کر خاک کردینگے جو کسی کے گھر میں نقب لگائیگا۔ میں اسکے دل میں سوراخ کردونگا۔ جو کوئی قبر کھودیگا۔ میں اسی قبر میں اسے زندہ گاڑ دونگا۔ اگر تم اپنے ہاتھوں اور زبانوں سے مجھے روکوگے۔ تو میں اپنی زبان اور ہاتھ سے تمکو روکے رکھونگا۔ خبردار! مجھ سے بچے رہنا۔ اگر تم میں سے کسی نے اسکے خلاف ظاہر کیا جو عوام الناس کر رہے ہوں تو میں اسکی گردن ماردونگا میرے اور بعض لوگوں کے مابین کینہ تھا مگر میں نے انکی بات پر کان نہیں دھرا۔ اور اسکو پاؤں سے روند دیا۔ پس اگر تم میں سے کوئی نیکوکار ہے تو اس پر احسانات زیادہ ہونگے۔ اور تم میں سے جو زشت کار ہیں ان کو چاہئے کہ وہ اپنی زشت فعلی سے باز آئیں۔ اگر تم میں سے کسی کو میرے بغض کی

شمشیر نے قتل کیا تو میں اسکی پردہ دری اور ہتک ستر نہ کرونگا حتی کہ وہ میرے سامنے ہو۔ اور اگر میں ایسا کروں تو میں اسکا مقابلہ نہ کرونگا۔ لہذا اب تم اپنے امور کو از سر نو شروع کرو۔ اور آپ ہی اپنی مدد کرو۔ بہت سے اندوہگیں ایسے ہونگے جو ہمارے آنے سے خوش ہونگے اور بہت سے خوش ہونے والے ایسے ہونگے جو ہمارے آنے سے غمگین ہونگے۔ اے لوگو! ہم تمھارے نگہبان اور تم کو دشمنوں سے بچانے والے ہو گئے ہیں۔ خدائے تعالے کے اس غلبے وطاقت سے جو اسنے ہمیں عطا کی ہے۔ ہم تمھاری نگہبانی کرتے ہیں۔ اور اللہ کا جو سایہ ہمپر ہے۔ اس سے ہم تمکو تمھارے دشمنوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔ جو کچھ ہم چاہیں اسکی اطاعت تم پر فرض ہے۔ اور تمھاری طرف سے ہمپر ہر اس چیز کے متعلق عدل وانصاف کرنا واجب ہے جس کے ہم والی بنائے گئے ہیں۔ تم اپنی خیر خواہی سے ہمارے عدل وانصاف اور داد ودہش کے مستحق بنو۔ اور جان رکھو کہ اگر میں اس سے قاصر بھی رہا تو تین باتوں سے ہرگز قاصر نہ رہونگا۔ میں تمھارے کسی طالب حاجت سے روپوش نہ ہونگا۔ خواہ وہ رات ہی کو آکر میرے مکان پر دستک دے میں کسی کی تنخواہ یا وظیفہ کو عین وقت پر ادا ہونے سے نہ روکونگا۔ تمھارے لئے کسی فوج کو بھی نہ رکھونگا تم خدائے تعالے سے اپنے ائمہ کیلئے دعائے خیر کرو۔ کیونکہ وہ تمھارے نگہبان اور تمکو ادب سکھانیوالے ہیں اور وہ تمھاری جائے پناہ ہیں جسمیں تم پناہ گزیں ہوتے ہو۔ تم لوگوں کی بہتری میں ان لوگوں کی بہتری بھی ہے۔ اپنے دلوں میں انکی طرف سے کینہ جاگزیں نہ ہونے دو۔ تاکہ اس وجہ سے تمھارا غیظ وغضب بھڑک نہ اٹھے۔ اور تمھارے غم میں زیادتی نہ ہو۔ ایسی حاجت کے طلبگار نہ ہو جو پوری کیجائے تو تم کو ضرر پہونچائے۔ میں خدائے تعالے سے دعا کرتا ہوں کہ تم سب کو تم سب کیلئے مددگار بنائے۔ تم جب دیکھو کہ میں تمھارے لئے کوئی امر نافذ کرتا ہوں تو اسے اسی طرح نافذ وجاری رہنے دو قسم بخدا تم میں سے بہت لوگ میرے ہاتھ سے مارے جائینگے ہر شخص کو چاہیئے کہ میرے کشتوں میں شامل ہونے سے حذر کرے۔"

عبداللہ ابن الاہتم نے اٹھ کر کہا "اے امیر! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کو خدائے تعالے کی طرف سے حکمت اور فضل خطاب کی خوبیاں عطا ہوئی ہیں"۔ زیاد نے جواب دیا "نہیں تم جھوٹ بولتے ہو۔ یہ حضرت داؤدؑ کی صفات تھیں"۔

احنف نے کہا: "اے امیر! آپ نے جو کچھ فرمایا خوب فرمایا۔ آزمائش کے بعد ثنا اور عطا کے بعد حمد ہوا کرتی ہے۔ جب تک ہم آزمائش نہ کرلیں ہم تعریف نہ کرینگے۔" زیاد نے جواب دیا: "تم نے سچ کہا۔"

اس کے بعد ابو بلال مرداس ابن اُدیّہ (جو خوارج میں سے تھا) کھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا: "کہ خدائے تعالےٰ نے جو خبر دی ہے وہ اس سے متغائر ہے جو آپ نے فرمایا ہے۔ خدا فرماتا ہے "وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ - وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ" (کیا اسکو ان باتوں کی خبر نہیں پہونچی جو موسیٰ کے صحیفوں میں اور ابراہیم کے صحیفوں میں جس نے اپنی زندگی میں حق بندگی پورا ادا کیا۔ لکھا ہوا ہے کہ کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا اور یہ کہ ہر انسان کیلئے اتنا ہی مقدر ہے جتنے کے لئے وہ سعی کرے) اے زیاد! خدائے تعالےٰ نے ہم سے بہ نسبت آپ کے بہتر وعدہ فرمایا ہے۔" زیاد نے جواب دیا کہ "جو کچھ تم یا تمہارے دوست چاہتے ہیں اسکو پورا کرنے کی ہمارے پاس کوئی سبیل نہیں۔ جب تک کہ ہم اس کے حصول کیلئے خون میں نہ نہا لیں"

زیاد نے عبداللہ ابن حصن کو اپنا صاحب الشرط مقرر کیا۔

اس نے لوگوں کو اتنی مہلت دی کہ خبر کوفے پہونچی اور پھر وہاں سے خبر وصول ہوجانے کی اطلاع آگئی۔ اس کے بعد میں اسکا یہ قاعدہ ہوگیا تھا کہ وہ عشاء کی نماز بہت دیر سے پڑھتا تھا اور اس کے بعد کسی شخص سے کہتا تھا کہ سورۂ بقر۔ (یا اسی قسم کی طویل سورۃ) پڑھو۔ اس سے فارغ ہو کر اتنے عرصے کیلئے ٹھیرتے تھے کہ ایک آدمی وہاں سے شہر بصرہ کی انتہائی حد تک جاسکے۔ پھر اپنے صاحب الشرط عبداللہ ابن حصن کو شہر میں روند کرنے کا حکم دیتے تھے۔ چنانچہ وہ باہر جاتا اور ہر اس شخص کو جو باہر جاتا نظر آتا قتل کر دیتے۔ اتفاق سے ایک رات ایک اعرابی اسی طرح پکڑا گیا۔ صاحب الشرط نے اسے زیاد کے سامنے پیش کیا۔ زیاد نے پوچھا کہ "کیا تم نے منادی نہیں سنی؟" اس نے کہا کہ "خدا کی قسم میں نے نہیں سنی۔ میں تو یہاں اپنی دودھ دینے والی اونٹنی لیکر آیا تھا۔ اتنے میں رات نے مجھے آلیا۔ میں مجبوراً اسے لیکر یہیں ایک جگہ ٹھیر گیا۔ کہ صبح ہو تو چلوں۔ مجھے امیر کے حکم کی خبر نہیں ہے۔" زیاد نے کہا کہ "بخدا میں تمہیں صادق القول سمجھتا ہوں لیکن تمہارے قتل میں امت کی بہتری ہے۔" یہ کہکر اسکے قتل کا حکم دیا۔ چنانچہ اسکی گردن ماردی گئی۔

زیاد پہلا شخص تھا جس نے سلطنت کی بنیاد مستحکم کی اور معاویہ کی حکومت مضبوط کر دی انھوں نے تلوار میان سے نکالی۔ محض ظن و گمان پر گرفتار کیا۔ اور شبہہ پر بھی لوگوں کو سزائیں دیں۔ لوگ ان سے سخت خائف ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر شخص ایک دوسرے سے امن میں ہو گیا۔ یہ نوبت آگئی تھی کہ اگر کسی مرد یا عورت کے ہاتھ سے کوئی چیز گر جاتی تو کوئی اسکو نہ چھیڑتا۔ اور آخر اس چیز کا مالک خود ہی آکر اسکو اٹھاتا کوئی شخص اپنے مکان کے دروازے تک بند نہیں کرتا تھا۔ انھوں نے سرکاری بھنڈار خانہ قائم کیا اور شرطہ کی تعداد چار ہزار تک پہنچا دی۔ ایک مرتبہ ان سے کہا گیا کہ راستہ خطرناک ہو گیا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ "میں شہر کے باہر کے جھگڑوں میں نہیں پڑتا۔ شہر کی اصلاح چاہتا ہوں۔ اگر وہ مجھپر غالب آجائے تو اس کے سوا اور کوئی اس سے زیادہ غلبے والا ابھی موجود ہے" انھوں نے یہی کیا کہ جب شہر صلاحیت پر آگیا تو انھوں نے شہر کے ماوراء کا بھی انتظام شروع کر دیا۔ اور اسے بھی محکم اور مضبوط کیا۔

زیاد کے عمال کا بیان

زیاد نے حضرت رسول اللہ صلعم کے متعدد اصحاب سے مدد لی مثلاً عمران ابن حصین الخزاعی۔ جن کو انھوں نے بصرے کا قاضی بنایا۔ انس ابن مالک۔ عبد الرحمن ابن سمرہ۔ اور سمرہ ابن جندب۔ مگر عمران نے عہدۂ قضاء سے استعفار دے دیا۔ ان کی جگہ پہلے عبد اللہ ابن فضالۃ اللیثی کو پھر ان کے بھائی عاصم کو پھر زرارہ ابن اوفے کو اسی عہدے پر مقرر کر دیا۔ زرارہ کی ہمشیرہ زیاد کی زوجہ تھیں۔

کہتے ہیں کہ زیاد پہلے شخص تھے جو اپنی سواری کے آگے آگے تازیانہ اور کڑکیت لیکر نکلتے تھے۔ انھوں نے پانسو چوکیداروں کی ایک گراں اور سنگین جماعت قائم کی۔ جو کسی وقت مسجد سے جدا نہ ہوتی تھی۔

انھوں نے خراسان کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ اور ان پر اس طرح ایک ایک عامل مقرر کیا کہ (۱) مرو پر امیر ابن احمر (۲) نیشاپور پر خلید ابن عبد اللہ الحنفی (۳) مرو الروذ۔ فاریاب۔ اور طالقان پر قیس ابن ہیثم اور (۴) ہرات بادغیس اور بوشنج پر نافع بن خالد الطاحی کو مقرر کیا۔ بعد میں وہ نافع ابن خالد سے

ناراض ہو گئے۔ اور اس لئے انکو معزول کر دیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ نافع نے بازِ زہر کا ایک خوان ان کو بھیجا جس میں پائے بھی اسی کے لگے ہوئے تھے۔ نافع نے اس کا ایک پایہ نکال کر اس جگہ ایک طلائی پایہ لگایا اور اپنے غلام مسمی زید کے ہاتھ زیاد کے پاس بھیجا۔ وہ نافع کے تمام امور سے واقف تھا۔ اس نے زیاد سے نافع کی چغلی کھائی اور کہا کہ "نافع نے آپ سے خیانت کی ہے اور خوان کا ایک پایہ نکال لیا ہے" اس بنا پر زیاد نے ان کو معزول کر کے قید کر دیا۔ اور ایک لاکھ (اور بقول بعض آٹھ لاکھ) جرمانہ کرنے کا حکم لکھا۔ مگر قبیلہ ازد کے چند آدمیوں نے جب ان کی سفارش کی تو ان کو رہا کر دیا۔ لیکن ان کی جگہ حکم ابن عمرو الغفاری کو جو صحابۂ کرام میں سے تھے۔ مقرر کر دیا۔ ان کے تقرر کا یہ قصہ ہے کہ زیاد نے اپنے حاجب سے کہا حکم (انکی مراد حکم ابن ابی العاص الثقفی سے تھی) کو بلاؤ" ان کا ارادہ تھا کہ انہیں والی خراسان مقرر کر دیا جائے۔ چنانچہ ان کے دربان نے باہر جا کر دیکھا تو حکم ابن عمرو الغفاری موجود تھے۔ ان ہی سے کہا کہ "چلئے آپ کو بلاتے ہیں" زیاد ان کو دیکھکر کہنے لگے کہ میں نے آپ کو نہیں بلایا تھا۔ مگر اللہ تعالےٰ کا ارادہ یہی معلوم ہوتا ہے" یہ کہکر ان کو والی خراسان مقرر کر دیا۔ اور چند آدمیوں کو خراج وصول کرنے کے لئے ان کے ہمراہ کر دیا۔ جن میں اسلم ابن زُرعہ الکلابی وغیرہ شامل تھے۔ حکم نے طخارستان پر فوج کشی کی اور بہت سی اموال غنیمت لیکر واپس آئے۔ بعد میں فوت ہو گئے۔ اور انس ابن ابی اُناس ابن زُنیم کو اپنا جانشین بنا کر چھوڑ گئے۔ مگر زیاد نے اسے معزول کر دیا۔ اور خُلَید بن عبداللہ الحنفی کو ولایت خراسان پر مقرر کر دیا۔ پھر ربیع ابن زیاد الحارثی کو بصرے اور کوفے کے پچاس ہزار آدمی دیکر روانہ کیا۔

متعدد واقعات

اس سال مروان ابن الحکم نے (جو ان دنوں مدینے کا حاکم تھا) لوگوں کے ساتھ حج کیا۔

اسی سال (اور بقول بعض ۵۵ھ میں) زید ابن ثابت۔ اور عاصم ابن عدی الانصاری البلوی نے انتقال کیا۔ عاصم جنگ بدر میں شریک تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے

کہ وہ جنگ بدر میں موجود نہ تھے۔ بلکہ رسول اللہ صلعم نے انکو مدینے کی طرف بھیج دیا تھا۔ اور مال غنیمت سے اُن کو حصہ دیا تھا۔ انکی عمر ایک سو بیس برس کی ہوئی ؛

اسی سال سلمہ ابن سلامہ ابن وقش الانصاری مدینے میں فوت ہوئے۔ وہ عقبہ اور بدر میں شریک تھے۔ ان کی عمر ستر سال کی ہوئی ؛

اسی سال ثابت ابن ضحاک ابن خلیفۃ الکلابی نے بھی انتقال کیا۔ وہ اصحاب شجرہ میں سے تھے۔ اور ابو جُبیرؓ ابن الضحاک کے بھائی تھے ؛

۴۶ھ کے واقعات

اس سال مالک ابن عبداللہ نے اہل روم کے ملک میں موسم سرما بسر کیا۔ اسمیں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ موسم سرما بسر کرنے والے عبدالرحمن ابن خالد ابن ولید تھے۔ اور بعض کا خیال ہے کہ مالک ابن ہبیرۃ السکونی تھے ؛

اس سال عبدالرحمن ابن خالد ابن ولید بلاد روم سے حمص گئے اور وہاں فوت ہو گئے ؛

عبدالرحمن ابن خالد ابن ولید کی وفات کا بیان

ان کی موت کا سبب یہ ہوا کہ اہل شام کے ہاں ان کی شان و شوکت بہت بڑھ گئی تھی۔ اور ان کے والد کے آثار حسنہ کی وجہ سے لوگ انکی طرف مائل تھے۔ مزید براں ان کا اہل روم پر چیرہ دست اور قوی شوکت ہونا اور انکا دبدبہ بھی اہل شام کو ان کا گرویدہ کر چکا تھا۔ اس وجہ سے امیر معاویہ ان سے خائف ہو گئے۔ چنانچہ انھوں نے ابن اُثال النصرانی کو حکم دیا کہ کسی حیلہ سے عبدالرحمن کو قتل کر دے۔ اور اس سے عمر بھر کے لئے معافی خراج اور خدمت وصول خراج حمص کا وعدہ کیا۔ جب عبدالرحمن ابن خالد روم سے واپس آئے تو ابن اُثال نے ان کے کسی غلام سے سازش کر کے ان کو زہر آلود شربت پلا دیا۔ جس سے وہ جاں بر نہ ہو سکے۔ اور انتقال کیا۔ امیر معاویہ نے ابن اُثال سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کیا ؛

خالد ابن عبدالرحمن بن خالد مدینے گئے تو ایک دن عروہ بن زبیر سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے ابن اُثال کے واقعہ کا ذکر کیا۔ خالد ابن عبدالرحمن اسی وقت حمص کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور وہاں پہنچکر ابن اُثال کو قتل کیا۔ لوگ انھیں امیر معاویہ کے پاس لے گئے۔

انھوں نے ان کو چند روز تک قید رکھا پھر ان سے ابن اثال کا خون بہا لیکر انھیں رہا کر دیا۔ خالد پھر مدینے واپس گئے۔ عروہ نے پھر وہی ذکر چھیڑا اور کہا کہ "دیکھئے ابن اثال نے کیا حرکت کی"! خالد نے جواب دیا کہ "خیر۔ ابن اثال کا تو میں خاتمہ کر چکا ہوں۔ مگر یہ فرمائیے کہ ابن جُرموز نے کیا کیا تھا؟" (ابن جرموز زبیرؓ کا قاتل تھا)۔ یہ سنکر عروہ خاموش ہو گئے۔

سہم اور خطیم کے خروج کا بیان

اس سال خطیم (یعنی یزید بن مالک الباہلی) اور سہم ابن غالب الہجیمی نے خروج کیا اور خوارج کا شعار (لاحکم الا اللہ) پکارنا شروع کیا۔ سہم نے اہواز جاکر خوارج کا شعار پکارا مگر وہاں سے واپس آیا اور چھپ گیا۔ پھر امان طلب کی۔ مگر زیاد نے امان نہ دی۔ بلکہ اسے طلب کیا۔ اور گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ پھر اسی کے دروازے پر اسکو کئی دن تک لٹکائے رکھا خطیم۔ اسے زیاد نے گرفتار کر کے بحرین روانہ کر دیا۔ پھر اسکو واپس بلایا۔ اور اور قتیبہ ابن مسلم کے والد مسلم ابن عمر الباہلی سے کہا کہ اس کی ضمانت دو۔ انھوں نے ضمانت دینے سے تو انکار کیا مگر یہ کہا کہ اگر یہ کبھی گھر سے باہر رات گذارے گا تو میں آپ کو اطلاع کر دونگا۔ اس کے بعد ایک دن مسلم نے زیاد سے بیان کیا کہ آج خطیم رات کو اپنے مکان میں نہیں رہا۔ "چنانچہ زیاد کے حکم سے اسے قتل کر کے قبیلہ باہلہ میں پھینک دیا۔ اس کا مفصل ذکر پہلے آچکا ہے۔ مگر ہم نے یہاں یہ واقعہ اس لئے بیان کیا۔ کہ وہ اسی سال میں قتل کیا گیا تھا؛

متعدد واقعات

اس سال عتبہ ابن ابو سفیان نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ ان دنوں عمال وہی تھے جن کا ذکر ہو چکا ہے؛

اسی سال صالح ابن کیسان نے انتقال کیا۔ وہ بنو غفار (اور بقول بعض بنو عامر) کے موالی تھے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ خزاعی تھے؛

۴۷ھ کے واقعات

اس سال مالک ابن ہبیرہ نے اہل روم کے ملک میں اور عبدالرحمٰن القینی نے

انطاکیہ میں موسم سرما بسر کیا۔

عبداللہ ابن عمرو کی ولایت مصر سے معزولی اور ابن حدیج کے تقرر کا بیان

اسی سال عبداللہ ابن عمرو ابن العاص ولایت مصر سے معزول کئے گئے۔ اور امیر معاویہ نے انکی جگہ معاویہ ابن حدیج کو جو عثمانی تھے مقرر کیا۔ عبدالرحمٰن ابن ابو بکر ان کے پاس گئے اور کہا کہ "اے معاویہ (یعنی ابن حدیج) آپ نے معاویہ سے جزا حاصل کر لی۔ کیونکہ آپ نے میرے بھائی محمدؓ کو اسی لئے قتل کیا تھا۔ کہ آپ والی مصر ہو جائیں۔ چنانچہ ہو گئے"۔ انھوں نے جواب دیا کہ "میں نے محمدؓ کو صرف اس لئے قتل کیا تھا کہ انھوں نے حضرت عثمانؓ کے ساتھ وہ حرکت کی تھی"۔ عبدالرحمٰن نے جواب دیا کہ "اگر آپ کو صرف حضرت عثمانؓ ہی کے خون کا بدلہ لینا منظور تھا۔ تو امیر معاویہ کے کاموں میں ان کے ساتھ شریک نہ ہوتے۔ جبکہ عمرو نے اشعری کے ساتھ وہ کچھ کیا جو کیا۔ آپ نے جھٹ پٹ سب سے پہلے اسی ہی سے بیعت کر لی"۔

جنگ غور کا بیان

اس سال حکم ابن عمرو غور کے پہاڑوں کی طرف روانہ ہوئے۔ اور وہاں کے اہالی پر جو سرکش ہو گئے تھے حملہ آور ہوئے۔ اور تلوار کے زور سے ان کو فتح کیا۔ وہاں سے ان کو بہت سامال غنیمت وصول ہوا۔ اور بہت سے قیدی ہاتھ آئے۔ حکم اس جنگ سے واپس آکر (بقول بعض) مرو میں فوت ہو گئے۔ حکم نے اپنی ولایت کے زمانے میں نہر کو قطع کیا مگر فتح نہ کیا۔ مسلمانوں میں سے پہلا شخص جس نے نہر کا پانی پیا وہ حکم کا غلام تھا۔ اس نے اپنی ڈھال میں پانی لیکر پیا اور حکم کو بھی دیا۔ انھوں نے اسے پیا۔ اور اس سے وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی یہ پہلے مسلمان تھے جنھوں نے ایسا کیا۔ اور وہاں سے واپس آئے۔

مہلب کے حملے کا بیان

مہلب خراسان میں حکم ابن عمرو کے ساتھ تھے اور ان کے ہمراہ ترکوں کے

ایک پہاڑ پر جنگ میں بھی شریک تھے۔ اور ان کو لوٹا تھا۔ اس کے جواب میں ترکوں نے گھاٹیاں اور دوسرے راستے بند کر دیئے۔ حکم اس سے عاجز آ گئے۔ اور جنگ کا انتظام مہلب کے سپرد کر دیا۔ انھوں نے طرح طرح کے حیلوں اور دھوکوں سے ترکوں کے بڑے بڑے آدمیوں میں سے ایک کو قید کر دیا۔ اور اس سے کہا کہ "تم ہمیں اس ضیق سے نکالو۔ ورنہ میں تم کو قتل کر دونگا" اس شخص نے کہا کہ "یوں کرو کہ ان تمام راستوں میں سے ایک میں آگ جلاؤ اور اپنے بار ہائے گراں کو اس کی طرف کو لیجاؤ تو وہ لوگ اور سب راستوں کو چھوڑ کر وہیں آ کر جمع ہو جائینگے۔ تم جلدی سے دوسرے راستے سے نکل جانا۔ جب تک کہ تم وہاں سے بالکل پار نہو جاؤ گے وہ تم کو پکڑ نہ سکیں گے" مہلب نے ایسا ہی کیا۔ اور ان کے ہمراہی اپنے اموال غنیمت لیکر وہاں سے صحیح و سلامت نکل آئے ۔

اس سال عتبہ ابن ابی سفیان (اور بقول بعض عنبسہ ابن ابی سفیان) نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ ان دنوں والی وہی اصحاب تھے جن کا ذکر ہو چکا ہے ۔

سنہ ۴۸ھ کے واقعات

اسی سال عبدالرحمٰن القینی نے انطاکیہ میں موسم سرما بسر کیا۔ اور عبداللہ بن قیس الفزاری کا موسم گرما۔ اور مالک ابن ہبیرہ السکونی کی جنگ بحر میں ہوئی۔ اسی سال عقبہ ابن عامر الجہنی نے بحرین اور مدینے کے باشندوں سے جنگ کی ۔

اسی سال زیاد نے غالب بن فضالۃ اللیثی کو خراسان کا حاکم مقرر کیا۔ یہ صحابہ میں سے تھے ۔

اسی سال مروان نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ اس کو اندیشہ تھا کہ امیر معاویہ سے جو ان کو رنج پہنچا تھا شاید اس کی بنا پر وہ معزول کر دیا جائے۔ امیر معاویہ نے اس سے فدک جو پہلے اس کو دیدیا تھا واپس لے لیا ۔

اس سال وہی حضرات مختلف شہروں کے والی رہے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے ۔

سنہ ۴۹ھ کے واقعات

اسی سال مالک ابن ہبیرہ نے سرزمین روم میں موسم سرما بسر کیا ۔

اسی سال فضالہ ابن عُبید نے حرؔہ میں جنگ کی اور وہیں سرما بسر کیا۔ انھوں نے اسے فتح کیا اور بہت کچھ مال و متاع ان کے ہاتھ آیا۔ وہیں عبداللہ بن کرز البجلی نے موسم گرما بسر کیا۔

اسی سال یزید ابن شجرۃ الرہاوی نے بحر میں جنگ کی اور اہل شام میں موسم سرما بسر کیا۔

اسی سال عقبہ ابن نافع بھی بحری جنگ میں مشغول رہے۔ اور موسم سرما اہل مصر کے ہاں بسر کیا۔

جنگ قسطنطنیہ کا بیان

اس سال (اور بقول بعض ۵۰ھ میں) امیر معاویہ نے ایک فوج کثیر بغرض جنگ بلاد روم کی طرف روانہ کی۔ سفیان ابن عوف کو ان پر امیر مقرر کیا۔ اور اپنے بیٹے یزید کو ان کے ہمراہ جانے کا حکم دیا۔ یزید نے اس کو بار گراں سمجھ کر سستی کی اور مرض کا بہانہ کیا۔ اس لئے اس کے والد نے اس کو رہنے دیا۔ اتفاق سے جنگ میں لوگوں کو بھوک اور مرض شدید کا سامنا کرنا پڑا۔ اس پر یزید نے یہ اشعار پڑھے (ترجمہ)

"مجھے اس بات کی پروا نہیں ہے کہ ان کی افواج پر مقام فرقدونہ میں بخار اور چیچک کی کیا کیا مصیبتیں پڑیں۔ اس وقت جبکہ میں دیر مران میں تکیہ لگائے ہوئے بیٹھا تھا اور ام کلثوم میرے پاس تھی"۔

ام کلثوم یزید کی بیوی کا نام تھا۔ جو عبداللہ ابن عامر کی صاحبزادی تھیں۔

جب معاویہ کو اس کے ان اشعار کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے قسم کھائی کہ "میں یزید کو ضرور سفیان کے پاس قسطنطنیہ بھیجونگا۔ تاکہ جو مصائب اوروں پر پڑے ہیں اس پر بھی پڑیں"۔ چنانچہ یزید کے ہمراہ اور بہت سے آدمی روانہ ہوئے جن کو اسکے والد نے اسکے ساتھ کر دیا تھا۔ اس لشکر میں ابن عباس۔ ابن عمر و ابن زبیر۔ ابوایوب الانصاری اور عبدالعزیز ابن زرارۃ الکلابی وغیرہ حضرات بھی شامل تھے۔ وہ شان و شوکت سے بلاد روم میں گھستے چلے گئے تا آنکہ شہر قسطنطنیہ تک پہنچ گئے۔ چند روز تک مسلمانوں اور رومیوں میں جنگ ہوتی رہی۔ اور ہوتے ہوتے سخت لڑائی ہونے لگی۔ عبدالعزیز شہید

ہونے کے ارادے سے بار بار آگے بڑھتے تھے۔ مگر شہید نہیں ہوئے۔ اس پر انھوں نے یہ اشعار پڑھے۔ (ترجمہ)

میں نے زمانے میں مختلف اطوار سے زندگی بسر کی ہے۔ میں نے اس میں نرمی بھی دیکھی اور سختی بھی جھیلی۔ میں نے خوب اُسے آزمایا ہے اسکی نعمتیں مجھے مسرور نہیں کرتیں۔ اور نہ میں کبھی اس کے مصائب سے سراسیمہ اور خائف ہی ہوا۔ کوئی امر واقع ہونے سے پہلے مجھے فکرمند نہیں کرتا اور واقع ہونے کے بعد مجھے پریشانی میں نہیں ڈال سکتا۔"

یہ کہکر انھوں نے اپنے قریب کے دشمنوں پر حملہ کیا۔ اور ان کی صفوں کو چیرتے ہوئے دور تک چلے گئے۔ آخر اہل روم نے ان پر نیزوں کے وار کر کرکے انھیں شہید کر دیا۔ (رحمہ اللہ) جب امیر معاویہ کو انکی شہادت کی خبر ملی انھوں نے عبدالعزیز کے والد سے کہا "خدا کی قسم عربوں کا جوان مرد بہادر مر گیا"۔ انھوں نے پوچھا کہ "میرا بیٹا یا تمہارا"۔ کہا کہ "تمہارا خدا تمکو اجر نیک دے"۔ انھوں نے جواب میں یہ اشعار پڑھے۔ (ترجمہ)

"اگر موت اس پر آپڑی ہے اور کلابی کا مغز کچلا گیا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ کیونکہ ہر جوان کو اپنا کاسہ موت پینا ہے۔ خواہ وہ چھوٹی عمر میں پیئے یا بڑا ہو کر"۔

اس کے بعد یزید مع فوج کے شام کو واپس آگیا۔ ابو ایوب الانصاری نے قسطنطنیہ کے قریب ہی وفات پائی اور اس کی فصیل کے قریب مدفون ہوئے۔ وہاں کے باشندے ان کے وسیلے سے باران طلب کرتے ہیں۔ وہ بدر، احد اور تمام غزوات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں شریک تھے۔ علیٰ ہذا القیاس وہ جنگ صفین وغیرہ میں حضرت علیؓ کے ہمراہ بھی جنگ آزمائی کر چکے تھے۔

مروان کے مدینے سے معزول ہونے اور سعید کے تقرر کا بیان

اسی سال امیر معاویہ نے ماہ ربیع الاول میں مروان ابن الحکم کو مدینے سے معزول کرکے ماہ ربیع الآخر میں اور بقول بعض ماہ ربیع الاول میں سعید ابن العاص کو مقرر کیا۔ امیر معاویہ کی جانب سے مروان ابن الحکم کی حکومت مدینہ کا کل عرصہ آٹھ سال اور دو ماہ کا ہوتا ہے۔ ان کے زمانے میں عبداللہ ابن حارث ابن نوفل مدینے کے قاضی تھے۔ سعید نے والی مدینہ ہونے پر ان کو معزول کر دیا۔ اور ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن کو عہدہ قضاء پر مقرر کیا۔

حضرت امام حسنؓ ابن علیؓ ابن ابی طالب کی وفات کا بیان ؀

اسی سال حضرت امام حسنؓ نے وفات پائی۔ ان کی زوجہ بنت اشعث ابن قیس الکندی نے ان کو زہر دیدیا۔ انھوں نے وصیت کی کہ مجھے رسول اللہ صلعم کے پاس دفن کیا جائے بشرطیکہ ایسا کرنے سے فتنہ وفساد کا اندیشہ نہ ہو۔ اگر فتنہ انگیزی کا خطرہ ہو تو مجھے عام مسلمانوں کے قبرستان میں لے جاکر دفن کر دینا۔ حضرت امام حسینؓ نے حضرت عائشہ صدیقہ سے اجازت طلب کی۔ چنانچہ انھوں نے اجازت دے دی۔ جب ان کا انتقال ہوگیا۔ تو لوگوں نے چاہا کہ ان کو رسول اللہ کے پاس دفن کریں۔ سعید ابن العاص جو اس وقت امیر مکہ تھے مطلق مزاحم نہ ہوئے۔ مگر مروان ابن الحکم نے سر اٹھایا۔ چنانچہ انھوں نے بنو امیہ اور ان کے طرف داروں کو جمع کرکے اسمیں رکاوٹ پیدا کی۔ امام حسینؓ نے چاہا کہ ان کا مقابلہ کریں مگر ان سے لوگوں نے کہا کہ "آپ کے بھائی صاحب نے یہ کہدیا تھا کہ اگر فتنہ وفساد کا اندیشہ ہو تو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ اور یہ یقیناً فتنہ ہی ہے۔" اس پر وہ خاموش رہ گئے۔ سعید بن العاص نے انکی نماز جنازہ پڑھائی۔ امام حسینؓ نے ان سے کہا کہ "اگر نماز جنازہ کے لئے یہ سنت نہ ہوتی تو میں تمکو ہرگز نماز نہ پڑھنے دیتا۔"

۵۰ھ کے واقعات

اس سال بسر بن ابی ارطاۃ اور سفیان ابن عوف الازدی نے قسطنطنیہ میں اور فضالہ ابن عُبَیدالانصاری نے بحر میں جنگ کی ؀

مغیرہ ابن شعبہ کی وفات اور زیاد کے والی کوفہ ہونے کا بیان

بعض مورخین کا خیال ہے (اور یہ خیال صحیح ہے) کہ اس سال شعبان میں مغیرہ ابن شعبہ نے انتقال کیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ کوفے میں طاعون پھیلا مغیرہ اس سے بچنے کے لئے وہاں سے بھاگ گئے۔ اور جب طاعون ختم ہوگیا تو پھر کوفے واپس آئے۔ مگر واپس آکر ان کو طاعون ہوا اور اسی میں انتقال کر گئے ؀

وہ طویل القامت اور یک چشم آدمی تھے ان کی آنکھ یرموک کے معرکے میں ضائع

ہوئی تھی۔ انتقال کے وقت ان کی عمر ستر برس کی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کی موت سنہ ۵۱ ھ میں ہوئی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ سنہ ۴۹ ھ میں ہوئی ہے۔

مغیرہ کے انتقال کے بعد امیر معاویہ نے زیاد کو کوفے کا عامل مقرر کیا یہ پہلے شخص ہیں جن کو کوفے اور بصرے دونوں کی ولایت ملی۔ چنانچہ زیاد مقرر ہوتے ہی اپنی جگہ سمرہ ابن جندب کو بصرے میں قائم مقام مقرر کرکے کوفے روانہ ہو گئے۔ وہ چھ مہینے کوفے میں قیام کرتے تھے اور چھ مہینے بصرے میں۔ ہ

جب زیاد کوفے پہنچے تو انھوں نے لوگوں کے سامنے تقریر کی۔ ابھی وہ منبر پر ہی تھے کہ لوگوں نے ان پر سنگریزہ باری شروع کر دی وہ بیٹھ گئے اور جب لوگ سنگریزہ باری سے رک گئے تو انھوں نے اپنے چند خاص خاص آدمیوں کو بلا کر کہا کہ مسجد کے دروازے روک لو۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر کہا کہ "ہر شخص کو چاہئے کہ اپنے اپنے ہمنشیں کو پکڑ لے۔ بعد میں کوئی یہ نہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ میرا ہمنشین کون ہے۔" پھر ایک کرسی منگوا کر مسجد کے دروازے پر بیٹھ گئے۔ اور ان کو چار چار کی ٹولیوں میں بلانا شروع کیا۔ اور ہر ایک سے قسم لیتے گئے کہ "ہم میں سے کسی شخص نے سنگریزہ نہیں پھینکا۔" جس نے قسم کھالی اسے رہا کر دیا۔ اور جس نے نہ کھائی اسے وہیں ٹھہرا لیا۔ تا آنکہ انکی تعداد تیس اور بقول بعض اسی تک پہنچ گئی۔ پھر وہیں کے وہیں ان کے ہاتھ کاٹ دئے۔ انھوں نے سب سے پہلے جس شخص کو کوفے میں قتل کیا وہ اوفے ابن حصن تھا۔ ان کو اسکے متعلق کچھ خبر ملی تھی۔ انھوں نے اس کو طلب کیا مگر وہ بھاگ گیا۔ لوگ ان کے سامنے پیش کئے گئے۔ جب وہ ان کے سامنے سے گذرا تو انھوں نے سوال کیا کہ "یہ کون ہے؟" اس نے جواب دیا کہ "اوفے ابن حصن۔" زیاد نے کہا کہ "تیری قضا تجھے یہاں لائی ہے۔ بتا کہ حضرت عثمانؓ کے بارے میں تیری کیا رائے ہے۔" کہا کہ "وہ حضرت رسول اللہ صلعم کے داماد تھے اور انکی دو صاحبزادیاں ان کے نکاح میں تھیں۔ پوچھا "امیر معاویہ کی نسبت تو کیا کہتا ہے۔" اس نے جواب دیا کہ "وہ ایک جواد اور حلیم آدمی ہیں۔" پھر زیاد نے سوال کیا کہ "میرے متعلق تو کیا کہتا ہے۔" اس نے کہا کہ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے بصرے میں کہا تھا۔ کہ میں تندرست آدمی کا بیمار سے اور آنے والے کا جانے والے سے مواخذہ کرونگا۔" کہا کہ "ہاں میں نے ایسا ہی کہا تھا۔ پھر؟" اوفے بولا "تب تو آپ اندھی اونٹنی کی طرح ناچتے ہی رہے۔" زیاد نے کہا کہ "آماس شکم کسی جماعت

کے شر سے نہیں ہے" اور اسے قتل کر دیا۔

جب زیاد کوفے پہونچے تو عمارہ ابن عقبہ ابن ابی معیط نے ان سے یہ بیان کیا کہ عمرو ابن حمق شیعان ابو تراب کو جمع کر رہا ہے۔ زیاد نے اسے بلا بھیجا اور کہا کہ "یہ سب جماعتیں کیوں جمع ہو رہی ہیں؟ جس شخص سے تم کو کلام کرنا ہو مسجد میں کلام کرو"۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ عمرو کے متعلق یزید ابن رُوَیم نے زیاد سے نمامی کی تھی۔ اور اس کے جواب میں زیاد نے یہ کہا تھا کہ "میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اور اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ اس کی پنڈلی کا مغز استخوان میرے بغض کی وجہ سے بہ گیا ہے تو بھی میں اس پر غصہ نہ ہوتا۔ حتیٰ کہ وہ مجھ پر حملہ کرتا"۔ سنگریزہ باری ہونے کے بعد زیاد نے مسجد میں مقصورہ بنا دیا۔

جب زیاد بصرے میں سمرہ کو اپنا قائم مقام بنا کر چھوڑ آئے تو سمرہ نے کثرت سے لوگوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ چنانچہ ابن سیرین کا بیان ہے کہ انھوں نے زیاد کی غیر حاضری میں آٹھ ہزار آدمیوں کو قتل کیا۔ زیاد نے ان سے پوچھا کہ "کیا تم کو خوف ہے کہ تم نے بیگناہ کو بھی قتل کر دیا"۔ کہا کہ "میں نے جتنے قتل کئے ہیں اگر اتنے اور قتل کر دیتا تب بھی مجھے خوف نہ ہوتا"۔

ابو سَوّار العدوی کا بیان ہے کہ "سمرہ نے ایک ہی صبح کو صرف میری قوم میں سے سینتالیس آدمی قتل کئے اور وہ سب کے سب جامع القران تھے"۔

ایک دن سمرہ سواری کے لئے نکلے تو ان کے دستے کے آگے کے چند آدمیوں نے ایک شخص کو قتل کر دیا۔ جب سمرہ اس شخص کے پاس سے گزرے تو اسے خون میں لتھڑا ہوا دیکھکر پوچھا کہ یہ کیا ہوا۔ کہا گیا کہ "آپ کے دستے کے اوائل نے اس بے چارے کی یہ گت بنائی ہے"۔ اس پر سمرہ نے کہا "کہ جب تم لوگ یہ سنا کرو کہ ہم سوار ہو کر نکلے ہیں تو ہمارے نیزوں سے بچا کرو"۔

قُرَیب کے خروج کا بیان

اسی سال قُرَیب الازدی اور زَحّاف الطائی نے خروج کیا۔ جو آپس میں خالہ زاد بھائی تھے۔ ان دونوں زیاد کوفے میں تھے۔ اور بصرے میں سمرہ ان کی قائم مقامی کر رہے تھے۔ قُرَیب اور زحاف بنو ضُبَیعہ کے ستر آدمیوں میں پہنچے اور ان کے ایک ضعیف العمر شخص کو قتل کر دیا۔

اس پر بنو علی اور بنوراسب کے چند نوجوانوں نے نکل کران پر تیر برسانے شروع کئے۔ اور عبداللہ بن اوس الطائی نے قُرَیب کو قتل کر ڈالا اور اس کا سر کاٹ کرلے گیا۔

زیاد نے خوارج کے معاملے میں بہت سختی کرلی اور لوگوں کو قتل کرنا شروع کیا اور سمرہ کو ایسا ہی کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس نے بھی کثیر التعداد آدمیوں کو تہ تیغ کیا۔ زیاد نے منبر پر ایک تقریر کی جس میں کہا کہ "اے اہل بصرہ خدا کی قسم تم لوگوں (یعنی خوارج) کے صفایا کرنے میں میری مدد کرو۔ ورنہ یاد رکھو کہ اگر ان میں سے ایک آدمی بھی بچ رہا تو اس سال تمھارے عطیات بالکل بند ہو جائیں گے" اتنا سننا تھا کہ سب لوگ ان لوگوں پر دوڑ پڑے اور ان کو قتل کر دیا۔

امیر معاویہ کے مدینے سے منبر اٹھا لانے کے ارادے کا بیان

اسی سال امیر معاویہ نے حکم دیا کہ رسول اللہ صلعم کا منبر مدینے سے شام میں منتقل کر دیا جائے اور کہا کہ "منبر اور رسول اللہ صلعم کا عصاء مدینے میں نہیں چھوڑے جا سکتے۔ کیونکہ ان لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا ہے" چنانچہ انھوں نے عصاء بھی طلب کیا جو ان دنوں سعد القراظ کے پاس تھا۔ جوں ہی منبر کو حرکت دی گئی آفتاب معرض کسوف میں آگیا۔ اور اس قدر تاریکی طاری ہوگئی کہ ستارے صاف نمودار ہو گئے۔ لوگوں کو یہ بات گراں گذری اور اس لئے امیر معاویہ نے اسے وہیں رہنے دیا۔

اسی کے متعلق ایک اور روایت یہ ہے کہ جابر اور ابوہریرہ نے امیر معاویہ سے جا کر کہا کہ "اے امیر المومنین یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ آپ رسول اللہ صلعم کے منبر کو اس جگہ سے ہٹاتے ہیں جہاں خود حضور نے اسے رکھدیا تھا۔ اور اگر آپ ان کا عصائے مبارک بھی شام کو لے جانا چاہتے ہیں تو بہتر ہے کہ خود مسجد کو بھی منتقل کر دیجئے۔ اس پر امیر معاویہ نے اس کو وہیں چھوڑ دیا۔ بلکہ اس میں چھ سیڑھیاں اور بڑھا دیں اور رہا نہ سکنے کا عذر کیا۔

جب عبدالملک ابن مروان بادشاہ ہوا تو اس کو پھر نقل منبر کا خیال آیا قَبِیصہ ابن ذُؤَیب نے اس سے کہا کہ "برائے خدا وہ یاد کیجئے کہ معاویہ نے اس کو حرکت دینی چاہی تھی کہ سورج کو گہن لگ گیا تھا۔ اور پھر رسول اللہ نے بھی یہ فرمایا ہے کہ جس شخص نے

میرے منبر پر خلاف قسم کھائی اُسے چاہئے کہ وہ آگ میں اپنا ٹھکانا بنالے۔ اور وہ اہل مدینہ کے نزدیک مقطع حقوق ہے"۔ یہ سنکر عبدالملک نے اس کو ترک کر دیا۔ جب اس کے بیٹے ولید نے حج کیا تو اس کو بھی یہی خیال آیا۔ اس پر سعید ابن مُسیّب نے عمر ابن عبدالعزیز کو کہلا بھیجا کہ "آپ اپنے دوست سے کہدیجئے کہ مسجد سے کسی قسم کا تعرض نہ کرے خدا کے غضب سے ڈرے"۔ چنانچہ عمر ابن عبدالعزیز نے ولید سے کہدیا اور اس نے یہ خیال ترک کر دیا۔ جب سلیمان بن عبدالملک نے حج کیا تو عُمر نے اس کو ولید کا قصہ سنایا۔ سلیمان نے کہا کہ "میں اس بات کو پسند نہیں کرتا تھا کہ امیرالمومنین عبدالملک یا ولید کا مجھ سے ایسا ذکر کیا جاوے۔ ہم نے دنیا کو تولے لیا ہے اور وہ ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ اب ہم یہ چاہیں کہ اسلام کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے کسی پر قبضہ کریں جس کی طرف وفود جاتے ہیں اور یہ بات خلاف مصلحت ہے"۔

اسی سال معاویہ ابن حُدیج السکونی کو مصر سے معزول کر کے مَسلمہ ابن مُخلّد کو ان کی جگہ والی مصر مقرر کیا گیا۔ اور افریقیہ بھی ان کے ماتحت کر دیا گیا۔ قبل اس کے کہ امیر معاویہ مسلمہ کو افریقیہ اور مصر کا عامل مقرر کریں انھوں نے عقبہ ابن نافع کو افریقیہ بھیجا تھا جنھوں نے شہر قیروان کو بسایا وہ ایک جنگل تھا جہاں درندوں اور سانپوں وغیرہ کی کثرت کی وجہ سے کوئی شخص جانے کی ہمت نہ کرتا تھا۔ انھوں نے خدائے تعالےٰ سے دعا کی کہ ان کو دفع کرے۔ چنانچہ وہاں کی یہ حالت ہوئی کہ ہر قسم کے موذی جانور وہاں سے بھاگ نکلے گئے۔ یہاں تک کہ درندے بھی اپنے بچوں کو اٹھا اٹھا کر لے گئے۔ اس کے بعد انھوں نے ایک جامع مسجد قائم کی۔ الغرض امیر معاویہ نے معاویہ ابن حدیج کو مصر سے معزول کیا اور عُقبہ ابن نافع کو افریقیہ سے معزول کر کے ان دونوں پر مَسلمہ ابن مخلد کو مقرر کیا مسلمہ پہلے شخص تھے جو مصر اور مغرب (افریقیہ) دونوں کے حاکم بنائے گئے تھے اور مسلمہ نے اپنے موالی میں سے ابوالمہاجر نام ایک شخص کو اپنی جانب سے حاکم افریقیہ مقرر کیا۔ اور وہ امیر معاویہ کی وفات تک وہیں رہے۔

عقبہ بن نافع کی ولایت افریقیہ اور بنائے مدینہ قیروان کا بیان

ابو جعفر طبری کا بیان ہے کہ اس سال مسلمہ ابن مخلد افریقیہ کے عامل مقرر ہوئے۔ اور

یہ کہ ان سے قبل عقبہ افریقہ کے حاکم تھے۔ اور انھوں نے قیروان کی بنیاد ڈالی۔

مورخین مغرب نے جو کچھ لکھا ہے وہ یہ ہے کہ اسی سال میں عقبہ ابن نافع ہی عامل افریقہ مقرر ہوئے۔ اور اسی سال انھوں نے قیروان کی بنیاد ڈالی۔ اور یہ کہ وہ وہاں ۵۵ھ تک رہے جب مسلمہ ابن مخلد ان کی جگہ مقرر ہو کر آگئے۔ ظاہر ہے کہ وہ لوگ اپنے ملک کا حال دوسرے لوگوں سے بہتر جانتے ہیں۔ چنانچہ میں بھی وہی بیان کرتا ہوں جو انھوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ ان کا قول ہے کہ امیر معاویہ نے معاویہ ابن حدیج کو افریقہ سے معزول کر کے عقبہ ابن نافع الفہری کو مقرر کیا جو عمرو ابن العاص کے فتح افریقہ کے زمانے سے برقہ اور زویلہ میں مقیم تھے۔ اور ان بلاد میں جہاد و فتوحات کر چکے تھے۔ جب امیر معاویہ نے ان کو مقرر کیا تو دس ہزار شہسوار انکے پاس بھیجے۔ جن کو لیکر وہ افریقہ میں داخل ہوئے۔ ادھر اہل بربر میں سے جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے وہ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اس طرح جب ان کے پاس جماعت کثیر جمع ہو گئی تو انھوں نے اہل بلاد میں تلوار سے کام لینا شروع کیا کیونکہ ان لوگوں کی حالت یہ تھی کہ جب کوئی امیر ان کے ملک میں داخل ہوتا تو مطیع ہو جاتے اور اور ان میں سے بعض لوگ اسلام قبول کر لیتے۔ مگر جب وہ وہاں سے واپس چلا جاتا تو منحرف ہو جاتے۔ اور اسلام سے پھر جاتے۔ اس لئے عقبہ کو یہ خیال آیا کہ وہاں ایک شہر آباد کیا جائے جہاں مسلمانوں کی فوج اور ان کے اہل و عیال اور اموال رہ سکیں۔ اور وہ ان بلاد کے اہالی کے حملوں سے محفوظ رہ سکیں۔ چنانچہ انھوں نے قیروان کی جائے وقوع کا قصد کیا وہ ایک نشیبی مقام تھا جہاں گھنی جالدار جھاڑی تھی اور جہاں مختلف اقسام کے درندے اور سانپ رہا کرتے تھے۔ عقبہ نے خدائے تعالے سے دعا کی اور ان کی دعا قبول ہوئی۔ پھر انھوں نے پکار کر کہا کہ "اے درندو اور سانپو۔ میں رسول اللہ صلعم کے اصحاب میں سے ہوں۔ تم سب یہاں ہمارے پاس سے چلے جاؤ۔ کیونکہ ہم اب یہاں قیام کرنے والے ہیں۔ اور اگر اس کے بعد ہم نے یہاں کسی کو دیکھا تو ہم اسے قتل کر ڈالیں گے"۔ چنانچہ لوگوں نے اس دن جانوروں کو دیکھا کہ وہ اپنے بچوں کو اٹھا اٹھا کر لئے جاتے ہیں۔ اور نقل مکان کر رہے ہیں علیٰ ہذا القیاس اہل بربر کے بہت سے قبائل نے بھی یہ نظارہ دیکھا اور مذہب اسلام قبول کیا۔ عقبہ نے وہاں کے اشجار کو قطع کر کے ایک شہر بنانے کا حکم دیا۔ پھر ایک مسجد جامع بنوائی اور لوگوں نے اپنے اپنے مساجد اور مکانات بنوائے اس شہر کا دور تین ہزار چھ سو باع تھا (دونوں ہاتھوں کی کشادگی کی مقدار کا ایک باع ہوتا ہے)

۵۵ھ میں اسکی تعمیر وغیرہ ختم ہوئی۔ اور لوگ آباد ہوگئے۔ تعمیر شہر کے دوران میں وہ برابر جنگ کرتے اور افواج بھیجتے رہے۔ جو خوب قتل وغارت گری اور لوٹ مار مچاتی تھیں۔ اہل بربر کثیر تعداد میں اسلام میں داخل ہوگئے۔ مسلمانوں کی حکومت کا حلقہ وسیع ہوگیا۔ اور قیروان کی اہل فوج کے دل مضبوط ہوگئے۔ اور وہ بالکل امن واطمینان سے وہاں مقیم ہوگئے۔ مختصر یہ ہے کہ افریقیہ میں اسلام کے قدم جم گئے۔

مسلمہ ابن مخلد کی ولایت افریقیہ کا بیان

بعد ازاں امیر معاویہ ابن ابی سفیان نے مصر اور افریقیہ پر مسلمہ ابن مخلد الانصاری کو مقرر کیا۔ اور ابن مخلد نے افریقیہ پر اپنے موالی میں سے ایک شخص ابوالمہاجر نامی کو مقرر کیا۔ ابوالمہاجر افریقیہ میں آیا اور عقبہ کی معزولی میں بری طرح پیش آیا اور ان کے ساتھ حقارت آمیز برتاؤ کیا عقبہ وہاں سے شام واپس چلے گئے۔ جو کچھ ابوالمہاجر نے ان کے ساتھ کیا تھا انھوں نے اس پر امیر معاویہ کے سامنے اظہار ملال کیا تو انھوں نے ان سے معذرت کی اور ان کو ان کے عمل پر واپس کر دینے کا وعدہ کیا۔ مگر یہ امر اسی طرح طول پکڑتا رہا یہاں تک کہ امیر معاویہ انتقال کر گئے۔ اور ان کے بعد ان کا بیٹا یزید خلیفہ ہوا۔ اس نے عقبہ کو ۶۲ھ میں ان ہی بلاد پر عامل بنا دیا۔ اور عقبہ وہاں چلے گئے۔

واقدی کا بیان ہے کہ عقبہ ابن نافع ۴۶ھ میں والی افریقیہ مقرر ہوئے تھے۔ اور انھوں نے شہر قیروان بنایا اور یہ کہ وہ ۶۲ھ تک برابر وہاں کے والی رہے۔ پھر یزید ابن معاویہ نے ان کو وہاں سے معزول کر کے مولائے انصار ابوالمہاجر کو مقرر کیا جس نے عقبہ کو قید کر کے طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں۔ جب یزید کو عقبہ کے ساتھ ابوالمہاجر کی بدسلوکی کی اطلاع ہوئی تو اس نے اسے حکم بھیجا کہ عقبہ کو رہا کر کے اس کے پاس روانہ کر دے۔ چنانچہ ابوالمہاجر نے ایسا ہی کیا۔ اور جب عقبہ یزید کے پاس پہونچے تو اس نے ان کو دوبارہ عامل افریقیہ مقرر کر دیا۔ عقبہ نے ابوالمہاجر کو پکڑ لیا اور سخت قید میں رکھا۔ اس کے بعد واقدی نے کسیلہ کا قصہ ذکر کیا ہے جس کا ذکر ہم ان شاء اللہ ۶۲ھ میں کرینگے۔

فرزدق کے زیاد سے فرار کرنے کا بیان

اسی سال زیاد نے فرزدق کو تلاش کیا کیونکہ بنو نہشل اور بنو فقیم نے فرزدق

کی زیاد کے سامنے شکایت کی۔اس کا سبب یہ ہے کہ فرزدق کا بیان ہے کہ ”میں نے اشہب ابن رُمیلہ اور بعیث کی ہجو کہی جس کی وجہ سے وہ دونوں قبیلے لوگوں کی آنکھوں سے گر گئے اس لئے ایک طرف بنو نہشل اور بنو فقیم اور دوسری طرف یزید بن مسعود بن خالد بن مالک نے میرے خلاف زیاد کے پاس شکایت کی۔ زیاد مجھے نہیں جانتے تھے۔ مگر جب ان سے یہ کہا گیا کہ فرزدق وہ اعرابی لڑکا ہے جس کا مال واسباب اور کپڑے چھین لئے گئے تھے تب انھوں نے مجھے پہچانا“۔ اس کے مال و ثیاب کے لوٹے جانے کا قصہ بھی خود فرزدق اسی طرح ذکر کرتا ہے۔ کہ ”میرے باپ غالب نے مجھے کچھ مال تجارت دیکر بھیجا تھا کہ اسے فروخت کر کے سامان خورونوش خرید کر لے آؤں۔ میں نے مال تو بصرے میں فروخت کیا اور اسکی قیمت اپنے کپڑوں میں رکھ لی مجھے ایک شخص ملا اس نے مجھ سے کہا کہ ”تم اپنی چیز کو جس طرح چاہو مضبوط باندھ لو لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگر تیری جگہ وہ شخص ہو جسے میں جانتا ہوں تو اس طرح گسکر نہ باندھتا“ میں نے پوچھا ”وہ کون“؟ اس نے جواب دیا کہ ”غالب ابن صعصعہ (فرزدق کے باپ کا نام ہے) اس پر میں نے اہل مربد کو پکارا اور سب درہم لٹا دیئے۔ ان میں سے کسی نے مجھ سے کہا کہ اپنی چادر پھینک دے میں نے ویسا ہی کیا۔ دوسرے نے کہا اپنے کپڑے اتار دے۔ میں نے ویسا ہی کیا۔ ایک اور نے کہا کہ اپنی پگڑی پھینک دے۔ پھر میں نے ویسا ہی کیا۔ کسی اور نے کہا کہ اپنا پائجامہ اتار دے میں نے کہا کہ ”واہ میں کچھ دیوانہ تو ہوں نہیں کہ پائجامہ اتار کر پھینک دوں اور ننگا چلا جاؤں“۔ جب زیاد کو اس واقعہ کی خبر ملی تو انھوں نے کہا کہ ”یہ احمق ہے اور لوگوں کو لوٹ مار کا حریص بناتا ہے“! پھر چند سواروں کو مربد بھیجا کہ مجھے پکڑ کر ان کے پاس لے جائیں اتنے میں بنو ہجیم کا ایک شخص اپنے گھوڑے پر سوار میرے پاس آیا۔ اور بھاگو بھاگو کہکر مجھے اپنے گھوڑے پر بٹھلا لیا۔ اس طرح میری جان بچی۔ اس پر زیاد نے میرے دو چچاؤں یعنی ذہیل ابن صعصعہ اور زحاف ابن صعصعہ کو پکڑ بلایا۔ وہ دونوں دیوان میں تھے۔ انکو بلا کر چند روز تک قید رکھا اور چند روز کے بعد سفارش پر انکو رہا کر دیا۔ میں نے جا کر اپنے باپ کو اپنے حال کی خبر دی“۔ یہ سبب تھا کہ زیاد اس کے بھی دشمن ہو گئے تھے۔

احنف ابن قیس السعدی۔ جاریہ بن قدامۃ السعدی۔ جون بن قتادۃ العبشمی اور حتات ابن یزید ابو المنازل المجاشعی یہ سب ملکر امیر معاویہ ابن ابی سفیان کے پاس گئے۔ جنھوں نے ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک لاکھ انعام دیا۔ مگر حتات کو صرف ستر ہزار ہی دیا۔

راستے میں ہر ایک نے اپنے اپنے انعام کا ذکر کیا۔ حتات امیر معاویہ کے پاس واپس گئے امیر معاویہ نے پوچھا کیا بات ہے تم کیوں واپس آ گئے۔ حتات نے کہا کہ آپ نے مجھے بنو تمیم میں ذلیل کیا ہے۔ کیا میں صحیح الحسب نہیں ہوں۔ کیا میں مسن نہیں ہوں۔ کیا میں اپنے قبیلے میں مطاع نہیں ہوں۔ کہا "ہاں"۔ حتات نے کہا "پھر آپ نے کیا کیا کہ اور لوگوں سے مقابلے میں مجھ سے خست کی جو آپ کے خلاف تھے ان کو بمقابل ان لوگوں کے جو آپ کے موافق تھے زیادہ دیا"۔ حتات جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ کے ہمراہ لڑے تھے۔ احنف اور جاریہ حضرت علیؓ کے طرفدار تھے۔ گو کہ احنف اور جون حضرت علیؓ کے ساتھ ہو کر جنگ کرنے سے دست بردار ہو گئے تھے۔ مگر وہ ان ہی کے طرفدار تھے۔ غرض امیر معاویہ نے کہا کہ میں نے قوم سے دین خرید لیا ہے اور تم کو تمھارے دین اور حضرت عثمانؓ کے متعلق تمھاری رائے کے سپرد کر دیا ہے"۔ کیونکہ وہ عثمانی تھے۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں یہ کہتا ہوں کہ آپ مجھ سے میرا دین بھی خرید لیں۔ اس پر امیر معاویہ نے ان کے انعام کو پورا کر دینے کا حکم دے دیا۔ مگر اس اثنا میں حتات فوت ہو گئے۔ اور معاویہ نے باقی رقم کو ضبط کر لیا اس پر فرزوق نے یہ اشعار کہے۔ (ترجمہ)

"اے معاویہ! آپ کے والد اور میرے چچا نے اپنے ورثہ کا مالک بنایا چنانچہ ان کے وارثین ان کے ورثوں پر قابض ہو گئے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ حتات کی میراث تو آپ نے دبا لی۔ اور صخر کی میراث کا یہ حال ہو گیا کہ وہ پگھل پگھل کر آپ کے لئے ٹھوس ہوئی جاتی ہے۔ اگر زمانہ جاہلیت میں ایسا ہوتا تو میں یہ سمجھتا کہ یہ اس شخص کا حال ہے جس کے پاس نا قہائے دوشیدنی کم ہیں۔ اور اگر اسکے سوا کسی اور دین میں ایسا ہوتا تو یا تو تم ہمارا حق ادا کر دیتے یا پینے والے کے لئے پانی گلوگیر ہو جاتا۔ کیا میں بلحاظ قوم و خاندان معزز ترین نہیں ہوں؟ اور کیا میں اپنے ہمسایہ کی ان سب سے زیادہ مصیبت کو دور کرنیکی کوشش نہیں کرتا جبکہ اسکو تکلیف پہنچے۔؟ نبی (صلعم) اور آل پاک کے بعد کسی عفیفہ عورت نے مجھ جیسا شریف آدمی پیدا نہیں کیا میرے گھر کا صحن ثریا کے دامن تک پھیلا ہوا ہے جسکے مقابلے میں چاند اور چمکدار ستارے نیچے ہیں میں ایسا ہوں کہ جیسے بہت سے کنکروں کے مقابلے میں اونچے اونچے پہاڑ ہوتے ہیں۔ اور تحت الثریٰ کی جڑ میری جڑ ہے۔ پھر بتاؤ کہ کون شخص حسب میں میرا مقابلہ کر سکتا ہے؟ اور اے معاویہ! میرے کئی آباؤ اجداد ایسے

گزرے ہیں جو نہایت مشہور اور اپنے بانکپن میں تند ہواؤں کا مقابلہ کرتے تھے۔ ان کو ایک چھوڑ دو دو مالک کی اولاد نے پیدا کیا تھا۔ اور آپ کے والد جو عبد شمس کی اولاد سے ہیں ہرگز ان کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ آپ انھیں دیکھینگے کہ وہ تلوار کے پھل کی طرح جود و بخشش کیلئے جھومتے ہیں۔ اور ابھی ان کی مسیں ہی بھیگتی ہیں کہ وہ امجد و اشرف ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک دراز قد ہے اور قصی اور عبد شمس ان کے سامنے بول بھی نہیں سکتے"۔

ان اشعار میں دو مالکوں سے مراد مالک ابن حنظلہ اور مالک ابن زید منات ابن تمیم سے ہے اور یہ دونوں فرزدق کے اجداد میں سے تھے۔ کیونکہ فرزدق کا سلسلہ نسب یوں ہے:

فرزدق بن غالب ابن صعصعہ بن ناجیہ بن عقال بن محمد بن سفیان بن مجاشع بن دارم بن مالک ابن حنظلہ ابن مالک ابن زید منات بن تمیم۔ جب امیر معاویہ نے اس کے یہ اشعار سنے تو حتات کے اہل و عیال کو باقی تیس ہزار بھی دیدئے۔ اور اس سے زیاد کو اس پر اور بھی زیادہ غصہ آیا۔ جب بنو نہشل اور بنو فقیم نے زیاد کے پاس اسکی شکایت پیش کی تو ان کا غیظ و غضب اور بھی بھڑک اٹھا۔ انھوں نے اسے تلاش کیا۔ مگر وہ بھاگ گیا۔ اور ایک رات کو عیسیٰ ابن خُصَیلۃ السُّلمی کے پاس پہنچ کر اس سے کہا کہ "اس شخص نے مجھے طلب کیا ہے اور تمام لوگوں نے مجھ سے بیرخی کر لی ہے میں آپ کے پاس فریادرسی کے لئے آیا ہوں"۔ اس نے اسے خوش آمدید کہا۔ چنانچہ وہاں وہ تین رات مقیم رہا پھر فرزدق نے عیسیٰ سے کہا کہ "اب میری رائے یہ ہے کہ میں شام کی طرف چلا جاؤں"۔ چنانچہ اس کو روانہ کر دیا۔ جب زیاد کو اسکی روانگی کی خبر ملی۔ تو انھوں نے اس کے تعاقب کیلئے آدمی روانہ کئے۔ مگر وہ اسے نہ پا سکے۔ چنانچہ فرزدق مقام رَوحاء پہنچکر قبیلۂ بکر ابن وائل میں پناہ گزیں ہوا۔ اس نے انکی مدح میں چند قصیدے لکھے۔ اسکے بعد جب زیاد بصرے پہنچے ہیں اس وقت فرزدق کوفے پہنچا۔ اور جب وہ کوفے گئے تو فرزدق بصرے پہنچا۔ زیاد کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے اپنے عامل کوفہ عبدالرحمٰن ابن عبید کو لکھا کہ فرزدق کو گرفتار کرکے میرے پاس بھیجدو۔ فرزدق یہ سنتے ہی بھاگا بھاگ حجاز پہنچا۔ اور سعید ابن العاص کے پاس پناہ کا طالب ہوا۔ اس نے اسے پناہ دی۔ فرزدق نے اسکی مدح کہی۔ اسی طرح کبھی وہ مکہ میں ہوتا اور کبھی مدینے میں یہاں تک کہ زیاد کا انتقال ہو گیا۔

کہتے ہیں کہ فرزدق نے مذکورۂ بالا اشعار اس لئے کہے تھے کہ جب حتات مسلمان ہو گیا تھا تو رسول خدا صلعم نے اسکو اور امیر معاویہ کو بھائی بھائی بنا دیا تھا۔ جب حتات نے

شام میں انتقال کیا تو اسی اخوت کی بنا پر امیر معاویہ اس کے وارث ہو گئے۔ لہٰذا فرزدق نے یہ اشعار کہے۔ مگر اصل یہ ہے کہ یہ قول بالکل بے معنی ہے۔ کیونکہ امیر معاویہ اس امر سے ناواقف نہ تھے کہ اس قسم کی اخوت سے کوئی کسی کا وارث نہیں ہو سکتا ہے ؛

(حُتات حار کے ضم سے ہے)

حکم ابن عمرو الغفاری کی وفات کا بیان

ایک بیان کے مطابق اسی سال حکم ابن عمرو الغفاری نے کوہ اشل کی جنگ سے واپس آ کر مرو میں انتقال کیا۔ ایک اور قول کے مطابق ان کی وفات کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔ زیاد نے ان کو لکھا تھا کہ امیر المومنین معاویہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ان کے لئے زرد و سفید کو چن کر علیحدہ کر دوں۔ اس لئے آپ سونے اور چاندی کو لوگوں میں تقسیم نہ کیجئے۔ حکم نے اس کا یہ جواب لکھا۔ کہ "امیر المومنین کے حکم سے مجھکو اطلاع ملی مگر ان کے خط سے پہلے کتاب اللہ کو میں پا چکا ہوں اور قسم بخدا کہ اگر آسمان اور زمین بھی خدا کے کسی بندے کے لئے بند ہو جائیں۔ مگر وہ خدا سے ڈرتا رہے تب بھی اس کے لئے کشادگی اور جائے سلامت پیدا ہو جائے گی"۔ اس کے بعد انھوں نے لوگوں سے کہا کہ کل صبح میرے پاس آ کر اپنے اپنے انعامات اور اموال لے جاؤ۔ چنانچہ انھوں نے ان کے انعامات اور اموال ان میں تقسیم کر دئے اور پھر کہا کہ "اے خدا اگر میرے لئے تیرے پاس بھلائی ہے تو مجھے اپنے پاس اٹھا لے"۔ چنانچہ انھوں نے مرو میں انتقال کیا۔ وہ صحابہ کرام میں سے تھے ؛

متعدد واقعات کا بیان

اسی سال امیر معاویہ (اور بروایتے یزید ابن معاویہ) نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ ان دنوں مختلف بلاد پر عامل وہی لوگ تھے جن کا ذکر ہو چکا ہے ؛

اسی سال سعد ابن ابی وقاص نے عقیق میں وفات پائی۔ لوگ ان کو گردنوں پر اٹھا کر مدینے لائے۔ اور وہیں انھیں دفن کیا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ان کا انتقال سنہ ۵۴ھ میں ہوا۔ اور بعض کا خیال ۵۵ھ میں۔ اس وقت ان کی عمر (۷۴) برس اور بقول بعض (۸۳) برس کی تھی۔ وہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے وہ پست قد اور نحیف الجثہ تھے۔

اسی سال حضرت صفیہ رضؓ بنت حیی زوجہ رسول اللہ صلعم نے بھی انتقال کیا۔ ایک اور روایت یہ ہے کہ ان کی وفات حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہوئی ؛

اسی سال عثمان ابن ابی العاص الثقفی اور عبدالرحمن بن سمرہ بن حبیب بن عبدشمس نے بھی انتقال کیا۔ موخرالذکر بصرے میں فوت ہوئے۔ ابوموسیٰ الاشعری بھی اسی سال فوت ہوئے۔ اور بعض کا خیال ہے کہ ان کا انتقال ۵۲ھ میں ہوا ؛

اسی سال زید بن خالد الجہنی نے بھی انتقال کیا۔ اور ایک روایت کے بموجب ۶۸ھ اور ایک اور روایت کے مطابق ۷۸ھ میں ؛

اسی سال مدلاج ابن عمرو السلمی نے بھی انتقال کیا۔ وہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک تھے یہ تمام حضرات آنحضرت صلعم کے اصحاب تھے ؛

۵۱ھ کے واقعات

اس سال فضالہ بن عُبَید نے ارض روم میں موسم سرما بسر کیا اور بسر ابن ابی ارطاۃ نے موسم گرما میں جنگ کی ؛

حجر بن عدی، عمرو بن حمق اور ان کے ہمراہیوں کے قتل کا بیان

اسی سال حجر ابن عدی اور ان کے ہمراہی قتل کئے گئے۔ اس کا سبب یہ ہوا۔ کہ امیر معاویہ نے مغیرہ ابن شعبہ کو ۴۱ھ میں عامل کوفہ مقرر کیا۔ اس غرض سے انھوں نے مغیرہ کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ "امابعد صاحب حلم روز مصیبت سے پہلے ہی خبردار اور ہوشیار ہو جایا کرتا ہے۔ اور صاحب حکمت بغیر تعلیم کے تمہارے لئے کافی ہو سکتا ہے میں تم کو کئی باتوں کے متعلق نصیحت کرنا چاہتا تھا مگر ان کو اس خیال سے ترک کرتا ہوں کہ مجھے تمہاری دوربینی پر اعتماد ہے۔ مگر میں ایک بات کے متعلق تم کو ضرور نصیحت کرونگا اور وہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ پر سب و شتم ترک مت کرنا اور ان کی مذمت کرنا۔ حضرت عثمانؓ کے لئے رحمت و مغفرت کی دعا۔ اور حضرت علیؓ کے اصحاب کی عیب جوئی اور ان کو چن چن کر نکالنے اور حضرت عثمانؓ کی جماعت کی تعریف اور ان کو مقرب کرنے کو ترک نہ کرنا۔ مغیرہ نے جواب دیا کہ "میں نے آزمایا بھی ہے۔ اور مجھے بھی آزمایا گیا ہے

اور اس سے قبل اوروں کی طرف سے میں عامل بھی رہ چکا ہوں۔ مگر کسی نے میری مذمت نہیں کی آپ بھی آزمائش کرلیں گے۔ اور یہ آپ کے اختیار میں ہے کہ خواہ آپ میری تعریف کریں یا مذمت"۔ امیر معاویہ نے کہا کہ "نہیں ہم ان شاء اللہ تعالیٰ تمہاری تعریف ہی کریں گے"۔ اس طرح مغیرہ کوفے کے عامل ہو گئے۔ بہ لحاظ سیرت وہ بہترین شخص تھے۔ البتہ ان میں ایک عیب یہ تھا کہ انھوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سب وشتم کرنے اور ان کی غیبت کرنے اور دوسری طرف حضرت عثمانؓ کے لئے دعاء مغفرت اور استغفار کرنے کو کبھی ترک نہیں کیا۔ جب حجر ابن عدی نے یہ سُنا تو اس نے کہا کہ "خبردار۔ تم خدائے تعالیٰ کی مذمت اور لعنت سے بچے رہنا"۔ یہی نہیں بلکہ انھوں نے کھڑے ہو کر تقریر کی اور کہا کہ "میں شہادت دیتا ہوں کہ جس شخص کی تم مذمت کرتے ہو وہ فضیلت کا زیادہ حق دار ہے اور جس کی تم تعریف و توصیف کرتے ہو اولٰے ہے کہ تم اس کی مذمت کرو"۔ مغیرہ نے ان سے کہا کہ "اے حجر! اس بادشاہ سے اور اس کے غضب و سطوت سے بچے رہو۔ کیونکہ بادشاہ کا غضب تم ایسوں کو ہلاک کر ڈالتا ہے"۔ مگر اس کے بعد وہ اس سے دستکش ہو گئے اور معاف کر دیا لیکن اپنی امارت کے آخری زمانے میں انھوں نے پھر حضرات علیؓ و عثمانؓ کے متعلق ایسا ہی کہا جیسا کہ ہمیشہ کہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کی ایسی تقریر سُن کر حجر نے کھڑے ہو کر ایسی بلند آہنگی سے مغیرہ کو للکارا کہ مسجد میں ہر شخص نے ان کی آواز سن لی اور کہا کہ "اے انسان حکم دے کہ ہماری روزیاں ہم کو دی جائیں۔ تو نے ان کو ہم سے رُوک رکھا ہے۔ حالانکہ وہ تیری نہیں ہیں۔ تو امیر المومنین (یعنی حضرت علیؓ) کی مذمت پر حریص ہو گیا ہے"۔ یہ سن کر حضار مسجد میں سے دو تہائی سے زیادہ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ "حجر نے بالکل ٹھیک کہا ہے۔ آپ ہماری روزیاں ہمکو دے دیجئے۔ کیونکہ جو کچھ آپ کر رہے ہیں اس سے ہمکو کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا"۔ وہ لوگ اس اور اسی قبیل کے اور فقروں کو دُہراتے رہے۔ چنانچہ جب مغیرہ منبر پر سے اُتر آئے تو انہیں کے چند آدمی ان سے ملاقات کی اجازت طلب کر کے ان کے پاس گئے اور کہا کہ "آپ اس شخص کو کب تک اس طرح چھوڑے رکھیں گے؟ یہ آپ کے رعب و داب کے خلاف جرأت کرتا ہے۔ اور ایسی ایسی باتیں کہتا ہے۔ اس سے آپ کے رعب و داب میں بھی ضعف آئیگا۔ اور امیر المومنین معاویہ بھی آپ سے ناراض ہو جائیں گے"۔ مغیرہ نے کہا کہ "آپ لوگ یہ سمجھ لیجئے کہ میں نے اس کو گویا قتل ہی کر دیا ہے۔

کیونکہ میرے بعد ایک امیر آئیگا۔ یہ شخص اُسے میرے ہی جیسا آدمی سمجھے گا اور اس کے ساتھ وہی کریگا جو آپ لوگ دیکھ رہے ہیں کہ وہ میرے ساتھ کر رہا ہے۔ اور ایسا ہوگا تو وہ امیر ضرور اس کو گرفتار کر کے قتل کر دے گا۔ میری موت تو قریب آگئی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ میں شہر کے اس سربرآوردہ شخص کو قتل کروں تاکہ وہ تو سعادت حاصل کر لے اور میں بدبخت کا بدبخت رہ جاؤں۔ اور اُدھر امیر معاویہ تو دنیا میں معزز ہو جائیں اور میں آخرت میں ذلیل ہوں۔"

اس کے بعد مغیرہ نے انتقال کیا۔ اور ان کی جگہ زیاد عامل مقرر ہوئے۔ انھوں نے وہاں پہنچ کر لوگوں کے سامنے تقریر کی جس میں انھوں نے حضرت عثمانؓ کے لئے دعا رحمت مانگی، اور ان کے اصحاب کی تعریف کی۔ اور ان کے قاتلین پر لعنت بھیجی۔ اس پر حجر نے کھڑے ہو کر وہی حرکتیں کیں جو وہ مغیرہ کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ بعد ازاں زیاد بصرہ چلے گئے اور کوفے میں عمرو ابن حریث کو اپنا قائم مقام بناگئے اگر انھیں اطلاع ہوئی کہ حجر شیعان علی (کرم اللہ وجہہ) کو جمع کرتا ہے اور سب کے سب امیر معاویہ پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اور ان سے برأت ظاہر کرتے ہیں۔ انھیں یہ بھی معلوم ہوا کہ ان لوگوں نے عمرو ابن حریث پر سنگریزہ باری بھی کی ہے۔ اس لیئے وہ کوفے کی طرف روانہ ہوئے۔ اور وہاں پہنچ کر منبر پر کھڑے ہوئے (اس اثنا میں حجر وہاں موجود تھے) اور خدائے تعالٰے کی حمد و ثنا کے بعد کہا کہ "بغاوت اور گمراہی کا نتیجہ گراں اور ناموافق ہوا کرتا ہے۔ یہ لوگ اب بکثرت پھیل گئے ہیں۔ انھوں نے مارے غرور کے خود کو مجھ سے مامون اور محفوظ سمجھ لیا ہے اور خدائے تعالٰے کے مقابلے کی جرأت کرتے ہیں۔ اگر تم لوگ سیدھے نہ ہو گے تو میں تمہارا علاج تمہاری ہی دوا سے کروں گا۔ اور میرا نام بھی زیاد نہیں اگر میں کوفے کو حجر سے پاک نہ کر دوں اور اُسے آئندہ لوگوں کے لیئے باعث عبرت نہ بنادوں۔ اے حجر! جو تجھے بھی بھیڑیا نہ کھا جائے تو تو بھی کیا یاد کرے گا۔" یہ کہہ کر حجر کو بلانے کے لیئے آدمی بھیجا۔ وہ اس وقت مسجد میں تھے۔ جب زیاد کا قاصد ان کے پاس پہنچا تو ان کے ساتھیوں نے کہا "مت جاؤ نہ وہ سختی سے پیش آئے گا اور نہ نرمی سے۔" قاصد نے واپس جا کر زیاد کو اس امر سے اطلاع دی۔ انھوں نے اپنے صاحب الشرطہ شداد ابن ہیثم الہلالی کو حکم دیا کہ اسکی گرفتاری کے لیئے ایک جماعت بھیجدو۔ چنانچہ شداد نے ایسا ہی کیا۔ مگر حجر کے ساتھیوں نے ان کو گالیاں سُنائیں اور وہ واپس ہو گئے۔ اور جا کر زیاد کو صورت حالات سے اطلاع دی تب تو

زیاد نے اہل کوفہ کو جمع کیا اور کہا کہ "تم ایک ہاتھ سے توڑتے پھوڑتے ہو اور دوسرے ہاتھ سے بناتے ہو۔ تمہارے جسم میرے ساتھ۔ مگر دل اس احمق حجر کے ہمراہ ہیں بخدا یہ تمہاری منافقت ہے بہتر یہ ہے کہ تمہاری اُس سے برائت مجھ پر ظاہر ہو جائے ورنہ میں تمہاری سر کوبی کے لئے ایسے آدمیوں کو لاؤں گا جو تمہاری کجی کو سیدھا اور تمہارے غرور و تکبر کو دور کر دینگے"۔ انھوں نے جواب دیا کہ "معاذاللہ۔ ہم لوگوں کی تو اور کوئی رائے ہی نہیں سوا اس کے کہ آپ کی اطاعت و رضاجوئی کریں"۔ زیاد نے کہا کہ "اگر ایسا ہے تو تم میں سے ہر شخص کو چاہئے کہ تمہارے ہم قبیلہ یا عزیز جو حجر کے ہمراہ ہوں انھیں وہ بلالے"۔ چنانچہ انھوں نے یہی کیا کہ حجر کے اکثر ساتھیوں نے انھیں چھوڑ دیا۔ زیاد نے اپنے صاحب الشرطہ سے کہا کہ "تم حجر کی طرف جاؤ۔ اگر وہ تمہارے ساتھ آنا قبول کرے تو اُسے میرے پاس لے آؤ۔ ورنہ اپنی تلوار کے ذریعے سے اس پر سختی کرو۔ یہاں تک کہ اسے تم میرے پاس پہنچادو"۔ چنانچہ صاحب الشرطہ ان کے پاس گیا۔ اور انھیں بلایا۔ مگر ان کے دوستوں نے ان کو اس دعوت کے قبول کرنے سے باز رکھا۔ اس پر صاحب الشرطہ نے ان لوگوں پر حملہ کر دیا۔ ابوعمرطہ الکندی نے حجر سے کہا کہ "تمہارے ساتھ میرے سوا اور کوئی ایسا شخص نہیں جس کے پاس تلوار ہو اور صرف میری تلوار تمہارے لئے کیا مفید ہو سکتی ہے؟ اٹھو اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تمہاری قوم تمہاری مدافعت کرے گی اس اثنا میں زیاد منبر پر سے بیٹھے ہوئے ان آدمیوں کو دیکھ رہے تھے۔ زیاد کے آدمی ان پر ٹوٹ پڑے اور حمرا کے ایک شخص نے عمرو بن حمق کے سر پر ایک ایسا ڈنڈا مارا کہ وہ گر پڑا۔ مگر اس کے ہمراہیوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ اٹھا کر قبیلۂ ازد میں پہنچا دیا جہاں وہ چھپ گیا۔ اور جب وہاں سے نکلا تو حجر کے ساتھی کندہ کے دروازے پر آ کر جمع ہو گئے۔ شرطہ میں سے ایک شخص نے عائذ بن حملۃ التمیمی کے ہاتھ پر وار کیا۔ اور اس کا ایک دانت توڑ ڈالا۔ اس نے شرطہ میں سے کسی اور شخص سے ڈنڈا چھین کر لڑائی کو جاری رکھا۔ اور حجر اور ان کے ساتھیوں کی حمایت کی۔ تا آنکہ وہ ابواب کندہ سے نکل گئے۔ حجر کا خچر لایا گیا اور ابوعمرطہ نے ان سے کہا کہ "آپ سوار ہو جائیے۔ آپ نے تو گویا ہمیں اور خود کو مار ہی ڈالا"۔ یہ کہکر انھیں اٹھا کر خچر پر بٹھا دیا۔ اور ابوعمرطہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوا۔ راستے میں یزید ابن طریف المسلی مل گیا۔ اس نے ابوعمرطہ کی ران پر ایک ڈنڈا مارا۔ اس کے جواب میں ابوعمرطہ نے اپنی تلوار سے اس پر حملہ کیا جس سے

وہ گر گیا مگر بعد میں صحت یاب ہو گیا۔ اسی کے متعلق عبداللہ ابن ہمام السلولی نے یہ اشعار کہے ہیں۔ (ترجمۂ اشعار):-

"میں ابن لوام کو ملامت کرتا ہوں جو ہمیشہ ننگے سر نہایت جرأت اور جوانمردی کے ساتھ تجھ سے مل کر حملہ کرتا ہے۔ وہ دلاور ہے اور اوقات جنگ میں اپنے دشمنوں کی کھوپریوں پر اپنی تلوار سے بے تحاشا حملہ کرتا ہے۔ وہ ایک شریف النفس اور بہترین سرداران قوم میں سے ہے اور غارین کے شہسوار کی طرف گیا تھا۔ جبکہ وہ دونوں جماعتیں صفین کے میدان میں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں تھیں۔ اے ابن برصاء میں نے وار حکیم کی جنگ میں تیری شمشیر زنی اور جنگ آوری کو ناخن برابر بھی توقعت نہیں دی۔"

یہ پہلا موقع تھا کہ کوفے میں اختلاف بین الناس کی بنا پر تلوار چلی۔ بعد ازاں حجر اور ابو عمرطہ دونوں حجر کے مکان پہ گئے اور لوگ ان کے پاس کثیر تعداد میں جمع ہونے شروع ہوئے۔ مگر کندہ کثیر کے قبیلے سے کوئی شخص ان کے پاس نہ آیا۔ ادھر زیاد نے منبر پر بیٹھے بیٹھے مذحج اور ہمدان کو علاقہ کندہ کی طرف روانہ کیا۔ اور حکم دیا کہ حجر کو پکڑ لائیں۔ علیٰ ہذا القیاس تمام اہل یمن کو صائدین کی سرزمین کی طرف بھیجا اور یہی حکم دیا کہ وہ اپنے دوست حجر کو پکڑ کے ان کے پاس لے آئیں۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ ادھر یہ ہوا کہ مذحج اور ہمدان نے کندہ کے علاقے میں داخل ہو کر وہاں جسے پایا پکڑ لیا۔ اور زیاد نے ان کی اس جوانمردی کی تعریف کی۔ حجر نے اپنے حامیوں کی قلت دیکھ کر ان کو وہاں سے چلے جانے کا حکم دیا۔ اور کہا کہ "تم اپنے خلاف جمع ہونے والوں کے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتے اس لئے مجھے یہ بات پسند نہیں کہ تم ہلاک ہو جاؤ۔" چنانچہ وہ لوگ وہاں سے چل دیے۔ مگر مذحج اور ہمدان نے ان کو جا لیا۔ اور ان سے جنگ کی اور قیس ابن یزید کو گرفتار کر لیا۔ اور باقی لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ حجر نے بنو حوت کا راستہ لیا۔ اور ان کے قبیلے کے سلیم ابن یزید نام ایک شخص کے گھر میں داخل ہو گئے۔ مگر تعاقب کرنے والوں نے اسے وہاں بھی جا پکڑا۔ سلیم نے لڑائی کے لئے تلوار نکالی۔ یہ دیکھ کر اس کی لڑکیاں رونے لگیں۔ حجر نے کہا کہ میرا تمھارے ہاں آنا برا ہوا کہ تمھاری لڑکیاں مضطرب ہو گئیں۔ اس نے جواب دیا کہ "خدا کی قسم جب تک میرے دم میں دم ہے تم میرے گھر سے نہ اسیر ہو کر نکل سکتے ہو اور نہ مقتول ہو کر۔" مگر حجر اس کے

مکان کے ایک سوراخ میں سے نکل کر نخع پہونچے اور اشتر کے بھائی عبداللہ ابن الحرث کے پاس گئے۔ جو اُن سے اچھی طرح سے ملا۔ اس اثنا میں کہ وہ وہاں تھے کسی نے اسے خبر دی کہ اہل شرطہ انھیں نخع میں تلاش کر رہے ہیں۔ جس کا سبب یہ ہوا کہ اہل شرطہ کو ایک حبشن لونڈی ملی جس نے ان سے پوچھا کہ "تم کسے تلاش کر رہے ہو؟" انھوں نے کہا کہ "حجر ابن عدی کو" لونڈی نے کہا کہ "وہ نخع میں ہے" اس پر حجر نخع سے بھی چلے گئے۔ اور بنو ازدمیں جاکر ربیعہ ابن ناجد کے ہاں پناہ لی۔ آخر جب اہل شرطہ ان کو تلاش کرتے کرتے عاجز آگئے تو زیاد نے محمد ابن اشعث کو بلا کر کہا کہ "اگر تم حجر کو پکڑ کر نہ لائے تو میں تمھارے تمام کھجور کے درخت کٹوا دوں گا۔ اور تمھارے گھروں کو منہدم کرا دوں گا۔ اور جب تک کہ میں تمھاری گاؤں اور بکریوں کے ایک بچے کو ہلاک نہ کر دوں تم مجھ سے نہیں بچ سکتے" اس نے کچھ مہلت طلب کی اور زیاد نے اسے تین دن کی مہلت دی قیس بن یزید جو قید کر لیا گیا تھا زیاد کے سامنے پیش کیا گیا۔ اور زیاد نے اس سے کہا کہ "اب تمھیں کسی قسم کا خوف نہ رکھنا چاہئے۔ کیونکہ اب مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ تم حضرت عثمانؓ کے متعلق کیا رائے رکھتے ہو۔ اور میدان صفین میں بھی امیر معاویہ کے ساتھ تمھاری آزمائش ہو چکی ہے۔ اور یہ تمھاری حمیت تم سے حجر سے ملکر جنگ کرا رہی ہے۔ میں نے تم کو معاف کیا۔ مگر تم اپنے بھائی عمیر کو میرے پاس لے آؤ" اس نے عمیر کے جان و مال کے لئے ان سے پناہ طلب کی۔ انھوں نے منظور کیا۔ چنانچہ قیس ابن یزید نے اپنے بھائی کو ان کے سامنے پیش کیا۔ اس وقت زخمی تھا۔ زیاد نے عمیر کو آہنی زنجیروں میں جکڑ کر حکم دیا کہ اسے اٹھاؤ اور گراؤ۔ چنانچہ انھوں نے بار بار ایسا ہی کیا۔ اس پر قیس نے زیاد سے پوچھا کہ کیا آپ نے اسے پناہ نہ دی تھی۔ زیاد نے کہا کہ ہاں میں نے اس کی جان کو ضرور امان دی تھی اور اب بھی میں اس کا خون نہیں بہاتا۔ مگر پھر انکی ضمانت لے کر اسے بھی چھوڑ دیا۔

حجر ابن عدی ربیعہ کے مکان میں ایک دن اور ایک رات رہے پھر انھوں نے محمد ابن اشعث سے کہلا بھیجا کہ وہ زیاد سے اس کے لئے امان طلب کرے۔ قبل اس کے وہ انھیں معاویہ کے پاس روانہ کریں۔ محمد نے اپنے آدمیوں کو جمع کیا۔ جن میں جریر ابن عبداللہ۔ حجر ابن یزید۔ اور اشتر کا بھائی عبداللہ ابن الحرث شامل تھے۔ یہ سب مل کر زیاد کے پاس گئے۔ اور ان سے حجر کے لئے امان طلب کی اور درخواست کی کہ "انھیں معاویہ کے

پاس بھیج دیا جائے۔" انھوں نے قبول کیا۔ پھر انھوں نے حجر ابن عدی کے پاس پیغام بھیجا۔ اور جب وہ زیاد کے سامنے حاضر ہوئے تو زیاد نے کہا کہ "خوش آمدید! اے ابو عبدالرحمٰن جس نے نہ صرف زمانہ جنگ میں جنگ کی بلکہ اب بھی جبکہ لوگوں نے مصالحت کی ہے برسر پیکار رہے۔ تم نے خود ہی اپنے پیروں پر کلھاڑی ماری ہے"۔ حجر نے کہا کہ "میں نے اطاعت سے روگردانی کی اور نہ جماعت سے علٰحدگی اختیار کی۔ میں اب تک اپنی بیعت پر اڑا ہوا ہوں"۔ یہ سُن کر زیاد نے انھیں قید خانے میں لے جانے کا حکم دیا جب وہ ادھر چلے تو زیاد نے کہا کہ خدا کی قسم میں اس کی گردن مار دینا چاہتا ہوں۔ نیز اس نے حجر کے ساتھیوں کو تلاش کرنا شروع کیا"۔

عمرو ابن حمق کا یہ ہوا کہ وہ رفاعہ ابن شداد کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے موصل پہنچا۔ اور دونوں وہاں ایک پہاڑی میں روپوش ہو گئے۔ عامل موصل کو ان کی خبر کی گئی۔ وہ اُن کی طرف روانہ ہوا۔ اور وہ دونوں اس کے مقابلے کے لئے نکلے۔ عمرو کو استسقاء ہو گیا تھا اور وہ اپنی حفاظت پر قادر نہ تھا۔ مگر رفاعہ جوان اور مضبوط شخص تھا۔ اس نے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر عمرو کی طرف سے بھی لڑنا شروع کیا۔ عمرو نے کہا کہ تمھارا میرے لئے لڑنا مجھے کچھ فائدہ نہ دیگا۔ تم اپنی جان بچاؤ۔ عمرو نے عامل موصل کے آدمیوں پر حملہ کیا۔ اور اس کا گھوڑا اسے لے بھاگا جس سے اس کی جان بچ گئی۔ مگر عمرو گرفتار ہو گیا۔ اس سے پوچھا گیا کہ تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں وہ ہوں جس کو چھوڑنا تمھاری سلامتی کا باعث اور جس کا قتل کرنا تمھارے لئے نقصان دہ ہے۔ مگر اپنا نام اس نے نہ بتایا۔ انھوں نے اسے عامل موصل یعنی عبدالرحمان ابن عثمان الثقفی معروف بہ ابن اُم الحکم خواہر زادہ امیر معاویہ کے پاس بھیج دیا۔ انھوں نے اسے پہچان لیا۔ اور اس کے بارے میں امیر معاویہ کو خط لکھا۔ انھوں نے لکھا کہ "اس شخص نے حضرت عثمانؓ پر ایک دراز پیکان تیر کے نو وار کئے تھے۔ تم بھی اس کو اسی طرح تیروں سے چھیدو جس طرح اس نے حضرت عثمانؓ کے ساتھ کیا تھا"۔ چنانچہ اسے باہر نکال کر اسی طرح تیروں کا نشانہ بنایا گیا۔ مگر وہ پہلے یا غالباً دوسرے ہی تیر میں مر گیا۔

زیاد نے حجر کے ساتھیوں کی بہت تلاش کی۔ مگر وہ بھاگ گئے اور ان کے ہاتھ نہ آئے۔ البتہ ایک آدھ شخص جس پر ان کا قابو چل سکا پکڑا گیا۔ قبیصہ ابن ضبیعہ العبسی

طلب امان کے لئے حاضر ہوا۔ انھوں نے اُسے قید کر دیا۔ قیس ابن عباد الشیبانی نے زیاد سے جا کر کہا کہ ہمارے ہاں ایک شخص ہے جس کو صیفی کہتے ہیں وہ حجر کے آدمیوں کا سردار ہے۔ زیاد نے اسے لانے کے لئے آدمی روانہ کیا۔ چنانچہ جب وہ پکڑا ہوا آیا تو زیاد نے اس سے کہا کہ "اے اللہ کے دشمن تو ابو تراب رضؓ کے بارے میں کیا کہتا ہے؟" اس نے کہا کہ "میں ابو تراب کو نہیں جانتا" پوچھا۔ کہ "تو ابو تراب کو نہیں جانتا۔ ماشاء اللہ اچھا تو یہ بتلا کہ علی رضؓ ابن ابی طالب کو جانتا ہے؟" اس نے کہا ہاں۔ کہا کہ بس وہی ابو تراب ہیں اس نے جواب دیا ہرگز نہیں وہ تو حسنؓ اور حسینؓ کے باپ ہیں۔ صاحب الشرطہ نے کہا کہ امیر تو کہتا ہے کہ وہ ابو تراب ہیں اور تو کہتا ہے کہ نہیں۔ اس نے کہا کہ اگر امیر جھوٹ بولے تو کیا میں بھی جھوٹ بولوں اور امر باطل پر شہادت دوں جس طرح کہ اس نے دی ہے۔ زیاد نے کہا کہ یک نہ شد دو شد۔ میرا عصا لاؤ۔ عصا آ گیا تو انھوں نے اس سے پھر سوال کیا۔ کہ تو علیؓ کے متعلق کیا کہتا ہے۔ کہا کہ میں ان کے متعلق بہترین رائے رکھتا ہوں۔ زیاد نے حکم دیا کہ اس کو مارو۔ چنانچہ اس کو اتنا مارا کہ وہ زمین پر لوٹ گیا۔ زیاد نے کہا اچھا اب اس سے پوچھو کہ وہ علیؓ کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ وہ بولا کہ اگر تم اُستروں سے بھی میرا گوشت کاٹو تب بھی میں وہی کہونگا جو تم مجھ سے سُن چکے ہو۔ زیاد نے کہا کہ تجھ پر لازم ہے کہ تو علیؓ پر لعنت بھیجے ورنہ میں تیری گردن ماردونگا۔ اس نے جواب دیا کہ میں ایسا نہ کرونگا۔ اس پر اس نے اُسے بھی زنجیروں میں جکڑ کر قید کر دیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ قیس بن عبادہ زندہ رہا اور ابن اشعث کے ساتھ اس کی جنگوں میں لڑا۔ اس کے بعد وہ کوفے پہنچا اور خانہ نشین ہو گیا۔ حوشب نے حجاج سے کہا کہ یہاں ایک ایسا فتنہ پرداز شخص ہے کہ جب کبھی عراق میں کوئی فتنہ برپا ہوتا ہے، تو وہ جھٹ اس میں شریک ہو جاتا ہے۔ وہ ترابی ہے اور حضرت عثمانؓ پر لعنت بھیجتا ہے۔ اس نے اشعث کے ساتھ خروج کیا تھا۔ وہ تو ہلاک ہو گیا مگر وہ اپنے گھر میں بیٹھا ہے۔ حجاج نے اُسے بلا کر قتل کر دیا۔ اس پر اس کے باپ کے بیٹوں نے حوشب کے خاندان والوں سے کہا کہ تم نے ہمارے دوست کے متعلق چغلی کھائی ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ تم نے بھی تو ہمارے آدمی کی نمامی کی تھی۔ اس آدمی سے ان کی مراد صیفی الشیبانی سے تھی۔ زیاد نے عبداللہ ابن خلیفۃ الطائی کو بلا بھیجا مگر وہ روپوش ہو گیا۔ اس پر زیاد نے شرطہ کو روانہ کیا اور انھوں نے اُسے گرفتار کر لیا۔ اس کی بہن نوار نے نکل کر قبیلہ طے کو بھڑکایا۔ اور انھوں نے شرطہ پر حملہ کر کے

اُسے چھڑا لیا۔ اہل شرطہ نے جا کر زیاد کو اس کی خبر دی۔ انھوں نے عدی ابن حاتم الطائی کو جو اس وقت مسجد میں تھا گرفتار کر لیا۔ اور کہا کہ عبد اللہ کو پکڑ لاؤ۔ انھوں نے پوچھا کہ اس کا کیا حال ہے۔ انھوں نے ان کو صورت حال سے مطلع کیا تو انھوں نے کہا کہ مجھے اس کی مطلق خبر نہ تھی۔ زیاد نے کہا کہ تم کو ضرور اُسے پکڑ کر لانا ہوگا۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں اسے ہرگز پکڑ کر نہ لاؤنگا۔ کیا میں اپنے عمزاد بھائی کو لاؤں تاکہ تو اُسے قتل کر دے۔ قسم بخدا اگر وہ میرے قدموں کے نیچے ہوتا تو میں اپنے قدموں کو اس پر سے نہ اٹھاتا۔ اس پر زیاد نے ان کو قید کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کوفے میں کوئی یمنی اور ربعی شخص ایسا نہ تھا جس نے زیاد سے ان کی سفارش نہ کی ہو۔ وہ یہ کہتے تھے کہ کیا تم عدی ابن حاتم صاحب رسول اللہ سے یہ سلوک کرتے ہو؟ زیاد نے کہا کہ اچھا میں ان کو اس شرط پر چھوڑتا ہوں کہ وہ اپنے برادر عمزاد کو میرے ہاں سے نکال لے جائیں۔ تاکہ جب تک میری حکومت ہے وہ کبھی کوفے میں داخل نہ ہو۔ ان لوگوں نے اس شرط کو منظور کیا۔ عدی نے عبد اللہ کے پاس پیغام بھیجا اور اس کو صورت حالات سے خبر دے کر حکم دیا کہ وہ قبیلۂ طے کے دونوں پہاڑوں میں رہے۔ چنانچہ وہ وہاں سے چلا گیا۔ مگر برابر عدی کو لکھتا رہا کہ میری سفارش کرو کہ میں کوفے میں آسکوں اور عدی اُسے امیدوں ہی میں رکھتے رہے۔ اسی ضمن میں عبد اللہ نے عدی سے اظہار ناراضمندی اور حجر اور ان کے اصحاب کا مرثیہ ادا کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ان میں سے چند اشعار یہ ہیں۔ (ترجمہ اشعار)

"میں نے لیلےٰ اور جوانی کی مدتوں کو یاد کیا۔ اور جوانی کی یاد یاد کرنے والے کے لیئے سخت ہوتی ہے۔ جوانی گزر گئی اور میں نے اس کی شاخوں کو گم کر دیا۔ اُف اس کے گزر جانیکا بھی کتنا رنج ہوتا ہے۔ جوانی کی یاد اور اس کے فقدان کے خیال اور اس کے جلد جلد گزرنے کے ذکر کو چھوڑ دو۔ اپنے گزرے ہوئے دوستوں کو رُوؤ۔ جنھوں نے پناہ ڈھونڈی مگر موت کے حوض سے نکلنے کی کوئی جگہ نہ پائی۔ ان کی موت نے ان کو بلا لیا۔ اور خوب جان لو کہ جس شخص کی موت آجاتی ہے وہ بچنے نہیں پاتا۔ وہ لوگ میری جماعت میں سے تھے۔ اور کوئی سختی اور بلا کا دن آتا تھا تو وہ میرے لیئے جائے پناہ ہو جاتے تھے۔ اب ان کے بعد میرا جی دنیا کے کسی کام میں مشغول ہونے کو نہیں چاہتا۔ اور نہ میری خواہش ہے کہ میری زندگی دراز ہو۔ میں تو کہتا ہوں کہ خدا کی قسم ہے کہ میں رات اور دن ان کی یاد کو نہ بھولونگا۔ خواہ میں مرکر دفن بھی ہو جاؤں۔ اہل عذراء پر خدا کے دوگنے چوگنے سلام ہوں اور اے خدا اس کو گھنگھور گھٹائیں

سیراب کریں۔ خدا حجر کو اپنی رحمت میں لے لے کیونکہ انھوں نے خدا کو راضی کر لیا تھا اور وہ معذور تھے۔ خدا کرے کہ حجر کی قبر پر گھٹائیں اور بارش کی جھڑیاں ہمیشہ برستی رہیں۔ یا یہ ہو کہ ان کو ندا کی جائے اور وہ اٹھ کھڑے ہوں۔ اے حجر اب خون آلودہ گھوڑوں اور بسیار مہماں نواز بادشاہ کا کون ضامن ہوگا۔ جبکہ وہ خشمناک ہو۔ اب تمہارے بعد کون صادق القول اور خدا سے ڈر کر بات کہنے والا باقی رہ گیا ہے۔ اب ایسا شخص کہاں ہے کہ اگر اُسے ظلم و ستم کی خبر دی جائے تو وہ اپنا رویہ بدل دے۔ تم اسلام کے بہترین ساتھی تھے۔ میری تو یہ خواہش ہے کہ تم حیات جاودانی پاؤ اور ہمیشہ خوش رہو۔ تم جنگ میں شمشیر زنی کا حق ادا کیا کرتے تھے۔ تم نیکی اور احسان کا اعتراف اور بدی کو ہمیشہ ناپسند کیا کرتے تھے۔ اے میرے دو بھائیو۔ تم باران رحمت میں محفوظ و معصوم ہو۔ تم کو تمہارے نیک اعمال کی خوش خبری دی گئی ہے۔ پس اس سے خوشی حاصل کرو۔ اے میرے دونوں خندفی بھائیو! جو کچھ ہمارے پاس ہے اس سے خوش ہو۔ خدا کرے تم ہلاک نہ ہو۔ اور اے قبائل حضرموت غالب اور شیبان کے بھائیو۔ تم جنت میں بشیرہ سے مل گئے ہو۔ تم ایسے نیک بخت تھے کہ میں نے تم سے زیادہ باصواب اور کسی کو نہیں دیکھا۔ تم موت کے وقت بھی جتجتیں کرنے والے اور جم کر لڑنے والے تھے۔ جب تلک کہ یہ ستارے روشن ہیں اور جب تک کہ وادئیں کے بطن میں کبوتری بولتی اور چہچہاتی ہے میں تم پر روئے جاؤنگا۔ پس میں کہتا ہوں (اور میں کچھ ظلم نہیں کرتا) کہ اے غوث ابن طے۔ میں اس بات سے کب ڈرتا تھا کہ میں تمہارے درمیان میں سفر کروں۔ خدا کرے کہ تم لاولد ہو جاؤ تم اپنے بھائی کی طرف سے کیوں نہیں لڑے۔ آہ اس نے چوٹ کھائی اور وہ لڑکھڑا کر گرا اور مر گیا۔ تم لوگ مجھ سے جدا ہو گئے اور میں اکیلا رہ گیا۔ گویا کہ میں اپنے مددگاروں سے مدت سے غریب اور ناآشنا ہوں۔ تم کو ہر جنگ میں مجھ سا کون ملیگا۔ خصوصاً اس وقت جبکہ جنگ بہت بڑھ جائے اور سخت ہو جائے۔ اور تمہیں اس وقت مجھ سا کون ملیگا۔ جب جنگ قائم ہو جائے اور ایک دلاور طلب گار موت جنگ کا نقصان برداشت کرنے کے لیئے تیار ہو جائے۔ یہ دیکھو میں وہی شخص ہوں اور طے کے پہاڑوں میں اس طرح چھپ رہا ہوں کہ میں ایک مطرود شخص ہوں۔ اس حالت کو خدا ہی اگر چاہے تو بدلے۔ میری جائے ہجرت سے مجھے دشمن نے باہر کر دیا میں خدا کی مرضی اور تقدیر پر راضی ہوں۔ میری قوم نے مجھے چھوڑ دیا حالانکہ میں بے قصور تھا۔ گویا کہ وہ کبھی میرے قبیلے یا خاندان ہی میں نہ تھے۔

اگر میں طے کے پہاڑوں میں کسی مکان میں ہوں۔ اور وہاں شراب اور اہالی موالی سبھی کچھ ہوں
تب بھی میں اس سے نہیں ڈرتا کہ میں وہاں سے دور چلا جاؤں۔ خدا کی بے شمار لعنتیں ہوں
اس پر جو اس بارے میں مجھ سے خصومت کرے۔ خدا لعنت کرے اہل حضر موت کے سردار
بنو وائل پر۔ اور خدا کرے قنانی کو تیز نیزے سے واسطہ پڑے۔ خدا کرے وہ لوگ ہلاک ہوں
جو ہمارے خلاف جمع ہوئے اور جنہوں نے ہمارے بارے میں غلط بیانی اور دروغ بافی کی
خبردار قوم کو نہیں چاہیئے کہ جس وقت زمانہ ان کو بدبختی اور تغیر حال میں مبتلا کردے تو وہ غوث
اور طے کی مدد کے لیئے مجھے پکاریں۔ میں ان کے سپاہیوں سے نہیں لڑا۔ اور نہ میں نے کوفہ
میں غبار مکدر اڑایا۔ میرے دوست کو خبر کردو کہ اگر میں نے مشرق کی طرف کوچ کیا تو جدیلہ
یا معن یا بحتر کی طرف جاؤں گا۔ یا نہیں تو یہاں یا اہل طے کی طرف جاؤں گا حالانکہ میں تم لوگوں
میں ایسا دولتمند نہ تھا جسکے اخلاق سخت درست ہوں۔ کیا تمہیں وہ میری یوم العذیب کی قسم یاد نہیں۔ جب میں
تمہارے آگے آگے تھا اور قسم کھاتا تھا کہ میں کبھی زمانے میں بھاگتا ہوا نہ دکھلائی دوں گا۔
کیا تمھیں مہران پر میرا ایسی حالت میں حملہ کرنا یاد نہیں ہے کہ جب تمام جماعت رک گئی تھی؟
کیا تمھیں یاد نہیں کہ میں نے کس بہادری کے ساتھ اس دلیر اور جواں مرد اور بہادر سردار
کو قتل کیا تھا؟ علیٰ ہذا القیاس نہ جنگ جلولہ میں اور نہ نہاوند اور تستر کی فاتحانہ جنگوں میں
میرا بال بیکا ہوا۔ اور تم اس یوم شریعت کو بھلا دو گے جب صفین کے میدان میں نیزے دشمنوں
کے کندھوں پر پڑ کر ٹوٹ رہے تھے۔ خدا عدی ابن حاتم کو میرے ترک کرنے اور مجھے بے یار و
مددگار چھوڑنے کی پوری پوری جزا دے۔ کیا تو میری بہادری کے ساتھ "ابن حاتم" کہہ کر پکارنے
کو بھول گیا ہے جبکہ اس دن شام کے وقت تیرا وجود بے کار ثابت ہو رہا تھا۔ وہ یاد نہیں
کہ میں نے کس طرح تیرے پاس سے لوگوں کو مار کر ہٹا دیا تھا۔ اور وہ خود ہی ایک دوسرے
کو چھوڑ چھوڑ بھاگنے لگے تھے۔ میں اس وقت ایک نہایت جنگ جو اور ہیبت ناک
دشمن تھا۔ وہ لوگ پھر وہاں ٹھیرے نہیں بلکہ بھاگتے ہی نظر آئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ
مجھے ایک بپھرا ہوا شیر سمجھتے تھے"۔

اس کے بعد یہاں اُن واقعات کا ذکر ہے کہ عبداللہ نے جنگ صفین کے موقع پر
عدی سے کیا کیا سلوک کیئے تھے۔ مگر کیونکہ اس کا بیان پہلے آچکا ہے اس لیئے یہاں ہم اسے
ترک کرتے ہیں۔ پھر کہتا ہے :۔

"وہ یا د ہے کہ جب قریب والوں نے تجھ سے خیانت کی اور دور والوں نے چشم پوشی کی تو صرف میں ہی اکیلا شخص تھا جس نے تیری زبردست مدد کی؟ آہ۔ میری یہی جزا تھی کہ میں تمہارے درمیان میں ذلت کے ساتھ چھپا چھپا پھروں۔ اور مجھے خوار و قید کیا جائے۔ تو مجھ سے کتنے وعدے کر چکا ہے کہ تو مجھے واپس بلائے گا۔ مگر مجھے ان وعدوں سے ذرہ بھر تو فائدہ نہ ہوا۔ میں طرح طرح سے اونٹنیوں کی حفاظت کرتا تھا۔ جب بکری کے بچوں کا چرواہا دودھ دودھ کر آواز پیدا کرتا تھا تو میں بھی ویسا ہی کرتا تھا۔ گویا نہ تو میں کبھی جنگ میں گھوڑوں پر سوار ہوا تھا۔ اور نہ کبھی کسی بہادر کے خون میں لت پت کیا گیا تھا۔ نہ کبھی تمہارے ہمراہ کسی لوٹ مار میں شریک ہوا۔ جب بوڑھے آدمی کبھی تو پیچھے ہٹتے تھے اور کبھی گٹ گٹ پانی پینے لگتے تھے۔ گویا میں نے مقامات سجاس اور راہر کی درمیانی پہاڑیوں پر کبھی کسی جماعت کے پیچھے گھوڑوں کو نہیں دوڑایا۔ گویا میں نے اپنی تاخت و تاراج سے قطا کی طرح گھوم گھوم کر اور یک بارگی حملہ کر کے کبھی اونٹنیوں کو نہیں ڈرایا۔ گویا میں قزوین یا شیروین میں شہسواروں کے مابین نیزہ زنی کرتا ہوا کبھی نہیں دکھائی دیا۔ یا میں نے کبھی گھوڑوں کو نہیں بھگایا۔ زمانے کا یہ حال ہو گیا ہے کہ اس کی تمام خوبیاں مجھ سے دور ہو گئی ہیں۔ بلکہ اس کی خوبیاں بھی بدیاں ہو گئی ہیں۔ مگر خدا نہ کرے کہ میری قوم دور ہو۔ گو کہ میں ان پر عتاب کر رہا ہوں۔ اور میں ذلیل و خوار و پوشیدہ ہوں۔ گو کہ میں ان سے دور افتادہ اور پوشیدہ ہوں۔ مگر ان کے بعد دنیا کی زندگی میں کوئی خیر و خوبی اور مزہ نہیں۔"

عبداللہ زیاد کی موت سے پہلے ہی طے کی دونوں پہاڑیوں میں فوت ہو گیا۔

اس کے بعد اصحاب حجر ابن عدی میں سے کریم ابن عفیف الخثعمی کو زیاد کے سامنے پیش کیا گیا۔ انھوں نے نام پوچھا۔ کہا کہ کریم ابن عفیف۔ زیاد نے کہا کہ "تیرا اور تیرے باپ کا نام کیسا اچھا ہے۔ مگر تیرے اعمال اور تیری رائے کیسی بری ہے۔" کریم نے کہا کہ "خدا کی قسم تم عنقریب دیکھ لوگے کہ میری رائے کیا ہے۔"

کہتے ہیں کہ زیاد نے اصحاب حجر ابن عدی میں سے بارہ آدمیوں کو قید خانے میں جمع کیا۔ پھر ایک دن مختلف علاقہ جات کے رؤساء کو بلایا جن میں حسب ذیل آدمی شریک تھے۔ عمرو ابن حریث مدینے سے۔ خالد ابن عرفطہ تمیم اور ہمدان سے۔ اور قیس ابن ولید ربیعہ اور کندہ سے۔ ابو بردہ ابن ابی موسیٰ مذحج اور اسد سے۔ ان سب نے شہادت دی کہ

حجر جماعتوں کو جمع کرتا۔ خلیفہ کو سب وشتم کرتا اور امیر المومنین کے خلاف جنگ کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ اس کو یہ زعم ہے کہ امر خلافت آل ابو طالب کے سوائے اور کسی کے لیئے درست نہیں ہے۔ اس نے شہر میں شورش برپا کر کے امیر المومنین کے عامل کو وہاں سے نکال دیا ہے۔ وہ ابو ترابؓ کو معذور سمجھتا اور ان کے لیئے دعاے رحمت کرتا۔ اور ان کے دشمن اور ان کے خلاف جنگ آوروں سے برات ظاہر کرتا ہے۔ یہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں وہ اس کے سر برآوردہ اصحاب میں سے ہیں۔ اور اس کی رائے اور حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ زیاد نے ان شاہدین کی شہادت پر غور کر کے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ چار سے زیادہ گواہ مہیا کیئے جائیں۔ اس لیئے انھوں نے اور لوگوں کو بھی حجر کے خلاف شہادت کے لیئے طلب کیا۔ چنانچہ طلحہ بن عبید اللہ کے بیٹوں اسحاق اور موسیٰ۔ منذر ابن زبیر۔ عمارہ بن عقبہ ابن ابی معیط۔ اور عمرو بن سعد ابن ابی وقاص وغیرہ نے شہادت دی۔ ان کے علاوہ قاضی شریح بن حارث اور شریح ابن ہانی کے نام بھی شاہدین میں لکھے گئے۔ شریح ابن ہانی کہتا ہے کہ میں نے شہادت نہیں دی تھی بلکہ اُلٹی ان کو ملامت کی تھی۔ اس کے بعد زیاد نے حجر ابن عدی اور ان کے اصحاب کو وائل ابن حجر الحضرمی اور کثیر بن شہاب کے پاس بھیج دیا اور ان کو حکم دیا کہ انھیں لیکر شام چلے جاؤ۔ بنابریں وہ ایک دن شام کے وقت انھیں لیکر روانہ ہوئے۔ غریین تک پہنچے تھے کہ انھیں شریح ابن ہانی ملا جس نے وائل (ابن حجر الحضرمی) کو ایک خط دیا۔ اور کہا کہ اسے امیر المومنین کے پاس پہنچا دو۔ چنانچہ وہ اس خط کو لیکر پھر روانہ ہوگئے یہاں تک کہ وہ دمشق کے پاس مرج عذراء تک پہنچ گئے۔ جس جماعت کو وہ لیئے جا رہے تھے ان میں اشخاص ذیل تھے:۔

حجر ابن عدی الکندی۔ ارقم ابن عبد اللہ الکندی۔ شریک ابن شداد حضرمی۔ صیفی ابن فسیل الشیبانی۔ قبیصہ ابن ضبیعہ العبسی۔ کریم ابن عفیف الخثعمی۔ عاصم ابن عوف البجلی۔ ورقا بن سمی البجلی۔ کرام ابن حیان العنزی۔ عبد الرحمن ابن حسان العنزی۔ محرز ابن شہاب التیمی۔ اور عبد اللہ ابن حویۃ السعدی التیمی۔ وہ تعداد میں بارہ تھے۔ اور ان کے پیچھے پیچھے زیاد نے دو آدمیوں کو روانہ کیا تھا جن کے نام عتبہ ابن اخنس (جو قبیلۂ سعد ابن بکر میں سے تھا) اور سعد ابن نمران الہمدانی تھے۔ اس طرح ان سب کی مجموعی تعداد چودہ ہوگئی تھی۔ امیر معاویہ نے وائل ابن حجر اور کثیر ابن شہاب کو اپنے پاس بلایا اور ان کا خط لے کر پڑھا۔ بعد ازاں وائل نے شریح ابن ہانی کا

خط بھی ان کو دے دیا۔ انھوں نے پڑھ کر دیکھا تو یہ لکھا ہوا تھا: ۔ "مجھے اطلاع ملی ہے کہ زیاد نے میری شہادت لکھی ہے۔ اور حجر کے متعلق میری شہادت یہ ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو نماز پڑھتے ہیں زکواۃ دیتے ہیں۔ اور ہمیشہ حج اور عمرہ کرتے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں۔ ان کا خون بہانا اور مال ضبط کرنا حرام ہے۔ اگر آپ چاہیں تو اُنھیں قتل کردیں اور چاہیں تو چھوڑ دیں"۔ امیر معاویہ نے کہا کہ "میں اس سے صرف یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ یہ شخص اپنے آپ کو تمہاری شہادت سے بری کرتا ہے"۔

غرض امیر معاویہ نے ان سب کو مرج عذراء میں قید کردیا۔ جہاں پہنچ کر ان سے وہ دونوں اشخاص بھی آملے جن کو زیاد نے حجر اور ان کے اصحاب میں شامل کردیا تھا۔ جب وہ دونوں پہنچ گئے اور عامر ابن اسود العجلی امیر معاویہ سے اس امر کی اطلاع کرنے گیا تو وہاں حجر ابن عدی نے بیڑیاں پہنے پہنے کھڑے ہو کر عامر سے کہا کہ آپ امیر معاویہ کو اطلاع کر دیجئے کہ ہمارا خون بہانا ان کے لیئے حرام ہے۔ اور یہ کہ ہم کو امان دی گئی ہے۔ اور ہم نے ان سے اور انھوں نے ہم سے صلح کر لی ہے اور یہ بھی کہہ دیجئے کہ ہم نے کسی اہلِ قبلہ کو قتل نہیں کیا کہ ہمارا خون امیر کے لیئے حلال تصور کیا جائے۔ الغرض عامر نے امیر معاویہ کے پاس جا کر ان کو ان دونوں اشخاص کے ورود کی اطلاع دی۔ یزید ابن اسد البجلی اُٹھے اور اپنے برادران عمزاد یعنی عاصم اور ورقاء کے لیئے عفو گناہ کے طلب گار ہوئے۔ اس سے قبل جریر ابن عبداللہ البجلی ان دونوں کے متعلق لکھ چکے تھے کہ وہ دونوں جرم سے پاک ہیں۔ اور ان کے جرم سے بری ہونے کی شہادت دی تھی۔ لہذا معاویہ نے ان کو رہا کر دیا۔ پھر وائل ابن حجر۔ ابو اعور السلمی۔ حمزہ ابن مالک الہمدانی اور حبیب ابن مسلمہ کی سفارشوں پر بالترتیب ارقم۔ عتبہ ابن اخنس۔ سعد ابن نمران اور ابن حویہ کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد مالک ابن ہبیرۃ السکونی نے کھڑے ہو کر کہا کہ میری خاطر سے آپ میرے برادر عمزاد حجر کو بھی رہا کر دیجئے۔ امیر معاویہ بولے وہ تو ان سب کا سردار ہے۔ مجھے خوف ہے کہ اگر میں اس کو رہا کر دوں گا تو وہ اپنے شہر میں فساد برپا کر دے گا۔ بلکہ ہم کو اس بات کی ضرورت ہے کہ تم کو اس کے ساتھ عراق روانہ کردیں۔ مالک نے کہا "معاویہ! بخدا آپ نے مجھ سے انصاف نہ کیا۔ میں جنگ صفین میں آپ کے ساتھ ہو کر آپ کے برادر عمزاد سے لڑا جس میں آپ کو فتح ہوئی اور آپ کی شان و شوکت میں اضافہ ہوا۔ اور آپ کو کسی قسم کے خطرے کا خوف دامنگیر نہ ہوا۔ اب میں آپ سے اپنے برادر عمزاد

کے لیئے سوال کر رہا ہوں تو آپ انکار کرتے ہیں'' یہ کہہ کر وہ اُٹھے اور اپنے گھر جا کر بیٹھ گئے۔
امیر معاویہ نے ہدبہ ابن فیاض القضاعی حُصین ابن عبد اللہ الکلابی۔ ابو شریف البدی کو حجر اور اس کے ساتھیوں کی طرف روانہ کر دیا تاکہ ان میں جس جس کے قتل کا حکم دیا جائے اس کو قتل کر دیں۔ چنانچہ وہ سب شام کے وقت حجر کے پاس پہنچے۔ جب خثعمی نے دیکھا کہ ان میں سے ایک یک چشم ہے تو انھوں نے کہا کہ ہم میں سے نصف قتل کیئے جائیں گے اور نصف رہا کر دیئے جاویں گے۔ انھوں نے چھ کو رہا کر دیا۔ اور آٹھ کو قتل کر دیا۔ اور قتل کرنے سے پہلے ان سے کہا کہ ہم کو یہ حکم ہوا ہے کہ ہم تمہارے سامنے علیؑ سے برأت ظاہر کرنے اور ان پر لعنت کرنے کا سوال پیش کریں۔ اگر تم اس کو قبول کر لو تو ہم تم کو ترک کر دیں۔ ورنہ قتل کر دیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم ایسا کرنے والے نہیں۔ لہٰذا حکم ہونے پر ان سب کے لیئے قبریں کھودی گئیں اور کفن مہیا کیئے گئے۔ حجر اور ان کے ہمراہیوں نے تمام رات نماز پڑھنے میں گزاری۔ جب صبح ہوئی، اور ان کو قتل کرنے کے لیئے نکالا گیا۔ تو حجر نے کہا کہ مجھے ذرا وضو کر کے نماز پڑھ لینے دو۔ کیونکہ میں جب کبھی وضو کرتا ہوں تو نماز ضرور پڑھتا ہوں۔ چنانچہ ان کو نماز ادا کرنے کی اجازت دی گئی۔ وہ نماز پڑھ کر وہاں سے ہٹ گئے۔ اور کہنے لگے کہ قسم بخدا۔ میں نے کبھی آج سے زیادہ ہلکی نماز نہیں پڑھی۔ اور اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ وہ لوگ یہ خیال کریں گے کہ میں موت سے گھبرا گیا ہوں تو میں اور زیادہ نماز پڑھتا۔ اور پھر کہا کہ اے خدا! ہم اپنی امت کے خلاف تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں۔ اہلِ کوفہ نے ہمارے خلاف شہادت دی اور اہلِ شام ہم کو قتل کرتے ہیں۔ خدا کی قسم اگر تم مجھے اس بنا پر قتل کرتے ہو تو میں مسلمانوں میں سے سب سے پہلا شہسوار ہوں گا جو شام کی وادی میں ہلاک کیا گیا۔ اور سب سے پہلا مسلمان ہوں گا جس پر اس کے کتے بھونکے۔ اس کے بعد ہدبہ ابن فیاض تلوار لیکر ان کی طرف گیا۔ وہ کانپ اُٹھے لوگوں نے ان سے کہا کہ تم کو تو یہ زعم تھا کہ تم موت سے نہیں گھبراتے۔ اگر تم اب بھی اپنے صاحب (یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ) سے برأت ظاہر کرو تو ہم تم کو چھوڑ دیں گے۔ انھوں نے جواب دیا کہ بھلا میں کیا گھبراؤں۔ حالانکہ میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ قبریں کُھدی ہوئی ہیں۔ کفن پھیلے ہوئے ہیں۔ اور تلوار میان سے باہر ہے۔ خدا کی قسم اگر میں قتل سے گھبرا بھی جاؤں تو کوئی کلمہ ایسا نہ نکالونگا جو خدا کی ناراضی کا باعث ہو۔ اس پر انھوں نے اُسے قتل کر دیا۔
کل چھ آدمی قتل کیئے گئے۔ عبد الرحمٰن ابن حسان العنزی اور کریم الخثعمی نے کہا کہ ہم کو امیر المومنین

کے پاس بھیجدو۔ ہم بھی اس شخص کے بارے میں جو کچھ وہ کہیں گے کہہ دیں گے۔ چنانچہ امیر معاویہ سے ان کے لئے اجازت طلب کی گئی۔ اور انھوں نے حاضری کی اجازت دی۔ جب وہ ان کے پاس آئے۔ تو الخثعمی نے کہا کہ اللہ اللہ اے معاویہ۔ آپ کو اس فنا ہو جانیوالی دنیا سے اس دائمی دار آخرت کیطرف انتقال کرنا ہے۔ وہاں آپ سے ہماری خون ریزی کے متعلق سوال کیا جاوے گا۔ انھوں نے پوچھا تو حضرت علیؓ کے متعلق کیا کہتا ہے۔ کہا وہی کہتا ہوں جو آپ کہتے ہیں۔ امیر معاویہ نے کہا کہ کیا تو اپنے آپ کو (حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کے دین سے بری رکھتا ہے۔ جس کا بدلہ آج خدا اسے دے رہا ہے۔ وہ خاموش رہا۔ شمر ابن عبداللہ (جو بنو قحافہ بن خثعم میں سے تھے) کھڑے ہوئے اور اس کے لئے بخشش کے خواستگار ہوئے۔ لہٰذا امیر معاویہ نے اسے اس شرط پر رہا کر دیا کہ وہ پھر کبھی کوفے میں داخل نہ ہو۔ چنانچہ اس نے موصل کی رہائش اختیار کر لی۔ الخثعمی کہا کرتا تھا کہ جب امیر معاویہ مر جائیں گے تو میں کوفے جاؤنگا۔ مگر وہ امیر معاویہ کی موت سے ایک ماہ پہلے ہی انتقال کر گیا۔

امیر معاویہ نے عبدالرحمٰن ابن حسان سے سوال کیا کہ اے ربیعہ کے بھائی تو علے (کرم اللہ وجہہ) کے متعلق کیا کہتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ آپ مجھے ویسے ہی رہنے دیجئے مجھ سے یہ سوال نہ کیجئے۔ کیونکہ آپ کے لئے یہی بہتر ہے۔ انھوں نے کہا کہ بخدا تجھے یوں ہی نہ رہنے دونگا۔ عبدالرحمٰن بولا میں شہادت دیتا ہوں کہ حضرت علیؓ خدائے تعالٰی کے بڑے ذاکر آمر بالحق، قائم بالقسط اور عاف عن الناس تھے۔ پوچھا تو عثمانؓ کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ کہا کہ وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے ظلم کے دروازے کو کھولا اور حق کے دروازے کو بند کیا۔ امیر معاویہ نے کہا کہ تو نے اپنے آپ کو قتل کیا۔ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ بلکہ میں نے ہی آپ کو قتل کیا۔ اور وادی میں کوئی بھی اہل ربیعہ میں سے ایسا نہیں ہے کہ وہ سفارش کرے۔ اس پر معاویہ نے اس کو زیاد کے پاس روانہ کر دیا کہ اس کو بری طرح قتل کرادو۔ چنانچہ زیاد نے اسے زندہ دفن کرا دیا۔

مقتولین میں حجر ابن عدی۔ شریک ابن شداد الحضرمی صیفی ابن فسیل الشیبانی۔ قبیصہ ابن ضبیعۃ العبسی۔ محرز ابن شہاب السعدی التیمی۔ کرام ابن حیان العنزی۔ اور عبدالرحمٰن ابن حسان العنزی تھے۔ موخر الذکر کو زیاد نے زندہ دفن کرا دیا تھا۔ ان سب کی مجموعی تعداد سات ہوتی ہے۔ ان کے قتل کے بعد ان پر نماز پڑھی گئی اور دفن کیا گیا۔

کہتے ہیں کہ حسن بصری کو حجر اور ان کے اصحاب کے قتل ہونیکی خبر ملی تو انھوں نے کہا کہ ان کی نماز جنازہ پڑھو۔ کفن پہناؤ اور دفن کرو ان کا منہ قبلہ کی جانب کرو سب نے کہا بہتر ہے پھر حسن بصری نے کہا خدا کی قسم ان کی قبروں کی زیارت کیا کرو۔"

مالک ابن ہبیرۃ السکونی کا یہ ہوا کہ جب امیر معاویہ نے حجر کے بارے میں ان کی سفارش قبول نہ کی تو وہ اپنی قوم کو جمع کر کے حجر اور ان کے اصحاب کو رہائی دلوانے کے ارادے سے عذرا کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ان کے قاتل ان کو ملے جو مالک کو دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ وہ حجر کو رہائی دلانے کے لئے جا رہے ہیں۔ مالک نے پوچھا کہ کیا خبر ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ان لوگوں نے توبہ کر لی ہے اور ہم لوگ امیر المومنین کو اطلاع دینے جا رہے ہیں۔ وہ خاموش ہو گئے اور پھر عذرا کی طرف روانہ ہو گئے راستے میں ان کو ایک شخص ملا جو وہیں سے آ رہا تھا۔ اس نے ان کو حجر وغیرہ کے قتل سے آگاہ کیا۔ اس پر مالک نے ان کے قاتلوں کے تعاقب کے لئے آدمی دوڑائے۔ مگر وہ ان کو نہ پا سکے۔ قاتلوں نے امیر معاویہ کے پاس پہنچ کر سب خبر دی۔ امیر نے سن کر کہا کہ وہ اپنے آپ میں ابھی تک گرم جوشی پاتا ہے۔ خیر اب سمجھنا چاہیئے کہ یہ حرارت بجھ گئی۔ مالک اپنے گھر کی طرف چلے گئے مگر معاویہ کی طرف نہ گئے۔ جب رات ہوئی تو امیر معاویہ نے ان کے پاس ایک لاکھ درہم بھیجے اور کہلا بھیجا کہ آپ کی سفارش قبول کرنے میں صرف یہ بات مانع ہوئی کہ مجھے یہ خوف ہو گیا کہ اگر میں اسے چھوڑ دوں تو وہ سب ملکر ہمیں ایک اور جنگ میں مبتلا کر دیں گے۔ اور مسلمانوں کے لئے یہ بلا حجر کے قتل سے زیادہ سخت ہو جائیگی۔ مالک نے وہ درہم لے لئے اور ان کے نفس کو اطمینان و راحت حاصل ہو گئے۔

جب حضرت عائشہؓ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو انھوں نے عبد اللہ ابن حارث کو حجر اور اس کے ساتھیوں کی سفارش کرنے کی غرض سے امیر معاویہ کے پاس بھیجا۔ مگر وہ ان کے پاس اس وقت پہنچے جب وہ سب قتل ہو چکے تھے۔ عبد الرحمٰن نے معاویہ سے سوال کیا کہ وہ ابو سفیان والا حلم آپ میں سے کہاں گیا۔ کہا وہ اس وقت سے جاتا رہا۔ جب سے کہ میرے پاس سے آپ کی طرح کے حلیم المزاج لوگ مفقود ہو گئے۔ اور ابن سمیہ نے مجھے آمادہ کیا اور میں اس کے کہنے میں آ گیا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ "اگر یہ ہو سکتا کہ ہم کسی کام کو ہونے سے روک سکتے اور اس کا نتیجہ ہمارے لئے برا نہ ہوتا تو ہم حجر کی موت کو ضرور روک دیتے۔ خدا کی

قسم میں جانتی ہوں کہ وہ بڑا مسلمان اور بڑا حج و عمرہ کرنے والا آدمی تھا"

حسن بصریؒ کا قول ہے کہ معاویہ میں چار خصلتیں تھیں۔ اگر ایک ہی ہوتی تو وہ باعث ہلاکت ہوتی :۔

(۱)۔ ان کا اس امت میں تلوار لے کر نکلنا اور امر امت پر قابو کر لینا۔ یہاں تک کہ انھوں نے بقایائے صحابہ و فضلا میں سے بھی مشورہ نہ کیا۔

(۲)۔ ان کا اپنے بعد اپنے حد درجے کے نشہ باز، شرابی۔ ریشمی کپڑے پہننے والے اور طنبورے سے دل بہلانے والے بیٹے کا خلیفہ بنانا۔

(۳) ان کا زیاد سے الحاق نسب کرنا۔ حالانکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ لڑکا صاحب ام الولد اور زانی بدکار کے لیئے ہے۔

(۴)۔ ان کا حجر اور اس کے ساتھیوں کو قتل کرنا۔ واویلا ہے حجر اور اصحاب حجر کے لیئے!!

ان دنوں لوگ کہتے تھے کہ کوفے میں سب سے پہلی ذلت و خواری کی بات حضرت امام حسن ابن علی (رضی اللہ عنہما) کی وفات ہے پھر حجر کا قتل۔ اور پھر دعوت زیاد ؟

ہند بنت زید الانصاریہ (جو شیعہ ہونے کا دعوے کرتی تھی) حجر کے مرثیہ میں کہتی ہے۔ (ترجمہ اشعار) :۔

"اے مہتاب روشن۔ بلند ہو۔ ذرا دیکھ تو سہی تجھے کہیں حجر بھی سفر کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ وہ معاویہ ابن حرب کی طرف جا رہا ہے تاکہ امیر کے ارادے کے مطابق وہ قتل کیا جائے۔ حجر کے بعد جابر و ظالم لوگوں کو آرام آگیا ہے۔ اور خورنق اور سدیر میں اب ان کے عیش و عشرت کا سامان ہو گیا ہے۔ اور اس کی موت کی وجہ سے بلاد میں خشک سالی اور قحط ہو گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان پر کبھی بارش نہیں ہوئی۔ اے حجر! اے بنو عدی کے حجر۔ خدا تجھے خوش اور مسرور رکھے۔ جو مصیبت عدی پر نازل ہوئی ہے اس سے مجھے تجھ پر مصیبت نازل ہونے کا خوف ہو رہا ہے۔ اور میں اس بوڑھے سے ڈرتی ہوں جو شام میں غرا رہا ہے۔ اگر تو ہلاک ہو گیا تو سمجھنا چاہیئے کہ دنیا میں ہر ایک قوم کا سردار ضرور ہلاک ہو گا" ؟

حجر کے قتل کے متعلق علاوہ اس کے جو کچھ کہ اوپر بیان ہوا ایک اور روایت بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک جمعہ کے دن زیاد نے خطبے کو اتنا طول دیا کہ نماز میں دیر ہو گئی

حجر ابن عدی نے کہا کہ نماز کا وقت آگیا ہے۔ مگر وہ خطبہ پڑھتے رہے۔ حجر نے پھر کہا کہ نماز کا
وقت ہے۔ مگر وہ ایسے ہی پڑھتے رہے۔ آخر جب حجر کو نماز فوت ہو جانے کا خطرہ ہوا
تو انھوں نے ایک مٹھی بھر سنگریزوں پر ہاتھ مارا اور نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے۔ لوگ بھی
ان کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ جب زیاد نے یہ حالت دیکھی تو وہ بھی منبر پر سے اُتر کر
لوگوں کے ساتھ نماز میں شامل ہو گئے۔ اور بعد میں تمام واقعے کو خوب بڑھا چڑھا کر
امیر معاویہ کو لکھ دیا۔ امیر معاویہ نے ان کو حکم دیا کہ حجر کو آہنی زنجیروں میں قید کر کے
میرے پاس روانہ کر دو۔ جب زیاد نے ان کو گرفتار کرنا چاہا تو ان کے لوگ ان کی حمایت
پر کھڑے ہو گئے۔ مگر حجر نے کہا کہ نہیں نہیں۔ میں بہ سمع وطاعت قبول کرتا ہوں۔ چنانچہ
انھیں زنجیروں میں جکڑ کر امیر معاویہ کے پاس بھیج دیا گیا۔ امیر معاویہ کے سامنے پہنچ کر
انھوں نے کہا کہ السلام علیکم یا امیر المومنین۔ امیر بولے ہاں کیا میں ہی امیر المومنین
ہوں۔ خدا کی قسم نہ تو میں تجھے معاف کروں گا اور نہ تجھ سے معافی مانگوں گا۔ اسے باہر لے جاؤ
اور اس کی گردن مار دو۔ جو لوگ قتل کرنے کے لیئے مامور ہوئے تھے حجر نے ان سے کہا کہ
ذرا مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔ انھوں نے کہا کہ پڑھ لو۔ حجر نے دو رکعت نماز ادا کی۔
مگر تخفیف کے ساتھ اور کہا کہ اگر تم لوگ میرے ارادے کے سوا کچھ اور خیال نہ کرتے تو میں
ان رکعتوں کو اور زیادہ طول دیتا۔ پھر ان کی قوم میں سے جو شخص وہاں موجود تھا اس سے
مخاطب ہو کر کہا کہ میری بیڑیاں مت اُتارنا۔ اور نہ میرا خون دھونا کیونکہ میں کل کو معاویہ سے
اسی طرح ملوں گا۔ اس کے بعد ان کی گردن مار دی گئی۔ کہتے ہیں کہ اس واقعے کے بعد حضرت
عائشہؓ معاویہ سے ملیں اور پوچھا کہ حجر کے معاملے میں تمہارا حلم کہاں چلا گیا تھا؟ جواب
دیا کہ اس وقت میرے پاس کوئی نیک ہدائیت دینے والا موجود نہ تھا۔

ابن سیرین کہتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے کہ جب امیر معاویہ کی موت کا وقت
قریب آیا تو وہ بار بار یہی کہتے تھے کہ :۔

"اے حجر۔ آج کا دن تیری وجہ سے اتنا لمبا ہو گیا ہے"

{عباد بضم العین اور فتح بائے موحدہ، اور اس کی تخفیف سے ہے}

ربیع کے عامل خراسان ہونے کا بیان

اسی سال زیاد نے ربیع ابن زیاد الحارثی کو خراسان کا عامل بنا کر بھیجا جس کی تفصیل یہ ہے

کہ حکم ابن عمرو الغفاری نے اپنی وفات کے وقت انس ابن ابی اناس کو اپنا قائم مقام بنایا تھا۔ زیاد نے اُسے معزول کر کے خلید ابن عبداللہ الحنفی کو مقرر کیا۔ پھر اسے بھی معزول کیا اور ربیع ابن زیاد کو ۵۱ھ میں مقرر کر کے اس کے ہمراہ اہل کوفہ اور بصرے میں سے پچاس ہزار آدمی مع اہل و عیال کے روانہ کیئے۔ ان میں بریدہ ابن حصیب اور ابو برزہ (جو رسول اللہ صلعم کے صحابیوں میں تھے) شامل تھے۔ یہ سب آدمی خراساں میں آباد ہو گئے۔ ربیع ابن زیاد نے وہاں پہنچ کر بلخ میں جنگ کی اور اُسے صلح سے فتح کر لیا۔ بعض مورخین کی رائے کے مطابق احنف ابن قیس سے صلح کرنے کے بعد انھوں نے فسخ معاہدہ کر لیا تھا۔ ربیع نے قہستان کو بزور شمشیر فتح کر کے اُس نواح کے تمام ترک باشندوں کو قتل کر دیا۔ اور اُن میں سے صرف نیزک طرخاں باقی رہ گیا۔ مگر قتیبہ ابن مسلم نے اپنی ولایت کے زمانے میں اُسے بھی قتل کر دیا۔

متعدد واقعات کا بیان

اس سال (اور بقول بعض ۵۴ھ میں) جریر ابن عبداللہ البجلی کا انتقال ہوا۔ وہ اُس سال دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے تھے جس سال جناب رسول اللہ صلعم کی وفات ہوئی۔

اسی سال سعید ابن زید نے انتقال کیا۔ اور مدینے میں دفن کیئے گئے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ان کا انتقال ۵۲ھ یا ۵۸ھ میں ہوا۔ وہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔

اسی سال ابوبکرۃ نفیع ابن حارث نے بھی انتقال کیا۔ وہ صحابۂ کرام میں سے تھے۔ اور ماں کی جانب سے زیاد کے بھائی تھے۔

اسی سال ام المومنین میمونہ بنت حارث نے بمقام سرف انتقال فرمایا اسی مقام پر ان کا نکاح رسول اللہ صلعم سے ہوا تھا۔ بعض رواۃ کا خیال ہے کہ ان کی وفات ۶۳ھ میں ہوئی اور بعض بیان کرتے ہیں کہ ۶۶ھ میں ہوئی۔

اسی سال یزید ابن معاویہ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ اس سال عمّال وہی حضرات تھے جن کا ذکر ہو چکا ہے۔

۵۲ھ کے واقعات

اس سال سفیان ابن عوف الاسدی نے روم میں جنگ کی اور وہیں موسم سرما بھی بسر کیا

اسی سال جنادہ بن ابی امیۃ الازدی نے جزیرہ روڈس کو فتح کیا۔ جو بحر میں واقع ہے مسلمان اس میں اترنے کو اتر تو گئے مگر اہل روم سے ڈرتے ہی رہے۔ انھوں نے اہل روم پر سختیاں کیں۔ اور بحر میں ان کا مقابلہ کر کے ان کی کشتیاں چھین لیں۔ امیر معاویہ نے اپنے عطاؤ اکرام کو پانی کی طرح بہادیا۔ دشمن ان سے ڈرتے تھے۔ اور جب امیر معاویہ کا انتقال ہو گیا تو ان کے صاحبزادے یزید نے بھی ان کو وہیں رہنے دیا۔ ؎

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جزیرہ روڈس سنہ ۶۲ھ میں فتح ہوا۔ ؎

زیاد کی وفات کا بیان

اس سال ماہ رمضان میں زیاد ابن ابیہ نے کوفے میں انتقال کیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ انھوں نے امیر معاویہ کو لکھا کہ میں نے اپنے بائیں ہاتھ سے عراق کا پورا انتظام کر لیا اور سیدھا ہاتھ خالی ہے اسکو حجاز کے انتظام پر لگا دیجئے۔ امیر معاویہ نے ان کو اسپر تقرر کا حکم لکھ بھیجا۔ جب اہل حجاز کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو ان میں سے چند آدمی حضرت عبداللہ ابن عمر ابن الخطاب کے پاس گئے اور یہ واقعہ ان سے بیان کیا۔ انھوں نے کہا کہ خدا سے زیاد کے لئے بددعا کرو۔ پھر خود قبلہ رو ہو کر زیاد کیلئے بددعا کی جس میں وہ لوگ بھی شریک ہو گئے۔ انکی دعا یہ تھی:۔ "اے خدا ہمکو زیاد کے شر سے بچا"۔ نتیجہ یہ ہوا کہ زیاد کے داہنے ہاتھ کی ایک انگلی میں پھوڑا نکلا جس نے انکی جان لیکر چھوڑی۔ جب انکی موت کا وقت قریب آیا تو انھوں نے قاضی شریح کو بلا کر کہا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ مرض پیدا ہو گیا ہے اور مجھے انگلی کاٹ دینے کا مشورہ دیا گیا ہے۔ شریح نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ اگر موت قریب ہے تو آپ خدا سے دست بریدہ ہو کر ملیں گے۔ اور ایسا معلوم ہوگا کہ آپ نے اس سے ملنے کی کراہت کی وجہ سے ہاتھ کٹوا دیا ہے اور اگر موت میں تاخیر ہوئی تو آپ دست بریدہ ہو کر زندہ رہیں گے۔ اور اس طرح اپنی اولاد کو عیب ناک کر دینگے۔ انھوں نے کہا کہ میں اور میرا پھوڑا ایک ہی چادر میں رات بسر نہیں کر سکتے۔ قاضی شریح ان کے پاس سے چلے گئے۔ لوگوں نے انسے حال پوچھا تو انھوں نے تمام واقعہ بیان کر دیا اسپر لوگوں نے انکو ملامت کی اور کہا کہ آپ نے ہاتھ کاٹ دینے کا مشورہ کیوں نہ دیا۔ قاضی صاحب نے جواب دیا کہ "المستشار مؤتمن"[۱]۔ غرضکہ زیاد نے ہاتھ کاٹ دینے کا ارادہ کیا۔ مگر آگ اور آہن داغ کو دیکھ کر گھبرا گئے۔ اور یہ ارادہ ترک کر دیا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بریدہ دست کے ارادے سے اس وجہ سے باز آ گئے کہ شریح نے ان کو یہی مشورہ دیا تھا جب زیاد کی

۱؎ جس سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ ایک امانت دار ہے۔ (حق امانت اسکو ادا کرنا ضروری ہے)۔

ایک قول کے مطابق انہوں نے وہیں انتقال کیا۔ ان کے بعد عبداللہ ابن مسعدة الفزاری مقرر کیا گیا۔ ایک روائیت یہ ہے کہ سفیان نے نہیں بلکہ بسر ابن ابی ارطاة نے بلاد روم میں موسم سرما بسر کیا تھا اور سفیان ابن عوف انکے ہمراہ تھے۔ اس سال کے موسم گرما میں محمد بن عبداللہ الثقفی نے جنگ کی ؎

زیاد ابن خراش العجلی کے خروج کا بیان

اسی سال زیاد ابن خراش العجلی نے تین سو آدمیوں کو ہمراہ لیکر خروج کیا۔ اور سواد کے مقام مسکن میں پہنچا۔ زیاد نے اس کے مقابلے کے لیئے چند شہسواروں کو روانہ کیا جن کے سردار سعد ابن حذیفہ (یا شاید کوئی اور) تھے۔ انھوں نے زیاد ابن خراش کے آدمیوں کو مقام ماہ میں قتل کیا جہاں وہ چلے گئے تھے ؎

معاذ الطائی کے خروج کا بیان

اسی طرح قبیلۂ طے کے ایک شخص نے زیاد کے خلاف خروج کیا جس کا نام معاذ تھا۔ وہ اس سال تیس آدمیوں کو لے کر نہر عبدالرحمن ابن ام الحکم پر پہنچا۔ زیاد نے اس کی سرکوبی کے لیئے آدمی روانہ کیئے۔ جنھوں نے اُسے اور اس کے ہمراہیوں کو قتل کر دیا۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس نے اپنا جھنڈا گر اکر امن طلب کیا تھا۔ ان لوگوں کو اصحاب نہر عبدالرحمن کہتے ہیں ؎

متعدد واقعات کا بیان

سعید ابن عاص نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ ؎

اس سال عمال وہی لوگ تھے جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ ؎

اسی سال عمران ابن حصین الخزاعی نے بصرے میں انتقال کیا۔ اور ابو ایوب الانصاری بھی فوت ہوئے۔ ان کا اصلی نام خالد ابن زید تھا۔ وہ عقبہ اور بدر میں شریک تھے۔ اس سے قبل ذکر ہوا ہے کہ انھوں نے ۴۹ھ میں قسطنطنیہ میں انتقال فرمایا۔ ؎

اسی سال کعب ابن عجرہ نے بھی پچھتر سال کی عمر میں انتقال کیا ؎

۵۳ھ کے واقعات

اس سال عبدالرحمن ابن ام الحکم الثقفی نے بلاد روم میں موسم سرما بسر کیا۔ ؎

موت کا وقت قریب آیا تو ان کے بیٹے نے ان سے کہا کہ میں نے آپ کے لئے ساٹھ کپڑے تیار کر رکھے ہیں جن میں آپکو مکفون کر دونگا۔ انھوں نے کہا کہ بیٹا تیرے باپ کو بہت جلد اس کے لباس سے بہتر لباس دیا جائیگا یا جو لباس دیا گیا ہے وہ بھی چھین لیا جائیگا۔ اس کے بعد انھوں نے دم توڑ دیا اور وہ کوفے کے ایک طرف مقام ثویہ میں دفن کر دیئے گئے۔

جب ابن عمر کو ان کے انتقال کی خبر ملی تو انھوں نے کہا کہ جا اے ابن سمیہ۔ نہ تو تو نے آخرت کو پایا اور نہ دنیا تجھ پر باقی رہی۔

ان کی پیدائش سنین ہجری کے سال اول میں ہوئی تھی۔ ؎
مسکین دارمی ان کا مرثیہ لکھتے ہوئے کہتا ہے (ترجمہ شعر):۔
”جب زیاد نے ہم کو وداع کیا تو میں نے دیکھا کہ اسلام کی ترقی نے علانیہ منہ پھیر لیا۔

فرزدق نے (جس نے زیاد کی موت سے پہلے اسکی ہجو کبھی نہ کہی تھی) مسکین کے جواب میں یہ اشعار کہے (ترجمہ اشعار):۔

”اے مسکین! خدا تیری آنکھ کو رلائے جس کے آنسو گمراہی میں نکل نکل کر بہہ گئے ہیں۔ تو اہل میسان کے ایک ایسے کافر شخص کو روتا ہے جو کسریٰ یا قیصر کے مانند اپنے اہل زمانہ پر جابرانہ حکومت کرتا تھا جب اسکی خبر مرگ لانیوالا میرے پاس پہنچا تو میں نے اس سے کہا کہ اسکی وجہ سے نہ کہ خاکی رنگ والے ہرن کیوجہ سے جو ریت کے تنہا ٹیلے پر رہتا ہے (اسلام کو ضعف پہنچا ہے)

زیاد سرخ رنگ آدمی تھے انکی داہنی آنکھ کسیقدر جھکی ہوئی تھی انکی ڈاڑھی سفید اور مخروطی شکل کی تھی انکی قمیص اکثر پیوند دار ہوتی تھی

ربیع کی موت کا بیان

اسی سال ربیع ابن زیاد الحارثی عامل خراسان۔ زیاد کی وفات سے پہلے انتقال کر گئے۔
ان کی موت کا سبب یہ ہوا کہ وہ حجر ابن عدی کے قتل سے اس قدر ناراض ہوئے کہ ایک دن انھوں نے کہا کہ حجر کے بعد اہل عرب ہمیشہ قتل ہوا کریں گے۔ اگر وہ اس کے قتل کے وقت وہاں سے بھاگ جاتے تو ان میں سے کوئی شخص اس طرح بے بس ہو کر قتل نہ کیا جاتا۔ مگر وہ لوگ ٹھیر گئے اور ذلیل ہوئے یہ کہکر وہ جمعہ کے دن تک بالکل خاموش ہو گئے۔ جمعہ کے دن انھوں نے باہر نکل کر کہا کہ اے لوگو میں زندگی سے بیزار ہو گیا ہوں۔ میں اس وقت ایک دعا کرتا ہوں۔ تم سب ملکر آمین کہو۔ چنانچہ نماز کے بعد انھوں نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی:۔ اے خدا اگر تیرے پاس میرے لئے خیر و برکت ہے تو جلد مجھے اپنے پاس اٹھالے۔

سب نے آمین کہی۔ پھر وہ وہاں سے نکلے اور ابھی حدنگاہ سے باہر بھی نہ گئے تھے۔ کہ گر پڑے۔ لوگ انہیں اُٹھا کر ان کے مکان پر لے گئے جہاں انھوں نے اپنے بیٹے عبداللہ کو اپنا قائم مقام بنایا۔ اور اسی دن انتقال کر گئے۔ ان کی وفات کے دو ماہ بعد ان کے بیٹے نے بھی انتقال کیا۔ اور خلید ابن یربوع الحنفی کو اپنا جانشین بنا کر چھوڑ گئے۔ زیاد نے ان کو اس عہدے پر مستقل کر دیا۔ زیاد کے انتقال کے وقت سمرہ ابن جندب بصرے اور عبداللہ ابن خالد ابن اسید کوفے کے عامل تھے۔ سمرہ بصرے میں اٹھارہ (اور بروایتے گیارہ) ماہ کے لئے مقیم رہے جس مدت کے بعد امیر معاویہ نے ان کو وہاں سے معزول کر دیا۔ اس پر سمرہ نے کہا کہ معاویہ پر خدا کی لعنت ہو۔ خدا کی قسم اگر میں خدائے تعالےٰ کی اس طرح خدمت کرتا جس طرح میں نے معاویہ کی کی تھی تو وہ مجھے کبھی سزا نہ دیتا۔ ایک شخص نے سمرہ کے پاس آکر اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کی۔ اور اس کے بعد اس نے مسجد میں جا کر نماز پڑھی۔ سمرہ نے اس کے قتل کا حکم دیا اور وہ قتل کیا گیا۔ ابوبکرہ وہاں سے گذرے اور کہا کہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے کہ :۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی وَ ذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی۔ کہتے ہیں کہ سمرہ نے مرض نمونیہ میں سخت مصیبتیں جھیلنے کے بعد انتقال کیا۔*

{ثُوَیہ ضم ثا، اور فتح واو سے ہے}

متعدد واقعات کا بیان

اس سال سعید ابن العاص عامل مدینہ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔*

اس تمام سال میں عبداللہ ابن خالد ابن اسید کوفے کے۔ سمرہ بصرے کے۔ اور خلید ابن یربوع خراسان کے عامل رہے۔*

اس سال یہ ہوا کہ عبدالرحمٰن ابن ابی بکرؓ صدیق نے مکہ کے راستے میں سوتے سوتے انتقال کیا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کا انتقال اس کے بعد ہوا۔*

اسی سال فیروز الدیلمی نے انتقال کیا۔ وہ حضرت رسول اللہ صلعم کے صحابی تھے اور امیر معاویہ کی طرف سے صنعا کے عامل تھے۔*

اسی سال عمرو ابن حزم الانصاری فوت ہوئے۔*

اسی سال فضالہ ابن عبید الانصاری نے دمشق میں وفات پائی جہاں وہ امیر معاویہ کی طرف سے قاضی تھے۔ یہ بھی روایت ہے کہ انھوں نے امیر معاویہ کے دوران حکومت کے

آخری حصہ میں انتقال کیا۔ اور اس کے متعلق چند اقوال اور بھی ہیں۔ وہ جنگ احد اور اس کے مابعد کے واقعات میں شامل رہے تھے۔ ☆

۵۴ھ کے واقعات

غزوۂ روم اور جزیرۂ اروادہ کی فتح کا بیان

اس سال محمد ابن مالک نے بلاد روم میں موسم سرما اور معن بن یزید السلمی نے موسم گرما بسر کیا۔ ☆

اسی سال مسلمانوں نے جنادہ ابن ابی امیہ کی سپہ سالاری میں جزیرۂ اروادہ کو فتح کیا۔ جو قسطنطنیہ کے قریب واقع ہے۔ وہ وہاں سات سال تک مقیم رہے۔ اور مجاہد ابن جبیر ان کے ہمراہ تھے۔ مگر جب امیر معاویہ کا انتقال ہوا اور یزید تخت پر بیٹھا تو اس نے فوج کی واپسی کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ لوگ وہاں سے واپس آ گئے۔ ☆

مدینے سے سعید کے عزل اور مروان کے تقرر کا بیان

اس سال امیر معاویہ نے سعید ابن عاص کو مدینے سے معزول کیا اور ان کی جگہ مروان کو مقرر کیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ امیر معاویہ نے سعید کو لکھا کہ مروان کے مکان کو منہدم کر کے اس کے مال و متاع پر قبضہ کر لو۔ تاکہ اس کی جگہ ایک صاف میدان بنایا جائے اور فدک ضبط کر لو۔ حالانکہ فدک انھوں نے خود مروان کو دیا تھا۔ سعید ابن العاص نے دوبارہ ان امور کے متعلق امیر معاویہ سے استصواب کیا۔ انھوں نے پھر وہی حکم لکھ بھیجا۔ سعید نے حکم کی تعمیل نہ کی اور دونوں خط اپنے پاس رکھ لیے۔ اس پر امیر معاویہ نے ان کو معزول کر دیا۔ اور ان کی جگہ مروان کو مقرر کیا۔ ☆

پھر امیر معاویہ نے مروان کو لکھا کہ سعید ابن العاص کا مال و متاع ضبط کر کے ان کا مکان منہدم کر دو۔ چنانچہ مروان مزدوروں کو ساتھ لے کر سعید کے مکان پر اس کے انہدام کے لیے گیا۔ سعید نے ان سے پوچھا کہ اے ابو عبدالملک کیا تم میرا مکان گرانے آئے ہو۔ کہا ہاں امیر المؤمنین نے مجھے یہی حکم دیا ہے۔ اگر وہ تم کو میرا مکان منہدم کرنے کا حکم دیتے تو تم بھی یہی کرتے۔ سعید نے کہا کہ میں ہرگز ایسا نہ کرتا۔ مروان نے کہا کہ تم کرتے اور خدا کی قسم

ضرور ایسا کرتے۔ سعید نے پھر کہا کہ ہرگز نہیں۔ اور یہ کہکر اپنے غلام کو حکم دیا کہ امیر معاویہ کا خط
پاس لے آؤ۔ وہ جاکر امیر معاویہ کے دونوں خط لے آیا۔ مروان نے ان کو پڑھ کر کہا کہ "حال
امیرالمومنین نے تم کو حکم دیا تھا۔ مگر نہ تو تم نے اس کی تعمیل کی اور نہ مجھکو اس کی اطلاع دی"۔ سع
نے جواب دیا کہ میں تم کو قابل اعتماد نہیں سمجھتا تھا کہ تم اس بات کو چھپائے رکھو گے۔ با
یہ ہے کہ امیر معاویہ ہم دونوں کو آپس میں لڑانا چاہتے ہیں۔ مروان نے جواب دیا کہ خدا کی ق
تم مجھ سے اچھے ہو۔ یہ کہکر وہ سعید کا مکان منہدم کئے بغیر واپس چلا گیا۔

اس پر سعید ابن العاص نے امیر معاویہ کو لکھا کہ تعجب ہے کہ امیرالمومنین نے ہمارے
ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا۔ وہ چاہتے ہیں کہ باوجود آپس کی قرابت کے میں اور مروان برسر کینہ ہو
امیرالمومنین کا حلم۔ ان کا خبیث لوگوں کی ناپسندیدہ باتوں پر صبر و عفو۔ ان کا ہمارے مابین
قطع تعلقات اور غم و اندوہ کا ذریعہ قائم کرنا اور ہماری اولادوں کا یہ کینہ و بغض ور
میں پانا اور خدا کی قسم اگر ہم ایک ہی باپ کی اولاد نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ ہم کو خلیفہ مظلوم امیرالمومنین
کی نصرت کے لئے متفق کر کے آپ پر جمع نہ کرتا ان سب باتوں کا لحاظ امیرالمومنین کے لئے
لازمی تھا۔ اس کے جواب میں امیر معاویہ نے ان کو عذر خواہی اور طلب عفو کا خط لکھا اور لکھا
کہ میں پھر تم سے حسن عہد قائم کرتا ہوں۔ اسکے بعد جب سعید امیر معاویہ سے ملنے گئے تو انھوں
نے مروان کے متعلق سوال کیا۔ سعید نے ان کی تعریف کی۔ امیر معاویہ نے پوچھا کہ کس وجہ
سے اس میں اور تم میں کدورت ہو گئی ہے سعید نے کہا کہ وہ مجھسے اپنے شرف کی وجہ سے
خائف تھے۔ اور میں اپنے شرف کی بنا پر۔ پوچھا کہ تمھاری اس کے متعلق کیا رائے ہے۔ کہا ک
اس کو تو میں پوشیدہ رکھتا ہوں خواہ ان کی موجودگی میں ہو یا انکے پس پشت۔

عبیداللہ ابن زیاد کے حاکم خراسان مقرر ہونے کا بیان

اس سال امیر معاویہ نے سمرہ ابن جندب کو معزول کر کے بصرے پر عبداللہ ابن
عمرو ابن غیلان کو چھ ماہ کے لئے مقرر کیا۔

اسی سال امیر معاویہ نے عبیداللہ ابن زیاد کو عامل خراسان مقرر کیا۔ جس کی وجہ
یہ ہوئی کہ وہ اپنے باپ کی وفات کے بعد امیر معاویہ کے پاس گیا تو انھوں نے سوال کیا
کہ تمھارے باپ نے کوفے اور بصرے پر کس کو مقرر کیا ہے۔ عبیداللہ نے بتلایا کہ فلاں

فلاں کو مقرر کیا ہے۔ امیر معاویہ نے کہا کہ اگر تمھارے باپ نے تم کو مقرر کیا ہوتا تو میں بھی تم کو ہی مقرر کر دیتا۔ اس پر عبید اللہ نے کہا کہ میں خدا کا واسطہ دلا کر آپ کو یہ کہتا ہوں کہ آپ کے بعد کوئی شخص مجھ سے یہ کہے کہ اگر تمھارے باپ یا چچا نے تم کو مقرر کیا ہوتا تو میں تم کو ضرور مقرر کر دیتا۔ اس پر امیر معاویہ نے اسکو خراسان کا عامل مقرر کر دیا۔ اور کہا کہ خدا سے ڈرتے رہو۔ اس کے خوف پر کسی اور کے خوف کو مقدم مت رکھو۔ کیونکہ خوف خدا سے عزت ہوتی ہے۔ اپنی عزت اور آبرو بڑھاؤ نہ کہ اس کو ملوث کرو۔ جب کسی سے وعدہ کرو تو اس کو پورا کرو۔ زیادہ کو کم کے عوض میں فروخت نہ کرو۔ جب تک کہ تم کسی امر کے متعلق خوب پختگی سے رائے قائم نہ کر لو اس کا اظہار نہ کرو۔ کیونکہ ایک دفعہ تمھارے ہاتھ سے نکلا تو پھر تم تک واپس نہ آئے گا۔ جب دشمن سے مقابلہ ہو اور وہ پہاڑی ناہموار علاقہ میں تم پر غلبہ حاصل کرے تو کرے مسطح میدان میں کبھی تم اسے اپنے اوپر غلبہ حاصل نہ کرنے دینا۔ کسی کو ایسی چیز کی طمع نہ دلاؤ جس میں کہ اس کا حق نہیں۔ اور نہ کسی کو ایسی چیز سے مایوس کر جس میں اس کا حق ہے۔ اس نصیحت کے بعد اس کو رخصت کیا۔ اس وقت عبید اللہ کی عمر پچیس برس کی تھی۔

عبید اللہ خراسان کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور اونٹوں پر سوار ہو کر دریا کو عبور کر کے بخارا پہنچا۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے ایک لشکر کے ساتھ بخارا کے پہاڑوں کو قطع کیا۔ اس نے وہاں پہنچکر رامنی نسف اور بیکند کو فتح کیا جو ملک بخارا میں واقع ہیں۔ پھر اہل بخارا پر حملہ کیا۔ اور بہت سا مال غنیمت جمع کیا۔ جب اس نے ترکوں سے مقابلہ کر کے ان کو شکست دی تو ترکوں کے بادشاہ کی زوجہ بھی اپنے خاوند کے ہمراہ تھی۔ بھاگتے وقت ان لوگوں نے اسے جلدی جلدی موزے پہنائے۔ گھبراہٹ میں صرف ایک موزہ پہنا دوسرا وہیں رہ گیا۔ اسے مسلمانوں نے اٹھا لیا اور دو لاکھ درہم اسکی قیمت ٹھیری اس نے ترکوں سے جو مقابلہ کیا تھا وہ خراسان کی فوجوں کے ساتھ کیا تھا جن کا ذکر آگے آئیگا۔ اس کا بہت کچھ رعب قائم ہو گیا۔ وہ خراسان میں دو سال مقیم رہا۔

متعدد واقعات کا بیان

اس سال مروان ابن حکم امیر مدینہ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ کوفے میں عبد اللہ ابن خالد

اور بقول بعض ضحاک ابن قیس۔ اور بصرے میں عبداللہ ابن عمرو ابن غیلان حکمراں تھے۔

اس سال ابو قتادۃ الانصاری نے ستر سال کی عمر میں انتقال کیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ ان کا انتقال سنہ ۴۰ھ میں ہوا اور حضرت علی کرم اللہ وجہ نے ان کے جنازے کی نماز ادا کی تھی۔ جس میں سات مرتبہ تکبیر کہی تھی۔ وہ حضرت علی رضی کی تمام جنگوں میں ان کے ساتھ تھے۔ اور جنگ بدر میں بھی شریک تھے۔

اسی سال حویطب ابن الفری نے ایک سو بیس سال کی عمر میں انتقال کیا۔ اسی سال ثوبان مولائے رسول اللہ صلعم نے بھی انتقال کیا۔

اسی سال (اور بقول بعض سنہ ۵۸ھ میں) اسامہ ابن زید کا انتقال ہوا۔

اسی سال سعید ابن یربوع بن عنکثہ ایک سو چوبیس برس کی عمر میں فوت ہوئے۔ وہ صحابۂ کرام میں سے تھے۔ علی ہذا القیاس مخرمۃ ابن نوفل نے ایک سو پندرہ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ وہ فتح مکہ کے مسلمانوں میں سے تھے۔

عبداللہ ابن انیس الجہنی نے بھی اسی سال انتقال کیا۔

اسی سال (اور بقول بعض سنہ ۵۸ھ میں) زید ابن شجرۃ الرہاوی ایک جنگ کے دوران میں شہید ہوئے۔

سنہ ۵۵ھ کے واقعات

ایک روایت کے مطابق اس سال سفیان بن عوف الازدی نے موسم سرما بسر کیا۔ اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ سفیان نہیں بلکہ عمرو ابن محرز تھے۔ ایک اور بیان یہ ہے کہ وہ عبداللہ ابن قیس الفزاری یا شاید مالک ابن عبداللہ تھے۔

ابن زیاد کی ولایت بصرے کا بیان

اسی سال امیر معاویہ نے عبداللہ ابن عمرو ابن غیلان کو ولایت بصرے سے معزول کر کے عبیداللہ ابن زیاد کو ان کی جگہ مقرر کیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ ایک مرتبہ عبداللہ بصرے کے منبر پر سے تقریر کر رہے تھے کہ بنو ضبۃ کے ایک شخص نے ان پر سنگریزے پھینکے انھوں نے اس کے ہاتھ کٹوا دیئے۔ بنو ضبۃ ان کے پاس گئے اور کہا کہ ہمارے آدمی نے

جو کچھ قصور کیا سو کیا۔ اور آپ اُسے سزا بھی دے چکے مگر ہم اس بات سے بے خوف نہ ہونگے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری خبر امیر المومنین کے پاس پہنچ جائے اور وہ ہم سب کو سزا دیں۔ لہذا آپ امیر المومنین کے نام ایک خط لکھ کر ہمیں دے دیں تاکہ ہمارا کوئی شخص اُسے ان کے پاس لے جائے۔ اور کہہ دے کہ آپ نے محض شبہ کی بنا پر اس کا ہاتھ کٹوا دیا ہے۔ اور کوئی خاص بات معلوم نہیں ہوئی۔ چنانچہ انھوں نے اس مضمون کا ایک خط لکھ کے ان کے حوالے کیا۔

جب نیا سال شروع ہوا تو عبداللہ معاویہ کے پاس گئے۔ اور اُدھر سے اہل ضبۃ بھی وہ خط لیئے ہوئے ان کے پاس پہنچے۔ اور دعوے کیا کہ عبداللہ نے ان کے ایک آدمی کا ہاتھ ظلم سے کٹوا دیا ہے۔ امیر معاویہ نے وہ خط دیکھکر کہا کہ یہ امر کہ میرے عمال سے خون کا بدلہ لیا جائے اس کی تو کوئی سبیل نہیں۔ البتہ اتنا ہو سکتا ہے کہ بیت المال سے اس کا معاوضہ تمہارے آدمی کو ادا کر دیا جائے۔ اس کے بعد انھوں نے عبداللہ کو بصرے سے معزول کر دیا۔ اور ان کی جگہ ابن زیاد کو مقرر کیا۔ ابن زیاد نے اسلم ابن زرعۃ الکلابی کو خراسان کا والی بنا دیا۔ مگر اسلم نے نہ تو کوئی جنگ کی اور نہ کوئی مقام فتح کیا۔ ؎

متعدد واقعات کا بیان

اس سال امیر معاویہ نے عبداللہ بن خالد کو کوفے سے معزول کیا اور ضحاک ابن قیس کو اس کی جگہ مقرر کیا۔ اور ایک روایت وہ بھی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ ؎

اسی سال ارقم ابن ارقم المخزومی نے انتقال کیا۔ یہ وہ بزرگ ہیں جن کے مکان پر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مکے میں پناہ لی تھی۔ موت کے وقت ان کی عمر اسی سال اور کچھ اور زیادہ تھی۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ان کا انتقال اسی دن ہوا جس دن حضرت ابوبکرؓ کا ہوا تھا۔

اسی سال ابو الیسر کعب بن عمرو الانصاری نے وفات پائی۔ وہ جنگ بدر میں شریک تھے۔ اور صفین میں حضرت علیؓ کے ہمراہ ہو کر لڑے تھے۔ ایک اور روایت یہ بھی ہے کہ ان کی وفات اس سے قبل ہوئی۔ ؎

اسی سال مروان ابن الحکم نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ ؎

۵۶ھ کے واقعات

اس سال جنادہ ابن ابی امیہ نے بلاد روم میں موسم سرما بسر کیا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے

کہ جنادہ نے نہیں بلکہ عبدالرحمٰن ابن مسعود نے ایسا کیا تھا کہتے ہیں کہ اس سال یزید ابن شجرہ نے سمندر میں اور عیاض ابن حارث نے خشکی پر جنگ کی اس سال امیر معاویہ نے ماہ رجب میں عمرہ ادا کیا۔ اور ولید ابن عتبہ ابن ابی سفیان نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔

یزید کے لئے ولایت عہد کی بیعت کا بیان

اس سال لوگوں نے یزید سے اس کے باپ کے ولیعہد ہونے کی بیعت کی۔

اس امر کی ابتدا اور تحریک مغیرہ ابن شعبہ سے ہوئی۔ امیر معاویہ نے ارادہ کیا کہ ان کو کوفے سے معزول کر کے ان کی جگہ سعید ابن عاص کو مقرر کریں۔ مغیرہ کو ان کے اس ارادے کی اطلاع ہوئی۔ تو انھوں نے کہا کہ بہتر یہ ہوگا کہ میں خود امیر معاویہ کے پاس جا کر عہدۂ عاملی سے استعفا دے آؤں۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ مجھے حکومت سے نفرت و کراہت ہے اس خیال سے وہ امیر معاویہ کے پاس روانہ ہو گئے۔ اور جب وہاں پہنچ لیے تو انھوں نے اپنے دوستوں سے کہا کہ اگر اب میں تمھارے لئے امارت و ولایت حاصل نہ کروں تو پھر کبھی نہ کرونگا۔ چنانچہ وہ چلے گئے۔ اور وہاں یزید سے ملاقات کی۔ اس سے کہا کہ رسول اللہ صلعم کے جلیل القدر صحابی تو گذر گئے۔ اب نہ آنحضرت کے خاندان مبارک میں سے کوئی باقی ہے۔ نہ بزرگان قریش میں سے کوئی رہ گیا ہے۔ اور نہ بڑی عمر کے لوگ موجود ہیں البتہ ان حضرات کی اولاد موجود ہے۔ اور آپ ان سب میں بلحاظ رائے افضل و احسن اور سنت و سیاست میں ان سب سے زیادہ عالم ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ امیر المومنین کو کون سی بات اس امر کے مانع ہے کہ وہ آپ کے لئے بیعت کا انعقاد کریں۔ یزید نے پوچھا کہ کیا آپکی رائے میں یہ کام پورا ہو جائیگا؟ کہا کہ ہاں۔ یہ سنکر یزید اپنے والد کے پاس گیا۔ اور مغیرہ کی گفتگو سے ان کو اطلاع دی۔ امیر معاویہ نے مغیرہ کو بلا کر دریافت کیا کہ یزید کیا کہتا ہے؟ انھوں نے کہا کہ اے امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے بعد جو کچھ خون ریزی اور اختلاف ہوا ہے وہ تو آپ دیکھ ہی چکے ہیں۔ یزید آپ کا جانشین ہو سکتا ہے۔ اس لئے آپ اس کے لئے بیعت منعقد کریں۔ اگر کوئی حادثہ پیش آیا تو وہ لوگوں کا پشت و پناہ اور آپ کا جانشین ہو سکیگا۔ اس لئے نہ تو خوں ریزی ہونے پائے گی اور نہ کسی طرح کا فتنہ و فساد اٹھیگا۔ امیر معاویہ نے کہا کہ مگر اس میں میرا ضامن اور معاون کون ہوگا۔ مغیرہ نے جواب دیا کہ

اہل کوفہ کے لئے میں اور بصرے کے لئے زیاد کافی ہیں ان دونوں شہروں کے بعد کوئی شخص آپکی مخالفت نہ کریگا" امیر نے کہا کہ اچھا تم اپنی ولایت کو واپس چلے جاؤ۔ اور وہاں جا کر ایسے لوگوں سے اس کے متعلق گفتگو کرو جن پر تم کو وثوق و اعتبار ہو۔ پھر ہم تم دیکھیں گے کہ کیا ہوتا ہے یہ کہہ کر مغیرہ کو رخصت کر دیا۔ ؛

امیر معاویہ کے پاس سے رخصت ہو کر مغیرہ اپنے دوستوں میں واپس آئے۔ انھوں نے پوچھا کہو کیا ہوا؟ کہا کہ میں نے امیر معاویہ کے پاؤں کو امت محمدی کی بعید الغایت رکاب میں رکھ دیا ہے۔ اور ان کے امور میں ایسا شگاف کیا ہے جو ابد تک بھی بند نہ ہوگا۔ اور یہ شعر پڑھا (ترجمہ شعر):-

"مجھ ہی جیسا آدمی تو دشمن کے رازوں میں شریک ہوتا ہے اور مجھ جیسے ہی آدمیوں کو بڑے بڑے غضبناک دشمن گرامی قدر سمجھتے ہیں"! ؛

الغرض اس کے بعد مغیرہ وہاں سے واپس آئے اور کوفے میں ایسے ایسے لوگوں سے امر یزید کا ذکر کیا جن پر وہ اعتبار کرتے تھے۔ اور جن کو وہ یہ جانتے تھے کہ بنو امیۃ کے طرفداروں کی جماعت میں سے ہیں۔ ان سب نے بیعت یزید کے متعلق ان کی رائے کو قبول کیا۔ لہذا ان میں سے انھوں نے دس اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دس سے زائد اشخاص کا ایک وفد تیار کیا۔ اور ان کو تیس ہزار درہم دیکر اپنے بیٹے موسٰے ابن مغیرہ کے ماتحت روانہ کیا۔ چنانچہ وہ سب لوگ معاویہ کے پاس پہنچے۔ اور بڑے زور و شور سے بیعت یزید کے خیال سے اتفاق کلی ظاہر کر کے ان سے انعقاد بیعت کی درخواست کی۔ امیر معاویہ نے کہا کہ ابھی تم اپنی اس رائے کے ظاہر کرنے میں عجلت نہ کرو۔ بلکہ اپنی رائے پر جمے رہو۔ پھر موسٰے سے سوال کیا کہ تمھارے باپ نے ان لوگوں کے دین کو کتنے میں خریدا۔ کہا تیس ہزار درہم میں۔ امیر معاویہ نے کہا کہ ان لوگوں نے اپنے دین کو کیسا آسان سمجھ رکھا ہے؛

ایک روایت یہ بھی ہے کہ مغیرہ نے چالیس آدمیوں کو بھیجا تھا۔ اور اپنے بیٹے عروہ کو ان کا سردار مقرر کیا تھا۔ جب وہ لوگ امیر معاویہ کے پاس پہنچے تو انھوں نے تقریریں کرنا شروع کیں۔ اور کہا کہ ہم کو امت محمدی کی ہمدردی کے خیال نے یہاں بھیجا ہے۔ اے امیر المومنین! آپ کا سن مبارک بہت زیادہ ہو گیا ہے اور ہم کو اتحاد و اتفاق کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ لگا ہوا ہے۔ لہذا آپ ہمارے لئے ایک نصب العین مقرر فرمائیے۔

اور حد متعین کیجئے تاکہ ہم اسکی طرف چلیں۔ امیر معاویہ نے کہا کہ مجھے مشورہ دو کہ کیا کرنا چاہئے۔ انھوں نے کہا کہ ہم یزید ابن امیر المومنین کے حق میں مشورہ دیتے ہیں۔ معاویہ نے پوچھا کہ کیا تم سب اس امر میں راضی ہو۔ کہا ہاں۔ امیر نے پوچھا کہ یہ تمھاری ہی رائے ہے؟ کہا ہاں۔ ہماری بھی ہے اور ان لوگوں کی بھی ہے جو ہمارے پیچھے وہاں ہیں۔ اس پر امیر معاویہ نے ان سب سے پوشیدہ طور پر عروہ سے سوال کیا کہ تمھارے باپ نے ان سب کا دین کتنے میں خریدا ہے۔ انھوں نے کہا کہ چار سو دینار میں۔ امیر بولے کہ مغیرہ نے ان کے دین کو بہت سستا پالیا ہے۔ پھر اہل وفد سے مخاطب ہو کر کہا کہ اچھا جس غرض کیلئے تم آئے ہو ہم اس میں غور کریں گے۔ پھر جو کچھ خدا کے ارادے میں ہوگا ہو جائیگا اور عجلت سے تاخیر اچھی ہے وفد واپس چلا گیا۔ اور امیر معاویہ کا یزید کے لئے بیعت لینے کا ارادہ قوی ہو گیا۔ اور انھوں نے مشورہ کے لئے زیاد کو خط لکھا۔؛

زیاد نے عبید ابن کعب النمیری کو بلایا اور کہا کہ ہر مشورہ طلب کرنے والے کے لئے وثوق اور ہر راز کے لئے ایک جائے ودیعت ہوتی ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ لوگوں میں دو خصلتیں ہوتی ہیں۔ ایک تو افشائے راز اور دوسرے ایک اہل غرض سے اظہار خیر خواہی کرنا۔ اور رازداری کے لئے وہی شخص مناسب ہوتا ہے جو یا تو ثواب آخرت کا امیدوار ہو یا وہ جس کو دنیا میں شرافتِ نفس حاصل ہو۔ اور اپنے حسب کو محفوظ و مصئون رکھنے کے لئے کافی عقل رکھتا ہو۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ دونوں موخرالذکر باتیں تم میں موجود ہیں۔ اور میں نے تم کو ایک ایسے امر کے لئے بلایا ہے جس کے متعلق میں کتابوں کے بطون کو بھی قابل اتہام سمجھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ امیر المومنین نے فلاں فلاں معاملے میں مشورہ طلب کرنے کے لئے مجھے خط لکھا ہے۔ اور وہ لوگوں کی نفرت سے خائف بھی ہیں اور ان کی تابعداری کی امید بھی رکھتے ہیں امر اسلام کا تعلق اور اس کی ضمانت بہت مشکل کام ہے۔ یزید کے مزاج میں نرمی اور سبکی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی شکار کا از حد دلدادہ ہے۔ اس لئے تم امیر المومنین سے ملو ان سے یزید کے عادات و خصائل بیان کرو اور کہو کہ ابھی اس امر میں توقف کریں۔ اسمیں شک نہیں کہ اسکو تکمیل تک پہنچانا بہت مناسب ہے مگر جلدی نہ کریں۔ کیونکہ کسی امر کو تاخیر کے بعد حاصل کرنا بہتر ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ عجلت کی وجہ سے اُسے فوت ہی کر دیا جائے۔ عبید نے زیاد سے کہا کہ بھلا اس کے

بجائے کچھ اور ہی کیوں نہ کیا جائے؟ زیاد نے پوچھا وہ کیا ہے کہا کہ آپ امیر معاویہ کو ان کی رائے سے بدظن نہ کیجئے۔ اور نہ ان کے دل میں ان کے بیٹے کی طرف سے بغض پیدا کیجئے۔ بلکہ میں خود یزید سے ملونگا۔ اور کہونگا کہ تمہارے والد نے آپ (زیاد) سے تمہارے لئے بیعت کے بارے میں مشورہ طلب کیا ہے۔ اور یہ کہ آپ کو خوف ہے کہ لوگ تمہاری بعض سبکیوں کی وجہ سے تم پر الزام نہ لگادیں۔ اور یہ کہ آپ کے خیال میں اگر وہ (یعنی یزید) ایسی باتوں کو ترک کردے جن سے لوگوں کے دل میں اس کے خلاف کینہ پیدا ہو گیا ہے۔ تو اسی کے حق میں بہتر ہوگا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے آپکی رائے اور عمل کو استحکام ہوگا عوام کے خلاف آپ کے لئے ایک حجت قائم ہو جائیگی اور پھر جو کچھ آپ چاہتے ہیں وہ پورا ہو سکیگا۔ اس طرح آپ امیر المومنین کو نصیحت بھی کر دیں گے اور امت محمدیؐ کے متعلق جس امر کا آپ کو خوف ہے اس سے بھی آپ سلامتی حاصل کرلیں گے۔ زیاد نے کہا کہ خدائے تعالےٰ کی برکت سے تم نے نشانے پر تیر تو چلایا ہے۔ اگر وہ نشانے پر بیٹھ گیا تو کیا ہی خوب ہوا۔ اور اگر خطا ہوا تو تم پر مجھے کوئی بدگمانی نہ ہوگی کیونکہ تمہاری یہی رائے ہے جو تم کہہ رہے ہو۔ اب خدائے تعالیٰ کے علم غیب میں جو ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔ غرض کہ عبید ابن کعب یزید کے پاس گئے اور اس سے تمام واقعہ بیان کیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ اپنی بہت سی باتوں سے باز آ گیا۔ مزید براں زیاد نے عبید کو امیر معاویہ کے نام ایک خط دیا تھا۔ جس میں انھوں نے امیر کو درنگ اور تعویق کا مشورہ دیا تھا۔ اور یہ لکھا تھا کہ عجلت سے کام نہ لیں۔ چنانچہ انھوں نے اس رائے کو قبول کیا تھا۔!!

جب زیاد کا انتقال ہو گیا تو امیر معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کے لئے بیعت لینے کا عزم کر لیا۔ چنانچہ انھوں نے عبداللہ ابن عمر کے پاس ایک لاکھ درہم بھیجے جو انھوں نے قبول کئے لیکن جب ان کے سامنے بیعت یزید کا ذکر کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ خوب! ان کا یہ ارادہ تھا۔ اس کے تو یہ معنی ہیں کہ میرا دین بہت ارزاں ہے۔ یہ کہہ کر وہ قبول بیعت سے دست بردار ہو گئے۔ اس کے بعد امیر معاویہ نے مروان ابن حکم کو لکھا۔ کہ اب میری عمر بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ میری ہڈیاں تک کھوکھلی ہو گئی ہیں اور مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں میرے بعد امت میں پھر اختلاف نہ ہو جائے۔ اس لئے میری یہ رائے ہے کہ میں کسی شخص کو انتخاب کروں کہ جو میرے بعد قیام سلطنت کا ذمہ دار ہو سکے۔ مگر مجھے یہ بات پسند نہ آئی کہ بغیر اُن

لوگوں کے مشورے سے جو تمھارے نزدیک ہیں کچھ کروں۔ لہذا تم اس معاملے کو ان لوگوں کے سامنے پیش کرو۔ اور وہ جو کچھ اسکا جواب دیں اس سے مجھے اطلاع دو۔ چنانچہ مروان نے لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر تقریر کی اور اس امر سے ان کو مطلع کیا۔ لوگوں نے کہا کہ انھوں نے ٹھیک کیا اور درست کہا۔ اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ کسی شخص کا انتخاب کر کے ہمیں بتلائیں اور انتخاب میں غلطی نہ کریں۔ مروان نے معاویہ کو یہی لکھ دیا۔ اور انھوں نے جواب میں یزید کے انتخاب کا ذکر کیا۔ مروان نے پھر کھڑے ہو کر لوگوں سے کہا کہ امیر المومنین نے تمھارے ایک شخص کا انتخاب کر لیا۔ اور انتخاب میں کوئی غلطی نہیں کی۔ چنانچہ اپنے بعد اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ بنا دیا۔ اس پر عبدالرحمن ابن ابو بکر نے کھڑے ہو کر جواب دیا کہ اے مروان تم بھی جھوٹے ہو اور معاویہ بھی جھوٹے ہیں امت محمدی (صلعم) کے لئے تمھارا ارادہ کسی کو انتخاب کرنے کا نہیں۔ بلکہ تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ اس کو ہر قلیہ بنا دیا جائے کہ جب ایک ہرقل مر گیا تو دوسرا ہرقل اس کی جگہ متمکن ہو گیا۔ مروان نے کہا یہ وہی شخص ہے جس کے لئے خدائے تعالی نے۔ والذی قال لوالدیہ اُفٍ لکما۔ والی آیۃ نازل کی ہے حضرت عائشہؓ نے ان کا یہ قول سنا تو انھوں نے پردے کے پیچھے سے کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے مروان اے مروان۔ (یہ آواز سنکر سب خاموش ہو گئے۔ اور مروان بھی اسی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے) کیا تم یہ کہتے ہو کہ عبدالرحمن کے حق میں قرآن نازل ہوا۔ تم جھوٹ کہتے ہو۔ خدا کی قسم وہ وہ شخص نہیں ہیں بلکہ یہ آیۃ فلاں ابن فلاں کے حق میں اتری مگر تم تو خدا کے نبی صلعم کی لعنت کے ایک ٹکڑے ہو۔ پھر حضرت امام حسینؓ نے کھڑے ہو کر بیعت یزید سے انکار کیا۔ اور ابن عمر اور ابن زبیر نے بھی ایسا ہی کیا۔ مروان نے امیر معاویہ کو ان تمام باتوں کی خبر دی۔

اس اثناء میں امیر معاویہ نے اپنے عمال کو یزید کی تعریف و توصیف کرنے اور انکے پاس مختلف شہروں سے وفود بھیجنے کو لکھا۔ چنانچہ محمدؓ بن عمرو ابن حزم مدینے سے اور احنف ابن قیس بصرے سے وفد میں ان کے پاس پہنچے۔ محمدؓ ابن عمرو نے امیر معاویہ سے کہا کہ ہر راعی سے اسکی رعیت کا سوال کیا جائیگا۔ لہذا آپ خوب غور فرمائیے کہ آپ امت محمدیؐ کے امر کا کس کو والی بناتے ہیں۔ اس سے امیر معاویہ پر کچھ ایسی نگونساری طاری ہوئی کہ ان کو سردی کے موسم میں تنفس شروع ہو گیا۔ پھر انھوں نے احنف کو یزید کے پاس جانیکا حکم دیا۔ اور جب وہ اس کے پاس ہو کر واپس آئے تو امیر معاویہ نے انسے پوچھا کہ کہو تم

نے اپنے برادر عمزاد کو کیسا پایا؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں نے شباب۔ نشاط۔ درشتی اور مزاج دیکھا
اسکے بعد جب امیر معاویہ کے پاس وفود جمع ہوگئے تو انھوں نے ضحاک ابن قیس الفزاری کو کہا کہ پہلے
میں کلام کرونگا۔ اور جب میں چپ ہوجاؤں تو تم لوگوں کو یزید کی بیعت کے لئے دعوت اور مجھے اس
امر کیلئے ترغیب دینے لگنا۔ چنانچہ جب امیر معاویہ لوگوں کے سامنے بیٹھے تو انھوں نے امر اسلام
کی عظمت وحرمت اور حق خلافت کا اظہار کیا اور خدائے تعالےٰ نے اولوالامر کی اطاعت
کا جو حکم دیا ہے اس کو بیان کر کے یزید اور اسکی فضیلت اور اس کے علم سیاست کا ذکر کیا۔ اور
اس کی بیعت کو پیش کیا۔ اس کے بعد ضحاک ابن قیس نے ان کے سلسلۂ کلام کو جاری رکھا
اور خدائے تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد کہا کہ اے امیر المومنین یہ تو لابدی امر ہے کہ آپ کے
بعد لوگوں کا کوئی والی ہو۔ ہم نے جماعت اور اُلفت کی آزمایش کرلی ہے۔ اور یہ معلوم کیا
ہے کہ دونوں چیزیں جانوں کی نہایت درجہ محافظ۔ آفت ومصیبت کے وقت نہایت
مناسب۔ راستوں کو نہایت پرامن کرنے والی اور عاقبت میں بہترین ہیں اور ایام زمانہ
میں کجی ہے اور وہ پلٹا کھاتے رہتے اور اللہ جل شانہ ہر روز اپنی نئی شان میں ہے۔
یزید ابن امیر المومنین میں جہاں تک مجھے علم ہے حسن ہدایت اور سیرت کی میانہ روی ہے۔ وہ
ہم سب میں بلحاظ علم وحلم افضل اور رائے میں نہایت ذکی اور ذہین ہے۔ لہذا آپ اسی
کو اپنا ولیعہد اور اپنے بعد ہمارا سردار اور جائے پناہ بنائیے۔ تاکہ ہم اس کے سائے میں
پناہ لے سکیں اور مسکن گزیں ہوسکیں۔ عمرو بن سعید الاشدق نے بھی اسی قسم کی تقریر
کی۔ پھر یزید بن مقنع العذری نے اٹھکر کہا۔ کہ یہ (امیر معاویہ کی طرف اشارہ کر کے)
امیر المومنین ہیں۔ ان کی موت کے بعد یہ (یزید کی طرف اشارہ کر کے) امیر المومنین ہوگا
اور اگر کسی نے انکار کیا تو یہ (اپنی تلوار کی طرف اشارہ کر کے) فیصلہ کریگی امیر معاویہ نے
کہا کہ آپ بیٹھ جائیے۔ آپ سید الخطباء ہیں۔ ان کے بعد وفود میں جو جو موجود
تھے انھوں نے تقریر کی۔ پھر امیر معاویہ نے احنف سے کہا کہ اے ابو بحر تم کیا
کہتے ہو۔ انھوں نے جواب دیا کہ اگر ہم سچ کہیں تو آپ لوگوں سے ڈر معلوم ہوتا ہے۔
اور اگر جھوٹ کہیں تو خدا سے خوف آتا ہے اے امیر المومنین آپ یزید کے لیل ونہار ظاہر و
باطن اور دخل وخرچ سے واقف ہیں۔ پس اگر آپ انکو اللہ تعالیٰ اور امت کے لئے پسندیدہ
خیال کرتے ہیں تو مشاورت کی ضرورت نہیں۔ اور اگر آپ انکے متعلق اسکے سوا کچھ اور رائے رکھتے ہیں تو

جبکہ آپ خود راہی آخرت ہونے والے ہیں آپ اس معاملہ کو توشۂ دنیا بنا کر نہ چھوڑتے جائیے۔ اور ویسے ہم پر تو یہی فرض ہے کہ ہم کہہ دیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ اہل شام میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ یہ معدی اور عراقی لوگ کیا کہہ رہے ہیں سچ یہ ہے کہ ہمارے پاس سمع و اطاعت بھی ہے اور شمشیر زنی اور حملہ آوری بھی ہے بعد ازاں لوگ متفرق ہو گئے اور احنف کی تقریر کا تذکرہ کرنے لگے۔ غرض کہ امیر معاویہ نزدیک و دور کے آدمیوں کو انعام و اکرام دیتے۔ ان کی خاطر مدارات اور ان پر لطف و احسان کرتے رہے۔ تا آنکہ کثیر التعداد لوگ پختہ طور پر ان کے ساتھ ہو گئے۔ اور انھوں نے یزید سے بیعت کر لی۔

جب اہل عراق اور اہل شام بیعت کر چکے تو امیر معاویہ ایک ہزار سوار ہمراہ لے کر حجاز کی طرف روانہ ہوئے۔ جب وہ مدینے کے قریب پہنچے تو راستے میں سب سے پہلے امام حسینؓ ابن علی رضی اللہ عنہما ملے۔ معاویہ نے ان کو دیکھتے ہی کہا کہ میں ایسے شتر قربانی کو مرحبا اور خوش آمدید نہ کہونگا جس کا خون بہنے والا ہو۔ اور خدا ہی اسے بہا دیگا۔ انھوں نے کہا کہ سنبھل کے بولو قسم بخدا ایسی باتیں میری شان کے خلاف ہیں۔ امیر معاویہ نے کہا کہ ہاں ضرور ہو بلکہ اس سے بھی بد تر کے لائق ہو۔ پھر انھیں ابن زبیر ملے انسے کہا کہ اے زمین نشیب کے مکار سوسمار (تجھے خوش عیشی اور فراغ بالی نصیب نہ ہو) جو اپنے سر کو سوراخ کے اندر داخل کرتا ہے اور دُم کو باہر ہی زمین پر مارتا رہتا ہے۔ اور خدا کی قسم قریب ہے کہ اس کی دُم پکڑ لی جائے۔ اور اس کی پشت کو کوٹا جائے۔ میرے سامنے سے دور ہو۔ چنانچہ انھوں نے اپنی سواری کو پھیر لیا۔ اس کے بعد عبد الرحمن ابن ابو بکر ملے ان سے معاویہ نے کہا کہ اے واہی بڈھے تیری عقل جاتی رہی ہے۔ میں تجھے اہلاً و سہلاً و مرحباً نہیں کہتا۔ پھر ان کو سواری پھیر لینے کو حکم دیا۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر ابن عمر سے بھی ایسا ہی کیا۔ وہ سب کے سب امیر معاویہ کے ساتھ چلتے رہے۔ مگر انھوں نے ان کی طرف التفات نہ کیا۔ یہاں تک کہ وہ مدینے میں داخل ہو گئے۔ وہ سب ان کے مکان پر گئے۔ مگر انھوں نے ان کو اُن کے مرتبے کے مطابق اندر داخل ہونے کی اجازت نہ دی اور جس سلوک کے وہ امیدوار تھے وہ سلوک ان سے نہیں کیا۔ اس پر وہ سب صاحب مکے جا کر اقامت پذیر ہو گئے۔ اسی عرصے میں معاویہ نے مدینے میں تقریر کی اور یزید کا ذکر کر کے اس کی مدح کی اور کہا کہ اب بتلاؤ کہ عقل و فضل اور مرتبے کے لحاظ سے کون شخص خلافت کا اس سے زیادہ حقدار ہو سکتا ہے؟

اور میں نہیں سمجھتا کہ وہ لوگ اس حد تک جائیں گے کہ ان کی شامت وخواری کی نوبت آجائے۔ جو ان کی جڑوں تک کو اکھاڑ پھینکیں گے - اور میں نے تنبیہ کردی ہے۔ بشرطیکہ تنبیہ سے کچھ فائدہ ہو۔ پھر بطور مثل کے یہ شعر پڑھا ہے :-

"دیکھ میں تجھ کو آل مصطلق سے ڈرایا کرتا تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ اے عمرو میری بات مان اور چلا چل - اگر تو نے مجھے میری طاقت سے زیادہ تکلیف دی تو میری جن جن باتوں سے تو خوش ہوتا تھا - ان ہی سے رنجیدہ ہوگا۔ خبردار جو کچھ میں تجھ کو پلانا چاہتا ہوں ابھی سے اسے محسوس کرلے اور چکھ لے"

اس کے بعد وہ حضرت عائشہ کے پاس گئے - ان کو پہلے خبر مل چکی تھی کہ امیر معاویہؓ نے امام حسینؓ اور ان کے اصحاب کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ "اگر وہ بیعت نہ کریں گے تو میں اُن کو قتل کردونگا" امیر معاویہ نے حضرت عائشہؓ سے ان سب کی شکایت کی انھوں نے انھیں نصیحت کی اور فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم ان لوگوں کو قتل کی دھمکی دیتے ہو - امیر معاویہ بولے - کہ اے ام المومنین وہ لوگ اس بات سے بالاتر ہیں - لیکن ہوا یہ کہ میں نے یزید کے لئے بیعت طلب کی - ان کے سوا سب بیعت کرچکے ہیں - تو کیا آپ یہ خیال فرماتی ہیں کہ میں ایک بیعت کو پورا کرنے کے بعد توڑدوں ؟ - فرمایا کہ ان سے نرمی کرو کیونکہ خدا چاہے تو وہ لوگ وہی کرینگے جو کچھ تم چاہتے ہو - امیر معاویہ نے کہا کہ اچھا میں ایسا ہی کرونگا - حضرت عائشہؓ نے معاویہ سے یہ بھی فرمایا تھا کہ تم اس بات سے بھی بے خوف نہ ہونا کہ میں کسی شخص کو مقرر کرکے تم کو قتل کرادوں - جو کچھ تم نے میرے بھائی (ان کی مراد محمد ابن ابوبکر سے تھی) کیا ہے وہ تم کو خود معلوم ہے - امیر معاویہ نے کہا کہ ہرگز نہیں اے ام المومنین - میں ایک پُرامن مکان میں ہوں - "

جب تک کہ مشیت ایزدی تھی وہ مدینے میں قیام پذیر رہے - پھر وہاں سے مکے چلے گئے اور لوگ ان سے ملے - ان (مذکور الصدر) حضرات نے بھی کہا کہ آؤ ہم بھی معاویہ سے ملیں - شائد وہ اپنے کئے پر نادم وشرمسار ہوں - چنانچہ وہ سب امیر معاویہ سے بطن مُر کے مقام پر ملاقی ہوئے - سب سے پہلے امام حسینؓ ان سے ملے - امیر معاویہ نے کہا "اہلاً ومرحباً - اے رسول خدا صلعم کے بیٹے اور جوان مسلمانوں کے سردار !" پھر ان کے لئے ایک سواری مہیا کرنیکا حکم دیا۔ اور اپنے ہمراہ لیکر چلے - اسی طرح باقی حضرات سے بھی کہا - ان سب کو اسطرح ساتھ لیکر چلے

کہ اُن کے ساتھ ان کے سوا اور کوئی آس پاس نہ تھا۔ تاآنکہ وہ مکے پہنچ گئے اس طرح داخلین میں
وہ لوگ سب سے اول اور خارجین میں سب سے پیچھے تھے۔ پھر کوئی دن ایسا خالی نہ جاتا تھا کہ امیر معاویہ
انکو انعام واکرام نہ دیتے ہوں۔ اور ان سے معاملہ معلومہ کے متعلق کوئی ذکر اذکار نہ کیا۔ حتےٰ کہ انھوں
نے مناسک پورے کئے۔ ان کا ساز وسامان لادیا گیا۔ اور انکے چلنے کا وقت قریب آگیا۔ یہ
دیکھ کر ان حضرات میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ دیکھو دھوکا مت کھاؤ۔ امیر معاویہ
جو کچھ کر رہے ہیں وہ تمھاری محبت کی بنا پر نہیں ہے۔ بلکہ اس سے وہ اپنا مقصد حاصل
کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے تم اس سب کے لئے جواب تیار رکھو۔ چنانچہ ان سب نے
اس پر اتفاق کیا کہ ابن زبیرؓ امیر معاویہ سے گفتگو کریں۔ امیر معاویہ نے ان سب کو اپنے
پاس بلایا اور کہا کہ آپ سب صاحبوں نے دیکھ لیا کہ میں آپ سے کیسا اچھا سلوک کرتا ہوں
صلہ رحم کرتا ہوں۔ اور آپ کی زیر باری لیتا ہوں۔ یزید آپ کا بھائی اور برادر عمزاد ہے۔ اور میرا
ارادہ ہے کہ آپ لوگ اس کو خلیفہ کے لقب سے مقدم وممتاز کریں۔ مگر عزل وامر سب کچھ آپ
ہی کے ہاتھ میں رہے۔ آپ ہی خراج ومال وغیرہ تقسیم کیجئے۔ وہ ان معاملوں میں آپ سے
کسی قسم کا معارضہ نہ کریگا اور دخل نہ دیگا۔ وہ سب کے سب خاموش رہے۔ اس پر امیر معاویہ
نے دومرتبہ ان سے پوچھا کیا آپ لوگ منظور نہیں کرتے۔ پھر ابن زبیرؓ کی طرف مخاطب ہو کر بولے
کہ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ آپ ان حضرات کے خطیب ہیں۔ کہا ہاں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ
تین امور میں سے کوئی سا امر اختیار کرلیں۔ امیر معاویہ نے کہا کہ آپ ان امور کو پیش کیجیے۔
ابن زبیرؓ نے کہا کہ وہ یہ ہیں۔ یا تو آپ وہ کیجئے جو رسول اللہ صلعم نے کیا تھا۔ یا وہ کیجئے جو ابو بکرؓ
نے کیا تھا۔ یا ویسا کیجئے جیسا عمرؓ نے کیا تھا۔ معاویہ نے پوچھا انھوں نے کیا کیا تھا۔ کہا کہ
"رسول اللہ نے ایسی حالت میں وفات پائی تھی کہ انھوں نے کسی کو خلیفہ مقرر نہیں فرمایا تھا مگر
لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ کو منتخب کرلیا"۔ امیر نے کہا کہ تم میں ابو بکر جیسا کوئی شخص نہیں ہے۔
اور مجھے اختلاف کا خوف ہے۔ ان حضرات نے کہا کہ "ہاں آپ بجا کہتے ہیں۔ تو پھر وہ کیجئے جو ابو بکرؓ
نے کیا تھا۔ اور وہ یہ کہ انھوں نے قریش کے ایک دور کے شخص سے جو ان کے عزیزوں میں سے نہیں
تھا عہد خلافت لیا۔ اور اگر آپ چاہیں تو وہ کریں جو حضرت عمرؓ نے کیا تھا یعنی یہ کہ انھوں نے چھ
ایسے آدمیوں کی مجلس شوریٰ بنائی جن میں سے ایک بھی ان کی اولاد یا اعزہ میں سے نہ تھا"۔
امیر معاویہ نے کہا کہ کیا تم اس کے علاوہ کچھ کہنا چاہتے ہو۔ کہا نہیں۔ پھر باقی سب صاحبوں سے

پوچھا کہ "آپ لوگ کیا کہتے ہیں"؟ انھوں نے جواب دیا کہ "ہمارا قول وہی ہے جو ابن زبیرؓ کا ہے"!
امیر معاویہ بولے کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کو پہلے ہی سے یہ بات جتا دوں کہ جو ڈرا دیا وہ اپنا عذر
پورا کر چکا۔ میں اب لوگوں سے گفتگو کرتا ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ لوگوں میں سے کوئی کھڑا
ہو کر لوگوں کے سامنے میری تکذیب کرے تو میں اسے برداشت کر لوں اور اسے
معاف کر دوں۔ میں ایک تقریر کرنیوالا ہوں۔ اور قسم بخدا کہ اگر آپ میں سے کسی نے میری
بات کو رد کیا تو ابھی دوسری بات اس کے منہ تک نہ آنے پائیگی کہ تلوار اسکے سر تک پہنچ جائے گی۔
لہذا ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنے اوپر ہی رحم کرے گا۔ یہ کہکر ان کی موجودگی میں اپنے محافظ
(صاحب حرس) کو بلایا اور کہا کہ ان میں سے ہر ایک کے سر پر دو دو آدمیوں کو تلوارے لے کر
کھڑا کر دو۔ اگر ان میں سے کوئی تصدیق یا تکذیب کے ساتھ میری بات کاٹے تو ان دونوں
چاہئے کہ تلوار سے اس کا کام تمام کر دیں۔ اس کے بعد امیر معاویہ اور انکے ساتھ وہ سب
بھی باہر نکلے تاآنکہ امیر معاویہ نے منبر پر چڑھکر تقریر کرنا شروع کی جس میں خدائے تعالیٰ کی
حمد و ثنا کے بعد کہا کہ اس جماعت میں مسلمانوں کے سردار اور بہترین لوگ شامل ہیں۔ کوئی امر بغیر
انکے پورا نہیں ہوتا اور بغیر ان کے مشورے کے نہیں کیا جاتا۔ یہ حضرات راضی ہیں اور یزید سے بیعت
کرتے ہیں۔ اس لئے تم سب بھی خدا کا نام لے کر بیعت کر لو۔ چنانچہ لوگوں نے بیعت کی
کیونکہ وہ ان حضرات کی بیعت کے ہی منتظر تھے۔"!

اس کے بعد امیر معاویہ سوار ہو کر مدینے کی طرف چلے گئے۔ جب لوگ ان حضرات
مذکور الصدر سے ملے تو انھوں نے کہا کہ آپ لوگوں کو تو یہ زعم تھا کہ ہم یزید سے بیعت نہ کریں گے۔
پھر آپ لوگ کیوں راضی ہو گئے۔ اور اطاعت کر کے بیعت کیوں کر لی۔ انھوں نے کہا کہ خدا
کی قسم ہم نے ایسا نہیں کیا۔ لوگوں نے کہا کہ "مگر آپ کس بات نے اس شخص (معاویہ) کی بات کو
رد کرنے سے روکا تھا"! کہا کہ ہم لوگ بیکسی کے عالم میں تھے اور قتل ہونے سے ڈرتے تھے۔"!
غرضکہ جب اہل مدینہ بیعت کر چکے تو امیر معاویہ شام کی طرف واپس گئے۔ اور بنو ہاشم پر ظلم
ڈھانا شروع کیا۔ ابن عباس نے ان سے جا کر کہا آپ ہم پر یہ کیسا ظلم کر رہے ہیں۔ معاویہ
نے کہا کہ تمھارے ساتھی نے یزید کی بیعت سے انکار کیا تب تم نے اس کو ناپسند نہ کیا
ابن عباس نے کہا کہ اے معاویہ مجھے تو عادت ہے۔ میں ساحل کے کسی مقام میں جا کر اقامت
کرونگا پھر ایسی گفتگو کرونگا جس کو آپ جان لو گے اور سب لوگوں کو دعوت دونگا۔ کہ

آپ کے خلاف خروج کریں۔ معاویہ بولے کہ اے ابو عباس تم لوگوں کو دبا جائیگا اور تم لوگ خوش کئے جاؤ گے اور اپنے ارادوں سے لوٹائے جاؤ گے۔

ایک بیان یہ بھی ہے کہ ابن عمر نے معاویہ سے کہا تھا کہ میں آپ سے اس شرط پر بیعت کرتا ہوں۔ کہ جس امر پر امت کا اجتماع ہو گا میں اسے قبول کرونگا۔ یہاں تک کہ امت کا اجتماع اگر کسی حبشی پر ہوا تو بھی میں اس اجتماع میں شامل ہونگا۔ یہ کہکر وہ مکان کے اندر چلے گئے۔ دروازہ بند کر لیا۔ اور کسی کو اندر داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔

میں یہ کہتا ہوں کہ عبدالرحمٰن ابن ابو بکر کا ذکر اس قول کے لحاظ سے درست نہیں ہے جس کی رو سے ان کی وفات ۵۳ھ میں واقع ہوئی تھی۔ ان کا ذکر صرف اسی قول پر درست ہو سکتا ہے۔ جس میں ان کی وفات کا اس سال کے بعد واقع ہونا پایا جاتا ہے۔

ابن زیاد کے خراسان سے معزول ہونے اور سعید ابن عثمان ابن عفان کے تقرر کا بیان

اس سال معاویہ نے سعید ابن عثمان ابن عفان کو خراسان پر مقرر کیا اور ابن زیاد کو معزول کیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ سعید نے امیر معاویہ سے خراسان پر مقرر ہونے کی درخواست کی معاویہ نے کہا کہ وہاں تو عبیداللہ ابن زیاد ہے۔ سعید نے کہا کہ خدا کی قسم۔ میرے والد نے آپ پر وہ احسانات کئے ہیں جن سے آپ اس غایت کو پہنچ گئے کہ نہ کوئی آپ کا مقابلہ کر سکتا ہے اور نہ اس بلندی پر پہنچ سکتا ہے۔ مگر آپ نے نہ ان کی مصیبت کا بدلہ دیا اور نہ ان کی جزا دی۔ علاوہ اس کے آپ نے اس شخص (یعنی یزید) کو مقدم کر دیا اور لوگوں سے اسکے لئے بیعت لے لی حالانکہ بخدا میں اپنے باپ۔ اپنی ماں۔ اور خود اپنے نفس کے لحاظ سے اس سے بہتر ہوں امیر معاویہ نے کہا کہ اس میں شک نہیں کہ تمھارے والد کی مصیبت کی جزا ہم پر واجب ہے۔ باقی رہا ان کو مشکور کرنا۔ سو وہ یہ ہے کہ میں نے ان کے خون کا بدلہ لیا۔ اور یزید پر تمھاری فضیلت کا حال یہ ہے کہ تمھارے والد ضرور مجھ سے افضل تھے۔ مگر تمھاری والدہ کی اس کی والدہ پر فضیلت کے متعلق تو میں یہ کہتا ہوں کہ مجھے قسم ہے اپنی جان کی کہ قبیلہ قریش کی عورت قبیلہ کلب کی عورت سے اچھی ہوتی ہے۔ باقی رہی تمھاری فضیلت یزید پر سو میں نہیں چاہتا کہ غوطہ تم جیسے آدمیوں سے بھر جائے۔ اس پر یزید نے کہا کہ اے امیرالمومنین یہ آپ کے برادر عمزاد ہیں۔ اور آپ کا فرض ہے کہ ان کے امر میں غور فرمائیں۔ وہ آپ سے ناراض ہو گئے ہیں

آپ ان کی ناراضگی کو دور فرمایئے۔ چنانچہ امیر معاویہ نے سعید ابن عثمانؓ کو خراسان کے امور حرب کا والی مقرر کر دیا اور اسحٰق ابن طلحہ کو اس کے خراج وصول کرنے پر لگا دیا اسحٰق امیر معاویہ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ ان کی والدہ ام ابان بنت عتبہ بن ربیعہ تھیں۔ مگر کیونکہ وہ رے پہنچکر فوت ہو گئے۔ اسس لئے امیر معاویہ نے سعید ہی کو جنگ اور خراج کے کاموں پر مقرر کر دیا۔

جب سعید ابن عثمان خراسان آئے تو دریا کو عبور کر کے سمرقند تک گئے۔ وہاں اہل صغد نے ان پر خروج کیا اور ایک دن رات تک توقف کیا لیکن باہم جنگ نہ ہوئی۔ اس پر مالک ابن الریب نے یہ شعر کہا کہ (ترجمہ شعر)

"تو جنگ صغد کے دن اپنی بزدلی کی وجہ سے کھڑا ہوا اس طرح سے کانپتا رہا کہ مجھے یہ خوف پیدا ہو گیا کہ تو نصرانی ہو گیا ہے"۔

کہیں دوسرے دن سعید نے حملہ کیا۔ اور ان کو پسپا کر کے انھیں کے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ انھوں نے صلح کر لی۔ اور اپنے ہاں کے عظمار شہر کے پچاس لڑکے بطور یرغمال ان کو دیئے بعد ازاں وہ وہاں سے شہر ترمذ گئے اور اس کو صلح سے فتح کر لیا مگر اہل سمرقند سے وفا نکی اور ان کے لڑکوں کو لئے ہوئے مدینے پہنچے۔ ان کے ہمراہیوں میں سے قثم ابن عباس ابن عبدالمطلب شہید ہوئے۔

اسی سال ام المومنین جویریہ رضؓ بنت حارث نے انتقال کیا۔

۵۷ھ کے واقعات

اس سال عبداللہ ابن قیس نے بلاد روم میں موسم سرما بسر کیا۔

اسی سال مروان ابن حکم مدینے سے معزول ہوا اور اس کی جگہ ولید ابن عتبہ ابن ابی سفیان مقرر ہوئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مروان اس سال معزول نہیں ہوا۔

اس سال ولید ابن عتبہ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔

اس سال کوفے پر ضحاک ابن قیس۔ بصرے پر عبیداللہ ابن زیاد۔ اور خراسان پر سعید ابن عثمانؓ ابن عفان حاکم تھے۔

اسی سال (اور بروایتے ۵۹ھ میں) عبداللہ ابن عامر اور عبداللہ ابن قدامۃ السعدی نے انتقال کیا مؤخرالذکر صحابیوں میں سے تھے کہتے ہیں کہ ان کا نام عبداللہ ابن عمرو ابن وقدان السعدی

تھا۔ اور وہ سعدی اس وجہ سے کہلاتے ہیں کہ ان کے والد (جو بنو عامر ابن لوی میں سے تھے) نے بنو سعد ابن بکر میں رضاعت پائی تھی۔ ؁

اسی سال عثمان ابن شیبہ ابن ابی طلحہ العبدری نے بھی انتقال کیا۔ جو بنو شیبہ کے جد امجد تھے۔ جو کعبہ کے خدام تھے اور اس کی کنجی اب تک ان ہی کی تحویل میں چلی آتی ہے۔ وہ فتح مکہ کے دن (اور ایک روایت یہ ہے کہ جنگ حنین کے دن) ایمان لائے تھے۔ ؁

اسی سال جبیر بن مطعم بن نوفل القرشی نے انتقال کیا۔ وہ بھی صحابی تھے۔ ؁

اسی سال رسول اللہ صلعم کی زوجہ مطہرہ حضرت اُم سلمہؓ نے بھی انتقال کیا۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ امام حسینؓ کی شہادت کے بعد بقید حیات تھیں۔ ؁

۵۸ھ کے واقعات

اس سال مالک ابن عبداللہ الخثعمی نے بلاد روم میں اور عمرو بن یزید الجہنی (اور بقول بعض جنادہ ابن ابی امیہ) نے بحر میں جنگ کی۔ ؁

کوفے سے ضحاک کے معزول ہونے اور ابن ام الحکم کے تقرر کا بیان

اس سال امیر معاویہ نے ضحاک ابن قیس کو کوفے سے معزول کر کے عبدالرحمن ابن عبداللہ ابن عثمان الثقفی کو اسکی جگہ مقرر کیا۔ اس ہی کو ابن ام الحکم کہتے ہیں۔ اور وہ امیر معاویہ کا خواہر زادہ تھا۔ ان ہی کے عمل کے دوران میں اس سال ان خوارج نے خروج کیا جن کو مغیرہ ابن شعبہ نے قید کر رکھا تھا۔ حیان بن ظبیان السلمی اور معاذ ابن جوین الطائی نے ان کو جمع کر کے تقریریں کیں اور ان کو جہاد کیلئے برانگیختہ کیا۔ چنانچہ انھوں نے حیان ابن ظبیان سے بیعت کی۔ اور مقام بانقیا پر حملہ آور ہوئے۔ ان کی سرزنش کیلئے کوفے سے فوج پہنچی جس نے ان سب کو قتل کر دیا۔ ؁

اس کے بعد اہل کوفہ نے عبدالرحمن ابن ام الحکم کو اس کے سوءِ اخلاق کی وجہ سے نکال باہر کیا۔ وہ اپنے ماموں امیر معاویہ سے جا ملا۔ جنھوں نے اس کو والی مصر بنا دیا مصر سے دو منزلوں کے فاصلے پر اس کو معاویہ ابن حدیج ملے۔ جنھوں نے کہا "تم اپنے ماموں کے پاس چلے جاؤ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ تم نے ہمارے بھائی اہل کوفہ کے ساتھ جن عادات و خصائل سے

کام لیا ہے وہ ہمارے ہاں کام نہ دیں گے" چنانچہ وہ امیر معاویہ کے پاس واپس چلے گئے۔
ادھر معاویہ ابن حدیج بھی امیر معاویہ کے پاس پہنچے جب وہ معاویہ کے پاس آتے تو ان کی تعظیم کے لئے راستوں پر ریحان کے گلدستے بنا کر آراستہ کئے جاتے تھے۔
الغرض جب معاویہ ابن حدیج معاویہ کے پاس پہنچے تو ان کی ہمشیرہ ام الحکم ان کے پاس موجود تھیں۔ انھوں نے پوچھا یہ کون ہیں۔ امیر نے کہا کہ یہ تو معاویہ ابن حدیج ہیں۔ ام الحکم بولیں کہ خدا کرے کہ انھیں خوش عیشی نصیب نہ ہو ان پر تو وہی مثال پھبتی ہے کہ معیدی کا نام سنتے رہنا اس کے دیکھنے سے بہتر ہے۔ معاویہ ابن حدیج یہ فقرہ سنکر کہنے لگے کہ بس بس ام الحکم ذرا سنبھل کے تیسم بخدا آپ نے نکاح کیا مگر بزرگی نہیں پائی۔ آپ نے بیٹا پیدا کیا مگر نجیب و شریف نہ پیدا کیا۔ کیا آپ یہ چاہتی ہیں کہ آپ کا یہ فاسق بیٹا ہمارے ہاں آکر بھی اسی طرح رہے جس طرح وہ ہمارے کوفے کے بھائیوں میں رہا ہے۔ مگر خدائے تعالےٰ اس کو یہ دکھلانا ہی نہیں چاہتا۔ اور اگر اس نے ایسا کیا تو خواہ ان کے سامنے بیٹھنے والے بزرگ کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔ مگر ہم اسے ایسی مار ماریں گے کہ پھر اُسے سنبھلتے نہ بنیگی۔ امیر معاویہ نے ام الحکم کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ بس اب رک جاؤ۔ اور وہ رک گئیں۔

طواف بن غلاق کے خروج کا بیان

بصرے میں خوارج کی ایک جماعت تھی جو جدار نام ایک شخص کے پاس جمع ہوئی۔ اس سے گفتگو کرتی اور بادشاہ کی عیب جوئی کرتی تھی۔ ابن زیاد نے اس جماعت کو قید کر دیا۔ پھر ان سب کو بلایا۔ اور یہ شرط ان سب کے سامنے پیش کی کہ اگر وہ ایک دوسرے سے لڑیں تو قاتلوں کو رہا کر دیا جائیگا چنانچہ وہ آپس میں لڑے اور ابن زیاد نے قاتلین کو رہا کر دیا۔ ان قاتلین میں طواف بھی تھا۔ اس کے اصحاب نے اسے لعنت کی۔ اور کہا کہ تم نے اپنے بھائیوں کو قتل کر دیا۔ اس نے جواب دیا کہ ہم کو یہ امر ناپسند ضرور تھا۔ اور جو آدمی اپنے ایمان پر ہے وہ کفر کو ضرور ناپسند کرتا ہے۔ اس طرح طواف اور اس کے اصحاب پشیمان ہوئے تو انھوں نے کہا اچھا ہم توبہ کئے لیتے ہیں۔ چنانچہ لوگ رویا کرتے تھے۔ پھر انھوں نے مقتولین کے وارثوں کو خون بہا پیش کیا۔ مگر انھوں نے لینے سے انکار کیا۔ طواف نے شہاث ابن ثور السدوسی سے ملکر دریافت کیا کہ کیا ہمارے لئے توبہ کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں۔

کہا کہ میں کتاب اللہ میں صرف ایک آیت تمہارے مطلب کی پاتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے۔ "ثُمَّ اِنَّ رَبَّکَ لِلَّذِیْنَ هَاجَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جَاهَدُوْا وَصَبَرُوْا اِنَّ رَبَّکَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ" لہٰذا طواف نے اپنے اصحاب کو خروج اور ابن زیاد کو اچانک قتل کر دینے کی دعوت دی۔ چنانچہ انہوں نے ۵۸ھ میں طواف سے بیعت کی۔ وہ اہل بصرہ میں سے بنو عبد القیس کے ستر آدمی تھے۔ ان ہی میں سے ایک شخص نے ابن زیاد کے پاس اس تمام معاملے کی مخبری کر دی۔ اور یہ بات طواف کو بھی معلوم ہو گئی۔ اس لئے اس نے خروج کرنے میں عجلت سے کام لیا۔ چنانچہ وہ لوگ اُسی رات کو روانہ ہو گئے۔ انہوں نے ایک شخص کو قتل کیا۔ اور مقام جلجار کی طرف روانہ ہو گئے۔ ابن زیاد نے بخارا کے شرطہ کو بلا کر ان پر تاخت کا حکم دیا مگر جنگ میں شرطہ کو شکست ہوئی۔ ہوتے ہوتے وہ بصرے میں داخل ہو گئے۔ اور خوارج ان کا تعاقب کرتے ہوئے شہر میں آ گئے۔ اُس دن عید الفطر تھی۔ اور لوگ بکثرت جمع تھے۔ ان سے معرکہ ہوا۔ خوارج قتل ہوئے۔ اور صرف طواف اور چھ آدمی باقی رہ گئے۔ اس کے گھوڑے کو پیاس لگی۔ اس نے اسے پانی میں ڈال دیا ادھر سے شرطۂ بخاریہ میں سے ایک شخص نے اسے تیر مار کر قتل کر دیا۔ پھر اسے پھانسی پر لٹکا دیا بعد ازاں اس کے اہل وعیال نے اسے دفن کر دیا۔ ان کے ایک شاعر نے یہ اشعار کہے (ترجمہ اشعار)

"اے اللہ مجھے تقوے اور ثابت قدمی میں صداقت عطا فرما۔ اور میری مہموں میں تو میرے لئے کافی ہو جا۔ کیونکہ تو رزاق اور کافی ہے۔ یہاں تک کہ میں اس چیز کو کہ فنا ہونے والی ہے اس چیز کے بدلے فروخت کروں جو مرداس طواف کہمش اور ابو شعثاء کے دین پر باقی رہنے والی ہے جو تیز روی کے ساتھ جہاد میں شریک ہونے والے تھے"۔

خوارج میں سے عروہ ابن ادیہ وغیرہ کے قتل کا بیان

اس سال عبید اللہ ابن زیاد نے خوارج پر بہت سختیاں کیں۔ اور ان میں سے ایک جماعت کثیرہ کو قتل کر دیا۔ ان ہی مقتولین میں عروہ ابن ادیہ بھی تھا۔ جو ابو بلال مرداس ابن ادیہ کا بھائی تھا۔ ادیہ ان دونوں کی ماں کا نام تھا۔ ان کا باپ حدیر التمیمی تھا اس کے قتل کا سبب یہ ہوا کہ ایک مرتبہ ابن زیاد گھوڑ دوڑ دیکھنے گیا۔ وہ بیٹھا ہوا گھوڑوں کو دیکھ رہا تھا کہ اس کے پاس چند آدمی آئے جن میں عروہ بھی تھا۔ وہ آگے بڑھ کر ابن زیاد کو نصیحتیں کرنے لگا

چنانچہ اور باتوں میں یہ بھی کہا کہ "اَتَبۡنُوۡنَ بِكُلِّ رِيۡعٍ اٰيَةً تَعۡبَثُوۡنَ وَتَتَّخِذُوۡنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمۡ تَخۡلُدُوۡنَ وَاِذَا بَطَشۡتُمۡ بَطَشۡتُمۡ جَبَّارِيۡنَ" اس کے اس کہنے پر ابن زیاد کو خیال ہوا کہ اس نے ایسا صرف اس وجہ سے کہا ہے کہ اس کے ساتھ ایک جماعت ہے۔ اس لئے وہ سوار ہو گیا اور گھڑ دوڑ کو ویسا ہی چھوڑ دیا۔ عروہ سے کہا گیا کہ تجھے وہ ضرور قتل کر دیگا۔ یہ سن کر وہ وہاں سے فرار ہو گیا۔ اور کوفہ پہنچا۔ مگر وہاں گرفتار ہو کر ابن زیاد کے سامنے پیش ہوا۔ اس نے اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کاٹ کر قتل کر دیا۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کی بیٹی کو بھی قتل کر دیا البتہ اسکا بھائی ابو بلال مرداس ایک عابد مجتہد اور خوارج میں عظیم القدر شخص تھا۔ وہ حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ صفین میں شریک تھا۔ مگر اس نے تحکیم کو پسند نہ کیا۔ بعد ازاں وہ نہروان میں خوارج کے ساتھ تھا۔ اور تمام خوارج بالاتفاق اسکو اپنا سردار مانتے تھے۔ اس نے ابن عامر کو ایک قبا پہنے ہوئے دیکھا۔ اور اظہار ناپسندیدگی کیا اور کہا کہ یہ فاسقوں کا لباس ہے۔ ابو بکرہ نے کہا حاکم کے حق میں ایسا نہ کہو کیونکہ جو شخص سلطان سے بغض رکھتا ہے اس سے خدائے تعالٰے بھی بغض رکھتا ہے۔ وہ بغیر دریافت حال کے کسی کے قتل کو ناجائز اور عورتوں کے خروج کو حرام قرار دیتا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ ہم صرف اسی سے لڑتے ہیں جو ہم سے لڑے۔ اور اسی کو خراج ادا کرتے ہیں جو ہماری حمایت کرے۔ بنو یربوع میں بثجار نام ایک عورت تھی۔ وہ لوگوں کو ابن زیاد کے برخلاف بھڑکایا کرتی تھی۔ اور اس کے ظلم و ستم اور سوء سیرت کا ذکر کیا کرتی تھی۔ یہ خوارج کے مجتہدین میں سے تھی۔ ابن زیاد نے اس کا ذکر کیا۔ ابو بلال نے اس سے کہا کہ تقیہ ضرورت پر جائز ہے تم کہیں چھپ جاؤ۔ کیونکہ اس جبار نے تمہارا ذکر کیا ہے۔ بثجار نے جواب دیا کہ "مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں میرے بدلے کوئی اور شخص محض ظلم و ستم سے گرفتار نہ ہو جائے"۔ چنانچہ ابن زیاد نے اسے گرفتار کرا کے اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کٹوا دیئے۔ ابو بلال بازار میں سے گذرتا ہوا۔ اس کے پاس سے ہو کر گذرا تو اسے دیکھ کر اپنی ڈاڑھی چبانے لگا۔ اور کہا کہ اے مرداس کیا یہ عورت موت کے لئے تجھ سے زیادہ خوش ہے کوئی موت جس پر میں مروں میرے نزدیک بثجار کی موت سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے۔ ایک مرتبہ ابو بلال کا گذر ایک اونٹ پر ہوا جس پر قطران لیپا ہوا تھا۔ وہ غش کھا کر گر گیا اور جب ہوش میں آیا تو قرآن شریف کی یہ آیت پڑھی۔ سَرَابِيۡلُهُمۡ مِّنۡ قَطِرَانٍ وَّتَغۡشٰى وُجُوۡهَهُمُ النَّارُ۔

ابن زیاد نے نہایت شدت سے خوارج کی پکڑ دھکڑ شروع کی۔ان سے قید خانوں کو بھر دیا۔اور لوگوں کو ان کے سبب سے قید کر دیا۔وہ ابو بلال کو اس کے بھائی عروہ کی موت سے پہلے قید کر چکا تھا۔کیونکہ قید خانے کا داروغہ اس کی عبادت دیکھتا تھا۔اس لیئے اس نے اس کو ہر رات کو اپنے اہل وعیال سے مل آنے کی اجازت دے رکھی تھی۔چنانچہ ابو بلال ہر رات کو اپنے گھر جاتا اور صبح کو واپس چلا آتا۔مرداس کا ایک دوست ابن زیاد سے رات کو باتیں کیا کرتا تھا۔ایک رات ابن زیاد نے خوارج کا ذکر کیا اور ان کے قتل کا مصمم ارادہ کر لیا۔مرداس کے دوست نے اسے یہ خبر سنا دی۔داروغۂ محبس نے سخت تشویش میں رات گزاری کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ابو بلال مرداس کو یہ معلوم ہو جائے اور وہ صبح کو واپس نہ آئے۔مگر جب وہ وقت آیا جس وقت وہ ہر روز آجایا کرتا تھا تو دیکھا کہ وہ چلا آتا ہے۔داروغۂ محبس نے اس سے پوچھا کہ کیا آپ کو امیر کے ارادے کی خبر نہیں ہو گئی تھی۔کہا ہاں۔پوچھا کہ پھر بھی آپ آگئے۔مرداس نے کہا کہ ہاں۔کیونکہ تمہارے تمام احسانات کا میری طرف سے یہ بدلا نہ ہونا چاہیئے تھا کہ تم کو سزا ہوتی۔الغرض دوسری صبح کو ابن زیاد نے خوارج کو قتل کیا۔جب ابو بلال مرداس کو حاضر کیا گیا تو داروغۂ محبس (جو عبیداللہ کا رضاعی بھائی تھا) نے اس کی سفارش کی اور تمام قصہ بیان کیا۔چنانچہ ابن زیاد نے ابو بلال مرداس کو اس کے حوالے کر کے آزاد کر دیا۔

مگر چونکہ ابو بلال کو ابن زیاد سے خوف تھا۔اس لیئے وہ چالیس آدمیوں کو ہمراہ لیکر اہواز گیا۔جب بیت المال کے پاس سے گزرا تو اس میں سے اپنا اور اپنے ہمراہیوں کا حصہ نکال کر باقی چھوڑ دیا۔ابن زیاد نے ان کی نقل وحرکت کی خبر پاکر ۶۰ھ میں دو ہزار آدمیوں کا ایک لشکر ان کی گوشمالی کے لیئے روانہ کیا۔جس کا سردار اسلم ابن زرعۃ الکلابی تھا اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ نہیں بلکہ ابو حصین التمیمی تھا۔جب وہ فوج ابو بلال کے سامنے پہنچی تو اس نے ان کو خدا کی قسم دیکر کہا کہ وہ اس سے نہ لڑیں۔مگر اہل فوج نے نہ مانا۔بلکہ اسلم نے ان کو جماعت کی طرف واپس آجانے کی دعوت دی۔انھوں نے کہا کہ کیا تم ہم کو ابن زیاد سے فاسق آدمی کی طرف واپس بھیجتے ہو؟ یہ سن کر اسلم کے ایک لشکری نے ابو بلال کے ایک آدمی کو تیر مار کر قتل کر دیا۔ابو بلال نے کہا کہ تم نے جنگ میں ابتدا کی ہے۔پھر کیا تھا ابو بلال کے خوارج نے اسلم کی فوج پر یک جان ہو کر دانت کچکچا کر حملہ کیا اور ان کو بھگا دیا۔وہ شکست کھا کر بصرے واپس چلے گئے۔جہاں ابن زیاد نے اسلم کو ملامت کی اور کہا کہ تم کو چالیس آدمیوں نے بھگا دیا۔

حالانکہ تمہارے ساتھ دو ہزار آدمی تھے تم میں کوئی بھلائی نہیں۔ اسلم نے جواب دیا کہ آپ کو مجھے میری زندگی میں ملامت کرنا اس سے بہتر ہے کہ آپ میرے مرنے کے بعد میری تعریف کریں یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ بازار میں لڑکے جب اسلم کو دیکھتے تو غل مچا مچا کر کہتے کہ دیکھنا دیکھنا ابو بلال تمہارے پیچھے آرہا ہے اسلم نے ابن زیاد سے اس امر کی شکایت کی۔ اُس نے لڑکوں کو ایسا کرنے سے منع کیا اور وہ باز آگئے۔ اس بارے میں خوارج میں سے کسی نے یہ دو اشعار کہے۔ (ترجمہ اشعار)

"کیا تم کو یہ زعم ہے کہ تمہارے دو ہزار آدمی مومنین ہیں۔ حالانکہ ان کو چالیس آدمی مقام آسک میں قتل کر ڈالتے ہیں۔ تم جھوٹے ہو۔ جیسا تم سمجھتے ہو ویسا نہیں۔ بلکہ خوارج ہی مومنین ہیں۔" ؂

متعدد واقعات کا بیان

اس سال ولید ابن عتبہ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ اور عقبہ ابن عامر الجہنی نے انتقال کیا۔ وہ صحابہ میں سے تھے۔ اور امیر معاویہ کے ساتھ جنگ صفین میں شریک تھے۔ ؂

اسی سال اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے انتقال فرمایا۔ ؂

اسی سال سمرۃ بن جندب اور مالک ابن عباد الغافقی نے انتقال کیا۔ یہ دونوں حضرات صحابہ کرام میں سے تھے۔ ؂

اسی سال عمیرہ ابن یثربی نے جو بصرے کے قاضی تھے انتقال کیا۔ اور ان کی جگہ ہشام ابن ہبیرہ مقرر ہوئے۔ ؂

۵۹ھ کے واقعات

اس سال عمرو بن مرۃ الجہنی نے بلاد روم میں موسم سرما بسر کیا۔ اور جنادہ ابن ابی امیہ نے بحر میں جنگ کی۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس سال بحر میں جنگ بالکل نہیں ہوئی۔ ؂

اسی سال عبدالرحمٰن ابن ام الحکم کوفے سے معزول ہوا۔ اور اس کی جگہ نعمان ابن بشیر الانصاری کا تقرر عمل میں آیا۔ مقام الذکر کے عزل کا سبب پہلے بیان ہو چکا ہے۔ یہ بھی روایت ہے کہ اس کا عزل ۵۸ھ کا واقعہ ہے۔ ؂

عبدالرحمٰن ابن زیاد کے خراسان پر تقرر کا بیان

امیر معاویہ نے اس سال عبدالرحمٰن ابن زیاد کو خراسان کا عامل مقرر کیا۔ قیس ابن ہیثم السلمی اس سے پہلے وہاں کا والی تھا۔ اس نے اسلم بن زرعہ کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اور اس سے تین لاکھ درہم وصول کیئے۔

اس کے بعد عبدالرحمٰن آیا۔ وہ کریم النفس مگر حریص اور ضعیف آدمی تھا۔ اس نے کوئی جنگ نہیں کی۔ اور امام حسینؓ کی شہادت تک خراسان میں رہا۔ اس کے بعد وہ دو کروڑ درہم لے کر یزید کے پاس گیا۔ یزید نے اس سے کہا کہ اگر تم چاہو تو ہم تم سے محاسبہ کریں اور جو کچھ تمہارے پاس ہے تم سے لے کر تم کو تمہاری حکومت پر واپس بھیج دیں۔ یا نہیں تو جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ تم کو ہی عطا کر کے تمہیں معزول کر دیں۔ بشرطیکہ عبدالرحمٰن ابن جعفر کو پانچ لاکھ درہم دے دو۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ یہی بہتر ہے کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ آپ مجھی کو دے دیجئے۔ اور مجھے معزول کر دیجئے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ بعد ازاں عبدالرحمٰن نے ابن جعفر کی طرف دس لاکھ درہم بھیجے اور لکھا کہ ان میں سے پانچ لاکھ یزید کی طرف سے ہیں اور پانچ لاکھ میری طرف سے۔

ابن زیاد کے بصرے سے معزول ہونے اور پھر واپس ہونے کا بیان

اسی سال معاویہ نے عبیداللہ ابن زیاد کو بصرے سے معزول کیا۔ اور پھر اسی کو مقرر کر دیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ ابن زیاد روساء بصرہ کو ہمراہ لے کر معاویہ کے پاس آیا جن میں احنف بھی شامل تھے۔ اور عبیداللہ ابن زیاد نے ان سے بدسلوکیاں کی تھیں۔ وہ سب امیر معاویہ کے پاس پہنچے تو امیر موصوف نے احنف کو خوش آمدید کہہ کر اپنے پاس تخت شاہی پر بٹھلا لیا۔ سب لوگوں نے ابن زیاد کی تعریف و توصیف کی مگر احنف خاموش رہا۔ اس پر امیر معاویہ نے اس سے پوچھا۔ ابو بحر یہ کیا بات ہے کہ تم نہیں بولتے۔ اس نے جواب دیا کہ اگر میں کلام کروں تو میں قوم کی مخالفت کرونگا۔ امیر معاویہ نے کہا کہ اچھا تم لوگ جاؤ۔ میں نے ابن زیاد کو تمہارے ہاں سے معزول کیا۔ اب تم اپنی مرضی سے کسی کو اپنا والی بنا لو۔ چنانچہ ان میں سے کوئی ایسا شخص نہ تھا جس نے بنو امیہ یا اہل شام میں سے کسی نہ کسی شخص کا نام نہ پیش کیا ہو۔

مگر احنف نے نہ تو اپنی بات چھوڑی اور نہ کسی شخص کو نامزد کیا۔ اس لئے وہ سب چند دن اور مقیم رہے امیر معاویہ نے ان سب کو دوبارہ جمع کر کے پوچھا کہ تم نے کس کو اختیار کیا۔ ان کے آپس میں اختلاف ہو گیا۔ مگر احنف حسب سابق خاموش ہی رہا۔ امیر معاویہ نے کہا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے تم بولتے کیوں نہیں۔ کہا کہ اگر آپ اپنے اہل بیت میں سے کسی کو ہمارا والی بنانا چاہتے ہیں تو ابن زیاد سے بہتر اور کوئی نہ ملے گا۔ اور اگر کسی غیر کو مقرر کرنا چاہتے ہیں تو آپ خود غور فرمالیں لہٰذا امیر معاویہ نے زیاد ہی کو دوبارہ مقرر کر دیا۔ اور اس کو احنف کے ساتھ حسن سلوک کی نصیحت کی۔ اور ان سے دوری اختیار کرنے کی ہجو کی۔ چنانچہ جب فتنہ اٹھا تو سوائے احنف کے اور کسی نے اس سے دفاع نہ کی۔

یزید ابن مفرغ الحمیری کے بنو زیاد کی ہجو کرنے اور اس کے نتیجے کا بیان

یزید ابن مفرغ الحمیری سجستان میں عباد ابن زیاد کے ساتھ تھا۔ موخرالذکر جنگ ترک کی وجہ سے اس سے جدا ہو گیا۔ اور ابن مفرغ کو اس سے ملے ہوئے عرصہ ہو گیا۔ اُدھر یہ ہوا کہ عباد کے ہمراہ جو لشکر تھا اس کو جانوروں کے دانے اور چارے کی وجہ سے تکلیف ہوئی۔ اس پر مفرغ نے یہ شعر کہا۔ (ترجمہ):۔

"کاش کہ (لوگوں کی) ڈاڑھیاں گھاس ہوتیں کہ ان سے مسلمانوں کے چوپاؤں کو چارہ تو مل جاتا"۔

اتفاق سے عباد ابن زیاد کی ڈاڑھی بہت لمبی تھی۔ اس سے کہا گیا کہ ابن مفرغ نے آپ ہی پر چوٹ کی ہے۔ چنانچہ اس پر ابن زیاد نے مفرغ کو طلب کیا۔ مگر وہ مفرور ہو گیا اور اس کی ہجو میں کئی قصیدے لکھے۔ ان ہجوؤں میں یہ اشعار بھی ہیں۔ (ترجمہ):۔

"جب معاویہ ابن حرب ہلاک ہونے لگے تو اطراف پالان کو شکستگی کی خوشخبری دے۔ میں گواہ ہوں کہ تیری ماں نے ابوسفیان کے ساتھ اوڑھنی اُتار کر مباشرت نہیں کی تھی۔ بلکہ وہ ایک مشتبہ فیہ امر تھا جو خوف اور لرزے کی حالت میں سرزد ہو گیا تھا"۔

اور یہ اشعار بھی۔ (ترجمہ)۔

"ہاں بہت جلد ایک باشندۂ یمن کی طرف سے معاویہ کو یہ پیغام پہنچا دو۔ کہ کیا

تو اس بات سے ناراض ہوتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ تیرا باپ عفیف تھا۔ اور کیا تو اس سے خوش ہوتا ہے کہ تیرا باپ زانی تھا؟ میں گواہ ہوں کہ تیرا زیاد سے مادری رشتہ ایسا ہی ہے جیسا ہاتھی کا گدھی کے بچے سے"۔

جس وقت عبیداللہ ابن زیاد شام میں معاویہ کے پاس تھا۔ یزید ابن مفرغ بصرے پہنچا۔ عبیداللہ کے بھائی عباد نے وہ تمام واقعہ جو اس کے ساتھ گذرا تھا عبیداللہ کو لکھ بھیجا عبیداللہ نے امیر معاویہ کو اطلاع دی اور وہ اشعار پڑھکر سنائے اور ابن مفرغ کے قتل کرنے کی اجازت طلب کی۔ مگر امیر معاویہ نے اجازت نہ دی۔ بلکہ اس کو ابن مفرغ کی تادیب کا حکم دیا۔ ابن مفرغ بصرے پہنچکر احنف وغیرہ روسائے شہر سے پناہ کا طالب ہوا۔ مگر انھوں نے پناہ نہ دی۔ پھر منذر ابن جارود سے پناہ مانگی۔ چنانچہ اس نے پناہ دی۔ اور اسے گھر میں داخل کر لیا حالانکہ اس کی بیٹی عبیداللہ ابن زیاد کی زوجہ تھی۔ جب عبیداللہ بصرے پہنچا تو اس کو مفرغ کی جائے قیام کی خبر ہوئی۔ اور منذر اس کے پاس برائے صلح گیا۔ مگر عبیداللہ نے شرط کو منذر کے گھر روانہ کیا۔ انھوں نے وہاں پہنچکر ابن مفرغ کو گرفتار کر لیا۔ اور عبیداللہ کے پاس لے آئے۔ منذر اس وقت اس کے پاس ہی تھا۔ وہ عبیداللہ سے کہنے لگا۔ کہ اے امیر میں نے تو اسے پناہ دی تھی۔ عبیداللہ نے کہا کہ اے منذر وہ تمھاری اور تمھارے باپ کی مدح کرتا ہے مگر میری اور میرے باپ کی ہجو کرتا ہے۔ پھر تم اس کو میرے خلاف پناہ دیتے ہو پھر عبیداللہ کے حکم سے اسے دوا پلائی گئی۔ اور گدھے پر سوار کر کے تمام شہر میں پھرایا گیا۔ اور وہ (دوا کے اثر سے) اپنے کپڑوں میں (جانوروں کی مانند) دستیں کر رہا تھا۔ اس نے منذر کی ہجو میں یہ اشعار کہے (ترجمہ):-

"میں نے قریش کی ہمسائگی کو چھوڑ کر بنو عبدالقیس قلعۂ شقر کے رہنے والوں کی ہمسائگی اختیار کی۔ میرا ہمسایہ جذبہ سوتا ہی رہا۔ اور سوائے ایک صاحب عزم آدمی کے کوئی اور شخص ہمسایوں کے جور سے حفاظت و حمایت نہیں کر سکتا۔ اور عبیداللہ کے خلاف یہ شعر کہا (ترجمہ)

"جو کچھ تو نے کیا ہے اسے تو پانی دھو کر صاف کر دیگا۔ مگر میرا قول بوسیدہ ہڈیوں تک میں بیٹھ جائیگا"۔

اس کے بعد عبیداللہ نے اسکو اپنے بھائی عباد کے پاس سجستان بھیج دیا۔ شام میں اہل یمن نے امیر معاویہ سے اس کی سفارش کی۔ انھوں نے اسے عباد کے پاس سے بلایا۔ چنانچہ وہ امیر معاویہ کے پاس گیا۔ اور راستے میں یہ اشعار کہے (ترجمہ):-

"شاباش اے گھوڑی چلی چل اب عباد کو تجھ پر امارت حاصل نہیں ہے۔ اور تو ایک آزاد آدمی کو اٹھائے لئے جاتی ہے مجھے اپنی جان کی قسم تجھکو ایک امام نے موت کے گڑھے سے نجات دی ہے۔ اور امام کی رسی مضبوط ہے مجھے جو یہ اچھی نعمت دی گئی ہے۔ میں اس کا شکریہ ادا کرونگا۔ اور مجھ سا آدمی منعمین کا شکریہ غرار واقعی طور پر ادا کیا کرتا ہے"۔

جب وہ امیر معاویہ کے سامنے گیا تو رونے لگا۔ اور کہا کہ میرے ساتھ جو بلاوجہ اور بلاقصور سلوک کیا گیا ہے وہ کبھی کسی مسلمان کے ساتھ نہیں ہوا۔ انھوں نے پوچھا کیا تو نے ہی وہ قصیدہ نہیں کہا تھا کہ جس کے شروع میں تھا کہ "معاویہ ابن حرب کو یہ پیغام پہنچا دو" وغیرہ۔ کہا کہ قسم ہے اس خدا کی جس نے امیر المومنین کا حق بہت عظیم الشان کیا کہ میں نے وہ قصیدہ نہیں کہا تھا۔ بلکہ وہ مروان کے بھائی عبدالرحمٰن ابن حکم نے کہا ہے۔ اور مجھے زیاد کی ہجو کا ذریعہ بنایا ہے۔ امیر معاویہ نے سوال کیا۔ کہ کیا تو نے یہ شعر نہیں کہا جس میں ہے کہ "میں گواہ ہوں کہ تیری ماں نے ابوسفیان سے مباشرت نہیں کی" اور اس کے علاوہ اور بہت سے اشعار جن میں تو نے ابن زیاد کی ہجو لکھی ہے۔ اچھا جا۔ ہم نے تجھے معاف کیا۔ خدا کی زمین میں جہاں چاہے تو چلا جا۔ چنانچہ وہ موصل گیا۔ اور وہیں نکاح کیا۔ جس رات وہ پہلی مرتبہ اپنی بیوی کو اپنے گھر لایا۔ اسی کی صبح کو وہ شکار کے لئے نکلا تو اسے ایک آدمی گدھے پر سوار ملا۔ ابن مفرغ نے پوچھا کہ تم کہاں سے آتے ہو۔ اس نے کہا کہ "اہواز سے"۔ پوچھا کہ ماء مسرقان کا کیا حال ہے۔ جواب دیا کہ ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا۔ اسے بصرے جانیکا شوق ہوا۔ چنانچہ وہ وہاں گیا۔ اور عبیداللہ کے پاس پہنچا۔ اس نے اسے امان دی۔

امیر معاویہ عبدالرحمٰن ابن حکم سے ناراض ہوگئے۔ اسکی سفارش کی گئی تو امیر معاویہ نے کہا کہ جب تک ابن زیاد اس سے راضی نہ ہو جائیگا میں راضی نہ ہونگا۔ اس پر عبدالرحمٰن ابن زیاد کے پاس بصرے گیا۔ اور اس کی تعریف میں یہ دو شعر کہے (ترجمہ):-

"تم آل حرب میں ایک زیادتی ہو۔ میرے لئے میرے بیٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہو۔ میں تم کو بھائی۔ چچا۔ اور چچیرا بھائی سمجھتا ہوں مجھے غیب کی خبر نہیں کہ تم مجھے کیا سمجھتے ہو"

اس نے کہا کہ تم کیا برے شاعر ہو۔ اور اس سے راضی ہو گیا۔

متعدد واقعات کا بیان

اس سال عثمان ابن محمد ابن ابی سفیان نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ ان دنوں والیان ملک یہ تھے:۔ کوفے میں نعمان ابن بشیر۔ بصرے میں عبیداللہ ابن زیاد۔ مدینے میں ولید ابن عقبہ۔ خراسان میں عبدالرحمٰن ابن زیاد۔ سجستان میں عباد ابن زیاد۔ اور کرمان میں شریک ابن اعور۔

اسی سال قیس ابن سعد بن عبادۃ الانصاری نے مدینے میں انتقال کیا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ ان کا انتقال ۶۰ھ میں ہوا۔ وہ حضرت علیؓ کے ساتھ انکی تمام جنگوں میں شریک تھے۔

اسی سال سعید ابن عاص نے انتقال کیا جو سال ہجرت میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد جنگ بدر میں بحالت کفر مارے گئے تھے۔

اسی سال مرۃ ابن کعب البھری السلمی نے بھی انتقال کیا۔ وہ صحابی تھے۔

اسی سال ابو محذورۃ الجمحی جو رسول خدا صلعم کے موذن تھے۔ مکے میں فوت ہوئے۔ وہ اپنی موت کے دن تک برابر مکے میں اذان دیتے رہے۔ انکے بعد انکی اولاد کو یہی منصب نصیب ہوا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کی وفات ۶۹ھ میں ہوئی۔

اسی سال عبداللہ ابن عامر ابن کریز نے مکے میں وفات پائی۔ اور عرفات میں دفن ہوئے۔

اسی سال ابوہریرہؓ نے بھی وفات پائی اور کیونکہ ان کو حضرت عثمانؓ سے بہت محبت تھی اس لئے ان کے جنازے کو ان کے صاحبزادوں نے ہی اٹھایا۔

اسی سال مسلمانوں نے حصن مکنخ پر حملہ کیا۔ عمیر ابن حباب السلمی ان کے ہمراہ تھے۔ وہ فصیل شہر پر چڑھ گئے۔ اور جب تک اہل روم کو زک نہ دے لی برابر فصیل ہی پر لڑتے رہے۔ پھر مسلمانوں نے فصیل پر چڑھ کر شہر کو فتح کر لیا اسطرح اس شہر کی فتح عمیر کے ہاتھ پر ہوئی۔ عمیر اس پر بہت فخر کیا کرتے تھے اور اس واقعے کو ان کا ایک قابل فخر کارنامہ سمجھا جاتا ہے۔

سنہ ۶۰ھ کے واقعات

اس سال مالک ابن عبداللہ نے سوریہ میں جنگ کی۔ اور جنادہ نے جزیرہ رودس میں داخل ہو کر (بقول بعض) اس کے شہر کو منہدم کر دیا۔

اسی سال امیر معاویہ ابن ابی سفیان نے انتقال کیا۔ اس سے قبل وہ اہل بصرہ کے وفد سے یزید کے لئے بیعت لے چکے تھے۔

امیر معاویہ ابن ابی سفیان کی وفات کا بیان

امیر معاویہ نے اپنی بیماری سے قبل ایک تقریر کی اور کہا کہ میں ایک ایسی کھیتی کی طرح ہوں جس کے کاٹنے کا وقت آ گیا ہو۔ تم پر میری حکومت اسقدر طویل ہو گئی ہے کہ تم مجھ سے اور میں تم سے اکتا گیا۔ اور تم میرے اور میں تمھارے فراق کی آرزو کرنے لگا میرے بعد جو شخص تم پر حکمرانی کریگا وہ ایسا ہو گا جس سے میں اچھا ہوں بعینہٖ اسی طرح جس طرح کہ میرا پیش رو مجھ سے اچھا تھا۔ کہتے ہیں کہ جو شخص خدا سے ملنا چاہتا ہے۔ اس سے خدا بھی ملنا چاہتا ہے۔ یا اللہ میں بھی تجھ سے ملنے کا خواہشمند ہوں تو بھی مجھ سے ملنے کا ارادہ کر۔ اور اور اس ملاقات کو میرے لئے باعث برکت بنا۔ اسکے بعد تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ ان کا مرض شروع ہو گیا۔ جب وہ اس مرض موت میں مبتلا ہوئے۔ تو انھوں نے اپنے بیٹے یزید کو بلا کر کہا کہ "بیٹا میں نے تمھارے لئے حکومت اور حکمرانی کا پورا بندوبست کر دیا ہے۔ مشکل امور کو تمھارے پیروں کے نیچے روند دیا ہے۔ دشمنوں کو ذلیل کر دیا ہے۔ اور عربوں کی گردنوں کو تمھارے لئے جھکا دیا ہے اور اسقدر مال و متاع جمع کیا ہے کہ کبھی کسی نے اتنا نہ جمع کیا ہوگا۔ اہل حجاز کا خیال رکھنا کیونکہ وہ تمھارے اصل ہیں۔ ان میں سے جو کوئی تمھارے پاس آئے۔ اس سے بہ اکرام پیش آنا۔ اور ان میں سے جو دور ہوں ان کا خیال رکھنا۔ اہل عراق پر بھی نظر رکھنا۔ اگر وہ تم سے ہر روز ایک عامل کو معزول کر دینے کو کہیں تو ضرور ایسا ہی کرنا۔ کیونکہ ایک عامل کا معزول کر دینا اس سے بہتر ہے کہ ایک لاکھ تلواریں تمھارے خلاف کھنچ جائیں۔ اہل شام کو بھی نگاہ میں رکھنا چاہئے کہ وہ تمھارے دوست اور راز دار ہو جائیں۔ اگر تم کو اپنے دشمن کی طرف سے کچھ شبہ ہو تو انھیں سے مدد لو اور جب تم ان پر غالب آ جاؤ تو اہل شام کو ان کے

وطن کی طرف واپس بھیجدو۔ کیونکہ اگر وہ وطن کے علاوہ اور کہیں اقامت گزیں ہوں گے تو ان کے اخلاق بدل جائیں گے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس امر خلافت میں قریش کے چار اشخاص کے سوا اور کوئی تم سے نزاع کریگا۔ (۱) حسین ابن علیؓ۔ (۲) عبداللہ ابن عمرؓ (۳) عبداللہ ابن زبیر۔ (۴) عبدالرحمٰن ابن ابوبکر۔ ابن عمر تو وہ آدمی ہیں جن کو عبادت نے جلا دیا ہے۔ اور جب ان کے سوائے اور کوئی شخص تمہارا مخالف نہ رہ جائے گا تو وہ بھی تم سے بیعت کرلیں گے حسین ابن علی (رضی اللہ عنہما) ایک خفیف سے آدمی ہیں۔ اور جب تک اہل عراق ان کو مقابلے پر نکال نہ لیں دم نہ لیں گے۔ اگر وہ آمادہ ہو جائیں اور تم ان پر کامیابی حاصل کرلو۔ تو ان سے درگذر کرنا۔ کیونکہ وہ تمہارے قریبی رشتہ دار ہیں۔ اور ان کا بہت کچھ حق ہے۔ ان کو رسول خدا صلعم سے بھی قرابت ہے۔ ابن ابی بکر کا یہ حال ہے کہ جیسا وہ اپنے اصحاب کو کرتے دیکھیں گے ویسا ہی کریں گے۔ سوائے اس کے کہ وہ عورتوں سے لطف اٹھائیں یا لہو ولعب میں مشغول ہو جائیں۔ انمیں اور زیادہ ہمت نہیں البتہ وہ شخص جو شیر کی طرح تم پر حملہ کرکے پچھاڑنا چاہیگا اور تم سے لومڑی کی طرح مکاریاں اور فریب کریگا۔ اور جب اسے موقعہ ملے گا تو یکایک تم پر ٹوٹ پڑیگا وہ ابن زبیر ہے۔ تو اگر وہ تمہارے ساتھ ایسا کرے اور تم اس سے جیت جاؤ تو اس کے بدن کا جوڑ جوڑ کاٹ دینا۔ اور جہاں تک تم میں طاقت ہو اپنی قوم کے جان و مال کی حفاظت کرو۔"

اسی طرح اس روایت میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر کا ذکر ہے اور وہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ وہ امیر معاویہ کے انتقال سے پہلے ہی فوت ہو چکے تھے اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ یزید اپنے باپ کے مرض اور موت کے وقت وہاں موجود نہ تھا۔ بلکہ امیر معاویہ نے ضحاک ابن قیس اور مسلم ابن عقبہ المری کو بلا کر یہ حکم دیا تھا کہ وہ ان کے بیٹے یزید کو یہ پیغام پہنچا دیں اور یہی صحیح ہے۔

اس کے بعد امیر معاویہ نے دمشق میں انتقال کیا۔ ایک روایت ہے کہ ان کا انتقال رجب کی پہلی تاریخ کو ہوا۔ ایک روایت ہے کہ نصف رجب میں اور ایک بیان ہے کہ رجب کے ختم ہونے سے آٹھ روز قبل جس دن سے ان کے لئے اجتماع امر ہوا اور امام حسنؓ نے ان سے بیعت کی اس دن سے انکی حکومت کا زمانہ انیس سال تین ماہ۔ اور ستائیس روز کا ہوا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کی حکومت کا عرصہ انیس سال اور تین ماہ تھا۔ یہ بھی

کہتے ہیں کہ چند روز کم تین ماہ کا تھا۔ اس وقت ان کی عمر بروایتے پچھتر اور بروایتے تہتر برس کی تھی۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انھوں نے اٹھتر اور بروایتے پچاسی برس کی عمر میں انتقال کیا۔ کہتے ہیں کہ جب مرض نے شدت پکڑی اور ان پر رعشہ طاری ہوگیا تو انھوں نے اپنے اہل خانہ کو کہا کہ میری آنکھوں میں سرمہ بھر دو۔ اور میرے سر میں تیل لگا دو۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اور ان کے چہرے پر تیل کی مالش کر دی پھر ان کے لئے فرش بچھایا گیا اور وہ بیٹھ گئے اور لوگوں کو اندر آنے کی اجازت دی جنھوں نے کھڑے کھڑے سلام کیا۔ کوئی شخص بیٹھنے نہ پایا۔ جب وہ لوگ انکے پاس سے واپس گئے تو کہنے لگے کہ وہ نہایت تندرست ہیں۔ امیر معاویہ نے ان کے باہر جانے کے وقت یہ دو شعر پڑھے۔ (ترجمہ):-

میرا بہ تکلف صحیح (یا تندرست) بننا ان لوگوں کے لئے ہے جو مجھے مصیبت میں دیکھکر خوشی کرینگے۔ ان کو میں دکھا رہا ہوں کہ میں حوادث زمانہ سے ناتواں و بے صبر نہیں ہوتا۔ مگر جب موت اپنے پنجے گاڑ لیتی ہے تو میں نے دیکھا ہے کہ اسوقت کوئی تعویذ کام نہیں آتا۔"

ان کی آنکھیں اوپر کو چڑھتی جاتی تھیں۔ چنانچہ وہ اسی دن انتقال کر گئے۔ جب وفات کا وقت آن پہنچا تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے مجھے ایک کرتا پہنایا تھا۔ جسے میں نے محفوظ رکھا ہے۔ ایک دن آنحضرت نے اپنے ناخن کٹوائے تھے۔ میں نے ان ناخنوں کے ٹکڑے اٹھا کر ایک شیشہ میں رکھ لئے تھے۔ جب میں مر جاؤں تو وہ کرتا مجھے پہنا دینا۔ اور ان ناخنوں کو پیسکر میری آنکھوں اور منہ میں چھڑک دینا۔ ممکن ہے کہ خدائے تعالےٰ ان کی برکت سے مجھ پر رحم فرمائے۔" یہ کہکر اشہب ابن زمیلۃ النہشلی کی ان دو بیتوں کو بطور مثل پڑھا۔ (ترجمہ):-

"جب میں مر جاؤں گا تو لوگوں میں بخشش وجود مر جائیگی بصرف عطا قلیل رہ جائیگی سائلین کے ہاتھ رد کئے جائیں گے اور لوگ ایک جدید خلق کیساتھ دین و دنیا سے رک جائینگے۔"

اس پر ان کی بیٹی نے کہا کہ نہیں امیر المومنین ایسا کیوں ہوگا۔ خدا آپ کی تکلیف کو دور کرے۔ یہ سن کر انھوں نے ہذلی کا مذکورہ بالا شعر "جب موت اپنے پنجے گاڑ دیتی ہے" وغیرہ بطور تمثیل پڑھا۔ اور اپنے اہل وعیال سے کہا کہ خدا سے پناہ مانگو کیونکہ جسکو خدا نہیں بچاتا اسے کوئی محفوظ نہیں رکھ سکتا۔ اس کے بعد ان کا خاتمہ ہوگیا۔ انھوں نے

وصیت کی تھی کہ ان کا نصف مال بیت المال کو دے دیا جائے گویا ان کی خواہش یہ تھی کہ ان کا باقی مال اُن کے لئے پاک ہو جائے کیونکہ حضرت عمرؓ اپنے عاملوں کے مال کا حساب لگا کر بلحاظ ان کی آمدنی کے جسقدر مال ان کے قبضے میں زیادہ پاتے وہ بیت المال میں داخل کر لیا کرتے تھے۔ وفات کے وقت انھوں نے یہ دو شعر پڑھے۔ (ترجمہ):-

"یا الٰہی اگر تو مناقشہ کرے تو تیرا مناقشہ عذاب ہوگا۔ جس کے برداشت کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ اپنے ایسے بندے کے گناہوں سے درگذر کر جس کے گناہ ذرات خاک کی طرح ہیں۔ اور تو بڑا درگذر کرنیوالا ہے"۔

جب ان کا مرض بڑھ گیا تو ان کی صاحبزادی رملہ ان کا سر اپنی گود میں رکھکر جوئیں دیکھنے لگیں۔ امیر معاویہ نے کہا کہ جس سر کی تم جوئیں دیکھ رہی ہو وہ امور دنیوی میں اُلٹ پلٹ کرنے کا مشتاق تھا۔ اس نے جوانی سے پیری کے زمانے تک زر و مال جمع کیا۔ کاش کہ وہ آگ میں نہ جھونکا جائے۔ پھر یہ شعر پڑھا۔ (ترجمہ):-

"میں نے تمھارے لئے ایک رنج کش آدمی کی طرح کوشش کی ہے اور تمکو جگہ جگہ مارے مارے پھرنے سے بچا لیا ہے"۔

ان کو یہ معلوم ہوا کہ چند آدمی ان کی موت سے خوشی ظاہر کرتے ہیں۔ اس پر انھوں نے یہ شعر پڑھا۔ (ترجمہ):-

"اے لوگو۔ اگر ہم نہ مریں تو کوئی اور ہے جو ہمیشہ زندہ رہیگا۔ کیا موت میں کوئی عار کی بات ہے؟"

اپنے مرض کے زمانے میں وہ بعض دفعہ خلط ملط باتیں کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انھوں نے کہا کہ ہم میں اور غوطہ میں کتنا فاصلہ ہے۔ یہ سنکر ان کی صاحبزادی نے چیخ کر کہا "واحزناہ" اس سے ان کو ہوش آگیا اور وہ کہنے لگے اگر تم گھبرا گئیں تو تم نے ایسی بات دیکھی ہے جو اس قابل ہے کہ اس سے گھبرایا جائے۔

جب امیر معاویہ کا انتقال ہو گیا تو ضحاک ابن قیس ان کے کفن کو اپنے ہاتھوں پر رکھے ہوئے باہر آیا۔ اور منبر پر کھڑے ہو کر خدا کی حمد و ثنا کے بعد کہا کہ امیر معاویہ عرب کے عود (نڈر) عرب کے حد (بچانے والے) اور عرب کے جد (اقبال مند) تھے خدائے تعالےٰ نے انکے ذریعے فتنے کو منقطع کیا اور انکو اپنے بندوں پر بادشاہ بنایا۔ ان کے ہاتھوں سے ملکوں کو فتح کرایا۔ ہاں۔ وہ انتقال کر گئے

ہیں۔ اور یہ دیکھو یہاں کا کفن ہے۔ ہم انکو اس میں اور پھر قبر میں داخل کر دینگے۔ اور پھر وہ جانیں اور انکے اعمال جانیں۔ پھر قیامت کے دن تک یہی فتنہ و فساد رہیگا جو کوئی ان کے جنازہ پر حاضر ہونا چاہے بنماز ظہر کے وقت حاضر ہو جائے۔ ضحاک نے ہی ان کے جنازے کی نماز ادا کی۔

کہتے ہیں کہ جب امیر معاویہ کو مرض کی شدت ہوئی تو اسوقت ان کا بیٹا یزید حوارین میں تھا اس کو اس واقعے کی خبر دی گئی اور آنے کی تاکید کی گئی۔ تاکہ وہ اپنے باپ کو دیکھ سکے۔ یزید نے یہ اشعار پڑھے۔ (ترجمہ):-

"قاصد اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا خط لے آیا۔ اس کے اس کاغذ سے دل خوف کی وجہ سے کانپنے لگا۔ ہم نے کہا کہ تجھ پر خدا کی مار یہ تو بتلا کہ اس کاغذ میں کیا ہے اس نے کہا کہ خلیفہ کا یہ حال ہے کہ مرض کی شدت کی وجہ سے جگہ سے ہل بھی نہیں سکتے پھر ہم نے مہار اور اونٹنیوں کو منگایا اور ان کے ذریعے سے راستوں کو طے کرنا شروع کیا۔ اور ہم کو انھیں تیز تیز چلانے کی ضرورت بھی نہ پڑی۔ مگر زمین ہلنے اور ہم کو ہلانے لگی۔ گویا کہ اس کے ارکان کے حصے ٹوٹ گئے ہیں۔ جو شخص اپنے نفس کی شرافت کو پورا نہیں کرتا۔ قریب ہے کہ اس نفس کے امور ساقط ہو جائیں۔ جب ہم پہنچے تو دیکھا کہ مکان کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور رملہ کی آواز نے دل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ دل بدحواس ہو جانیکے بعد پھر کسی قدر ہوش میں آیا۔ اور نفس جانتا ہے کہ وہ بے قراری پر ثابت ہے۔ ابن ہند اور اس کے مجد کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ دونوں ساتھ ہی رہتے تھے ساتھ ہی ختم ہو گئے۔ وہ سفید رو اور کشادہ ابرو آدمی تھا۔ بادل اس سے پانی طلب کیا کرتے تھے اور اگر وہ لوگوں کے ساتھ قرعہ اندازی کرے تو ضرور بازی جیت لیگا"

غرضکہ یزید اسوقت پہنچا جب کہ امیر معاویہ مدفون ہو چکے تھے اور اسنے انکی قبر پر جا کر فاتحہ پڑھی۔

امیر معاویہ کے نسب ان کی کنیت اور انکی ازواج و اولاد کا بیان

ان کا نسب معاویہ ابن ابی سفیان (اور ابو سفیان کا نام) صخر ابن حرب ابن اُمیہ ابن عبد شمس ابن عبد مناف ابن قصی ابن کلاب۔ اور کنیت ابو عبد الرحمٰن ہے۔ ان کی ازداج میں میسون بنت بجدل ابن اُنیف الکلبیہ ہے۔ جو ان کے بیٹے یزید کی ماں تھی۔ کہتے ہیں کہ اس سے امیر معاویہ کے ایک بیٹی بھی تھی جس کا نام اُمتہ رب المشارق تھا۔ مگر وہ چھوٹی عمر میں انتقال کر گئی۔ علیٰ ہذا ان کی ازداج میں فاختہ بنت قرظہ بن عبد عمرو

ابن نوفل بن عبد مناف بھی ہے جس سے عبدالرحمٰن اور عبداللہ ہوئے۔ یہ عبداللہ احمق تھا۔ ایک دن ایک خراس والے کے ہاں گیا۔ اس کا خچر خراس میں جتا ہوا تھا اور اس کے گلے میں گھنٹیاں پڑی ہوئی تھیں۔ عبداللہ نے خراسی سے گھنٹیوں کے متعلق سوال کیا اس نے کہا کہ یہ اس لئے ہیں کہ وہ چلتے چلتے ٹھیر جائے تو مجھے معلوم ہو جائے کہ ٹھیر گیا ہے۔ اور چکی نہیں چلا رہا۔ کہا کہ اگر وہ کھڑا ہی کھڑا سر ہلایا کرے تو تم کو کیا معلوم ہوگا کہ وہ کھڑا ہے۔ خراسی نے کہا کہ میرے خچر میں اتنی عقل نہیں جتنی امیر میں ہے۔ رہا عبدالرحمٰن سو وہ صغیر سنی میں انتقال کر گیا۔ ازواج میں نائلہ الکلبیہ بھی تھی امیر معاویہ نے میسون سے کہا کہ ذرا اسے دیکھ لو۔ انہوں نے دیکھا اور کہا کہ خوب صورت تو ہے مگر اس کی ناف کے نیچے ایک تل ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ اس کے خاوند کا سر اسکی گود میں رکھا جائیگا۔ اس پر معاویہ نے اسے طلاق دے دی اور حبیب بن مسلمۃ الفہری نے اس سے نکاح کیا۔ اس کے بعد نائلہ نے نعمان ابن بشیر سے نکاح کیا جو شہید ہوا اور اسکا سر نائلہ کی گود میں رکھا گیا۔ ان ازواج کے علاوہ کنوۃ بنت قرظہ فاختہ کی بہن تھی جنگ قبرس کے دوران میں وہ امیر معاویہ کے ہمراہ تھی۔ اور وہیں اسکا انتقال بھی ہوا۔

امیر معاویہ کی سیرت ان کے احوال ان کے قضاۃ و کتاب کا بیان

جب امیر معاویہ کے لئے خلافت کی بیعت ہو گئی تو انھوں نے قیس ابن حمزۃ الہمدانی کو اپنے شرطہ پر مقرر کیا۔ مگر پھر ان کو معزول کر کے ان کی جگہ زمل بن عمر العذری کو مقرر کیا اور ایک روایت میں اس کو سکسکی کیا گیا ہے ان کا کاتب اور صاحب امر (معتمد پیشی) سرجون رومی تھا ان کے حرس (باڈی گارڈ) کا افسر مختار نام ایک موالی۔ اور بقول بعض ابوالمخارق مالک تھا جو بنو حمیر کے موالی میں سے تھا۔ امیر معاویہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے حرس مقرر کئے۔ عہدہ حجابت پر ان کا آزاد کردہ غلام سعد مقرر تھا۔ اور فضالہ ابن عبید اللہ انصاری ان کے قاضی تھے۔ وہ انتقال کر گئے تو ان کی جگہ ابوادریس الخولانی قاضی ہوئے۔ ان کے علاوہ عبید اللہ ابن محصن الحمیری امیر معاویہ کے دیوان خاتم پر مقرر تھے۔ امیر معاویہ سب سے پہلے شخص تھے جنھوں نے دیوان خاتم مقرر کیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ امیر معاویہ نے حکم دیا کہ عمرو بن زبیر کو ایک لاکھ درہم دیا جائے۔ اور یہ حکم زیاد کو لکھ بھیجا۔ عمرو نے خط کھول لیا اور بجائے ایک لاکھ کے

دو لاکھ بنا دیا۔ جب زیاد نے امیر معاویہ کے پاس حساب روانہ کیا تو انھوں نے اس سے لاعلمی ظاہر کی۔
اور عمرو سے درہم طلب کئے اور ان کو قید کر دیا۔ اس کے بھائی عبداللہ ابن زبیر نے ان کی
طرف سے رقم مطلوبہ ادا کردی اس موقع پر امیر معاویہ نے دیوان خاتم قائم کیا
اور خطوط کی حفاظت کرنے لگے۔ مگر اس سے قبل کوئی احتیاط نہیں کی
جاتی تھی۔

حضرت عمرؓ ابن خطاب کا قول تھا کہ تم کسریٰ اور قیصر اور ان کے علم و دانش کی
تعریف کرتے ہو حالانکہ خود تم میں معاویہ موجود ہیں" کہتے ہیں کہ عمرو ابن العاص اہل مصر کو
ہمراہ لئے ہوئے مصر سے معاویہ کے پاس پہنچے۔ انھوں نے اہل مصر سے کہا کہ معاویہ کو
خلافت کا سلام (یا امیر المومنین کہکے) نہ کرنا کیونکہ اس سے ان کے دل میں تمھارا
خوف رہیگا۔ اور جہاں تک ہو سکے ان کی تحقیر ہی کرنا۔ جب وہ لوگ معاویہ کے پاس
پہنچے تو معاویہ نے اپنے حاجب سے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابن نابغہ آیا ہے۔
اس نے لوگوں میں میرے امر کو حقیر کر دیا ہے دیکھتے رہو جب وہ لوگ داخل ہونے
لگیں تو تم سے جہاں تک بن سکے زور سے للکار کر ان کو سلام کرنے اور گھبرا ئے
جانے پر مجبور کر دینا۔ ان لوگوں میں سب سے پہلے ابن خیاط نام ایک شخص داخل ہوا۔ اس نے
آتے ہی کہا کہ "السلام علیک یا رسول اللہ" اور باقی آدمیوں نے بھی اسکی متابعت کی۔ جب وہ سب باہر واپس
گئے تو عمرو نے ان سے کہا کہ تم پر خدا کی پھٹکار ہو۔ میں نے تو تم کو منع کیا تھا کہ معاویہ کو امارت کا سلام مت کرنا
اور تم نے یہ غضب ڈھایا کہ نبوت کا سلام کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ عبیداللہ ابن ابی بکرہ معاویہ کے
پاس گئے۔ ان کا بیٹا بھی ساتھ تھا اس نے خوب ڈٹ کر کھانا شروع کیا معاویہ نے کن انکھیوں
سے دیکھ لیا۔ عبیداللہ نے یہ معلوم کر کے چاہا کہ اپنے بیٹے کو اشارے سے منع کر دیں۔ مگر جب تک
وہ کھانے سے فارغ نہ ہو گیا اس نے سر ہی نہ اٹھایا۔ اس کے بعد عبیداللہ پھر معاویہ کے ہاں گئے
مگر اب کے ان کا بیٹا ان کے ساتھ نہ تھا۔ معاویہ نے پوچھا کہو تمھارے بسیار خوار بیٹے
کا کیا حال ہے۔ کہا کہ وہ بیمار ہو گیا ہے۔ معاویہ بولے میں پہلے ہی جان گیا تھا۔ کہ اس کا کھانا
ضرور اسے بیمار کر دے گا۔ جویریہ ابن اسماء کہتے ہیں۔ کہ ابو موسیٰ الاشعری ایک سیاہ ٹوپی
اوڑھے ہوتے معاویہ کے پاس گئے۔ اور کہا کہ السلام علیک یا امین اللہ معاویہ نے کہا
کہ وعلیک السلام۔ جب وہ واپس چلے گئے تو معاویہ نے کہا کہ شیخ اس غرض سے

آئے تھے کہ میں ان کو والی بنا دوں۔ خدا کی قسم میں انھیں ہرگز والی نہ بناؤں گا عمرو ابن العاص نے معاویہ سے کہا کہ میں سب سے زیادہ آپ کا خیر خواہ نہیں ہوں۔ کہا جو کچھ تم نے حاصل کیا ہے اسی سے حاصل کیا ہے۔ جویریہ بن اسماء کا بیان ہے کہ بسر ابن ابی ارطاۃ نے امیر معاویہ کے پاس بیٹھ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو گالیاں دیں۔ اس وقت حضرت زید ابن عمرؓ ابن الخطاب موجود تھے (جن کی والدہ ام کلثوم بنت علیؓ تھیں)۔ زید نے ایک عصا اٹھا کر بسر کو مارا۔ امیر معاویہ نے زید سے کہا کہ تم نے قریش کے شیخ اور اہل شام کے سردار پر دست درازی کی اور مارا۔ پھر بسر سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم حضرت علیؓ کو مجمع عام میں گالیاں دیتے ہو۔ حالانکہ وہ زید کے نانا ہیں اور پھر زید فاروق کے بیٹے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ اس پر صبر کر لیں گے۔ اور اس طرح ان دونوں کو خوش کر دیا۔ امیر معاویہ کا قول تھا کہ میں خود کو اس سے بلند رکھتا ہوں کہ میرے عفو سے کوئی بڑا گناہ یا میرے حلم سے کوئی بڑی جہالت ہو یا کوئی ایسی شرمناک بات ہو جس کی میں پردہ داری نہ کر سکوں یا یہ میری بدی میری نیکی سے زیادہ ہو۔ امیر معاویہ نے عبدالرحمٰن ابن حکم کو نصیحت کی تھی کہ اے میرے بھتیجے تم کو شعر گوئی کا شوق ہے۔ مگر عورتوں کی تعریف و توصیف سے بچے رہنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی شریف عورت کو بدنام کرو۔ ہجو کرنے سے بچے رہنا تاکہ کسی کریم النفس شخص کو عیب ناک نہ کرو۔ اور کمینہ کو نہ بھڑکا دو۔ مدح سے بھی بچے رہنا کیونکہ وہ ایک بے شرم آدمی کی خوراک ہے۔ البتہ اپنی قوم کے مفاخر پر فخر کرو۔ ایسے امثال بیان کرو۔ جن سے خود تمھارے نفس کو بھی زینت ہو اور غیر کے لئے "تادیب ہو۔ عبداللہ ابن صالح کہتے ہیں کہ امیر معاویہ سے پوچھا گیا کہ کس شخص کو آپ سب سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ کہا کہ ایسے شخص کو جو لوگوں میں مجھے سب سے زیادہ عزیز و محبوب بنا دے۔ امیر معاویہ کا قول ہے کہ عقل و علم و حلم بہترین چیزیں ہیں جو خدا نے اپنے بندوں کو عطا کی ہیں چاہئے کہ جب وہ یاد دلایا جائے تو وہ یاد کر لے جب وہ دے یہ شکر کرے۔ وہ آزمائے تو یہ صبر کرے۔ غصہ آئے تو اسے کھا جائے۔ قادر ہو تو خطا بخش دے۔ اور جب کسی کو رنج پہنچائے تو معافی مانگ لے اور وعدہ کرے تو پورا بھی کرے"۔ عبداللہ ابن عمیر کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک شخص امیر معاویہ سے بہت سختی سے پیش آیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ کیا آپ اس سے نرمی سے پیش آئیں گے۔ کہنے

لگے کہ میں لوگوں کے اور ان کی زبانوں کے درمیان حائل نہیں ہوتا۔ جب تک کہ وہ ہمارے اور ہمارے ملک کے درمیان حائل نہ ہوں۔ محمد ابن عامر نے بیان کیا ہے کہ امیر معاویہ نے عبداللہ ابن جعفر کو گانے پر برا بھلا کہا۔ اس پر عبداللہ بدیح کو ساتھ لئے ہوئے امیر معاویہ کے پاس گئے۔ جو اس وقت ایک پاؤں پر دوسرا پاؤں رکھے ہوئے بیٹھے تھے عبداللہ نے بدیح سے گانے کے لئے کہا اور اس نے گانا شروع کیا۔ امیر معاویہ نے اپنے پاؤں کو حرکت دی۔ عبداللہ نے کہا کہ امیر المومنین کیا ہوا۔ معاویہ نے جواب دیا کہ کریم النفس آدمی طرب اندوز ہوتا ہے۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ میں نے معاویہ سے زیادہ کوئی شخص بادشاہت کے لائق نہیں دیکھا۔ لوگ ان کے پاس اس طرح آتے تھے جیسے کہ ایک وادی کشادہ میں وہ تنگ دل ضدی اور بخیل شخص کے جیسے نہ تھے (ابن عباس کی مراد ابن زبیر سے ہے کیونکہ وہ ان پر رنجیدہ تھے) صفوان ابن عمرو کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ عبدالملک معاویہ کی قبر پر سے گذرا اور وہاں کھڑے ہو کر دعائے مغفرت مانگنے لگا۔ ایک شخص نے پوچھا یہ قبر کس کی ہے۔ کہا کہ یہ اس شخص کی قبر ہے جو جہاں تک مجھے معلوم ہے علم سے بولتا اور حلم سے خاموش رہتا تھا۔ جب کبھی وہ انعام دیتا تو مالدار کر دیتا۔ جب جنگ کرتا تو فنا کر دیتا۔ زمانے نے اس کو وہ چیز جلد دے دی جو اس کے بعد دوسروں کو دیر سے دے گا۔ یہ ابو عبدالرحمٰن معاویہ کی قبر ہے۔

امیر معاویہ اسلام میں پہلے خلیفہ تھے جنھوں نے اپنے بیٹے کے لئے بیعت لی۔ وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے ڈاک کا سلسلہ قائم کیا۔ انھیں نے سب سے پہلے مرکب خوشبو کا نام "غالیہ" رکھا۔ پہلے پہل انھیں نے مسجدوں میں مقصورہ بنایا اور بعض راویوں کا بیان ہے کہ وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے بیٹھ کر خطبہ کہا۔

بیعت یزید کا بیان

کہتے ہیں کہ اس سال کے ماہ رجب میں یزید سے اس کے باپ کے بعد بیعت کی گئی۔ اس میں جو کچھ اختلاف ہے وہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ جس وقت عنان حکومت اس کے ہاتھ میں آئی۔ اس وقت مدینے میں ولید ابن عتبہ ابن ابی سفیان

مکے میں عمرو ابن سعید ابن العاص۔ بصرہ میں عبید اللہ ابن زیاد۔ اور کوفے میں نعمان ابن بشیر
حاکم تھے۔ یزید کے سامنے یہی ایک امر اہم تھا کہ جن لوگوں نے امیر معاویہ کے سامنے یزید
کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا تھا ان سے بیعت لی جائے۔ اس نے ولید کو ایک خط
لکھا جس میں امیر معاویہ کی وفات کی خبر دی۔ اور اس کے ساتھ ایک اور چھوٹا سا خط
لکھا جس میں تھا کہ "امابعد۔ حسینؓ۔ عبد اللہ ابن عمرؓ۔ اور ابن زبیر کو بیعت کے لیئے اس
طرح پکڑو کہ جب تک بیعت نہ کرلیں مطلق نہ چھوڑو۔ والسلام" جب ولید کو امیر معاویہ
کی خبر مرگ ملی تو اس پر یہ خبر بہت گراں گذری۔ اس نے مروان ابن الحکم کو بلایا
مروان ولید سے پہلے مدینے کا حاکم تھا۔ جب وہ حاکم بن کر آیا تو مروان اس کے
پاس گاہے ماہے آیا کرتا تھا اور وہ بھی بادل ناخواستہ۔ ولید نے اس کی یہ حرکت
دیکھ کر اپنے ہم نشینوں کی محفل میں اس کو گالیاں دیں۔ مروان نے یہ سن کر اس سے قطع تعلق
کر لیا۔ اور جب تک امیر معاویہ کی خبر مرگ نہ ملی ان کے تعلقات منقطع ہی رہے۔ آخر
جب ولید پر معاویہ کی موت اس قدر گراں گذری۔ اور مذکور الصدر حضرات سے جو
بیعت لینے کا حکم ہوا تھا اس کا بھی فکر دامن گیر ہوا تو اس نے مروان کو بلایا۔ اس نے
بھی امیر معاویہ کی موت کی خبر خط میں پڑھ کر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور انکے
لیئے دعائے رحمت کی۔ ولید نے اس سے مشورہ طلب کیا۔ کہ کیا کیا جائے۔ مروان
نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ ان سب حضرات کو اسی وقت بلوائیں اور بیعت
کرنے کا حکم دیں۔ اگر وہ بیعت کرلیں تو خیر آپ بھی قبول کرلیں۔ لیکن اگر وہ انکار کریں
تو قبل اس کے کہ ان کو امیر معاویہ کی وفات کی اطلاع ہو۔ ان کی گردنیں مار دیجیئے۔ کیونکہ اگر
ان کو امیر مرحوم کے انتقال کی خبر مل گئی تو ہر ایک شخص ان میں سے ایک ایک طرف چل پڑیگا۔
اور اظہار اختلاف کر کے اپنے لیئے لوگوں کو دعوت دے گا۔ ابن عمرؓ کو تو میں جانتا ہوں
کہ وہ جنگ و قتال نہیں کرنا چاہتے۔ اور نہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ وہ والی ہوں سوا اس کے
کہ یہ امر ان کو خود بخود دے دیا جائے۔ ولید نے ایک نوجوان شخص عبد اللہ ابن عمرو
ابن عثمان کو امام حسینؓ اور ابن زبیر کو بلانے کے لیئے بھیجا۔ اس نے ان دونوں کو مسجد
میں بیٹھا ہوا پایا۔ اور ایسے وقت میں وہاں پہنچا کہ جس وقت ولید عموماً مجلس عام قائم
نہیں کیا کرتا تھا۔ جوان نے ان دونوں سے کہا کہ اس وقت امیر کے پاس چلیئے۔ انھوں نے

نے کہا تم چلو ہم بھی آتے ہیں۔ ابن زبیر نے امام حسینؓ سے کہا کہ آپ کا کیا خیال ہے کہ ولید نے ہمیں ایسے وقت میں کیوں بلایا ہے۔ کہ جب وہ مجلس عام قائم نہیں کرتے؟" امام حسینؓ نے کہا کہ مجھے یہ گمان ہوتا ہے کہ انکا طاغیہ ہلاک ہو گیا ہے۔ اور ولید نے ہم کو اس لئے بلایا ہے کہ قبل اس کے کہ اُس کے ہلاک کی خبر لوگوں میں عام ہو وہ ہم سے بیعت لے لے ابن زبیر نے کہا کہ میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔ اب آپ کا کیا ارادہ ہے۔ آپ کیا کریں گے؟ امام حسینؓ نے فرمایا میں اپنے جوانوں کو اسی وقت جمع کرتا ہوں اور ان کو ہمراہ لے کر ولید کے مکان پر جاتا ہوں۔ ان کو باہر بٹھلا کر خود اندر چلا جاؤنگا۔ ابن زبیر کہنے لگے۔ کہ مجھے ولید کی طرف سے آپ کے لئے خوف معلوم ہوتا ہے۔ اور خصوصاً جب آپ اندر چلے جائینگے۔ فرمایا کہ میں ان کے پاس یہی سمجھ کر جا رہا ہوں کہ ان کے امتناع پر قادر ہوں۔ یہ کہہ کر امام حسینؓ اُٹھے، اور اپنے اصحاب اور اہل بیت کو جمع کر کے ولید کے دروازے پر آئے اور اپنے ہمراہیوں سے کہا۔ میں اندر جاتا ہوں۔ اگر میں تم کو بلاؤں یا تم سنو کہ میری آواز بلند ہے تو تم سب کے سب اندر چلے آنا۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو جب تک میں باہر نہ آؤں یہاں سے نہ سرکنا۔ یہ کہہ کر اندر داخل ہوئے اور سلام کیا۔ مروان اس وقت ولید کے پاس بیٹھا تھا۔ امام حسینؓ نے کہا کہ اتفاق نفاق سے اور صلح فساد سے بہتر ہے۔ اب وہ وقت آگیا ہے کہ تم دونوں ایک جگہ جمع ہوں خدا تمہارے تعلقات کی اصلاح کرے۔ یہ کہہ کر وہ بیٹھ گئے۔ ولید نے ان کو یزید کا خط پڑھ کر سنایا اور امیر معاویہ کے انتقال کی خبر دے کر۔ ان کو بیعت کے لئے کہا۔ امام حسینؓ نے امیر معاویہ کی خبر موت سن کر۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور دعائے رحم کر کے کہا کہ بیعت کے متعلق مجھے یہ کہنا ہے کہ مجھ جیسا آدمی اس طرح خفیہ طور پر بیعت نہیں کیا کرتا۔ اور نہ مجھے خفیہ طور پر پاداش عمل دی جا سکتی ہے۔ اگر آپ باہر نکل کر لوگوں کے پاس جائیں اور ان کو اور ہم کو ساتھ بیعت کی دعوت دیں تو یہ امر بالکل ایک سا ہوگا۔ ولید (جو امن و عافیت کا دلدادہ تھا) نے ان سے کہا کہ اچھا آپ تشریف لے جائیں۔ یہ سن کر مروان ولید سے کہنے لگا۔ کہ اگر یہ اس وقت آپ کے پاس سے چلے گئے اور بیعت نہ کی تو آپ ان پر قادر ہونے کے لئے کبھی ایسا وقت نہ پائینگے۔ تاوقتیکہ آپ اور ان کے درمیان بہت سے آدمی قتل نہ ہو لیں۔ ان کو قید کر دیجئے۔ اور اگر یہ بیعت کر لیں تو خیر ورنہ ان کو قتل کر دیجئے۔ امام حسینؓ یہ سن کر یک بارگی کھڑے ہو گئے۔ اور کہا کہ او گربہ چشم

عورت کے بچے! تو مجھے قتل کرے گا کہ وہ ؟ بخدا تو جھوٹا اور بد بخت ہے" پھر وہ وہاں سے روانہ ہو کر اپنے مکان کو چلے گئے۔ مروان نے ولید سے کہا کہ آپ نے میری بات نہ مانی۔ خدا کی قسم آپ کو ان پر قبضہ کرنے کا اس سے بہتر ابد تک کوئی وقت نہ ملے گا۔ ولید نے جواب دیا خیر آپ اپنے قافلے کو بچائیے۔ خدا کی قسم مجھے یہ خواہش نہیں ہے کہ دنیا کے تمام مال ومتاع اور اس کے ملک و دولت پر جس پر آفتاب غروب و طلوع ہوتا ہے میں ہی قابض ہو جاؤں۔ میں نہیں چاہتا کہ (امام) حسینؓ کو صرف اس وجہ سے قتل کر دوں کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ میں بیعت نہیں کرتا۔ بخدا کہ میں سمجھتا ہوں کہ قیامت کے دن خدائے تعالےٰ کے سامنے حسینؓ کے خون کے باب میں جس شخص کا محاسبہ کیا جائیگا وہ خفیف المیزان ہوگا۔ مروان نے کہا کہ ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔ اصلیت یہ ہے کہ مروان نے کہنے کو تو یہ فقرہ کہہ دیا مگر دل میں وہ ولید کی رائے کو پسند نہ کرتا تھا۔

ادھر ابن زبیر کا یہ ہوا کہ انھوں نے وعدہ کیا کہ میں ابھی آتا ہوں۔ مگر اپنے مکان کو جا کر وہاں چھپکر بیٹھ گئے۔ ولید نے ان کی طلب کے لیئے آدمی بھیجا۔ جس نے اُسے اس حالت میں پایا کہ انھوں نے اپنے اصحاب کو جمع کر رکھا تھا۔ اور اپنے آپ کو محفوظ و مصئون کیئے بیٹھے تھے۔ ولید نے ان پر حاضری کے لیئے اصرار کرنا شروع کیا اور وہ یہی کہتے رہے کہ مجھے مہلت دو۔ اس پر ولید نے اپنے موالی کو ان کے پاس بھیجا انھوں نے ان کو گالیاں دیں اور کہا کہ اے کاہلیہ کے بیٹے۔ ہم تجھ کو ضرور امیر کے پاس لے جائیں گے ورنہ تجھے قتل کر دینگے۔ ابن زبیر نے کہا کہ خدا کی قسم مجھے سخت اصرار کی وجہ سے شبہ ہو گیا ہے۔ تم لوگ جلدی نہ کرو۔ ذرا مجھے کسی کو بھیج کر امیر سے رائے معلوم کر لینے دو۔ چنانچہ ابن زبیر نے اپنے بھائی جعفر ابن زبیر کو ولید کے پاس روانہ کیا۔ جنھوں نے وہاں پہنچ کر ولید سے کہا کہ خدا آپ پر رحم کرے آپ عبداللہ کی ایذا دہی سے باز آجائیے۔ آپ نے ان کو گھبرا اور ڈرا دیا ہے۔ انشاء اللہ وہ کل آپ کے پاس ضرور حاضر ہو جائینگے۔ لہٰذا آپ اپنے قاصدوں کو حکم دیجئے کہ وہاں سے چلے آئیں۔ چنانچہ ولید نے قاصدوں کو وہاں سے واپس آجانے کا حکم دے دیا۔ اور وہ وہاں سے ہٹ آئے۔ ابن زبیر اسی رات چل پڑے۔ اور وہ اور ان کے بھائی جعفر دونوں مقام فرع کی طرف روانہ ہوئے۔ انکے ساتھ اور کوئی تیسرا نہ تھا۔ پھر انھوں نے مکے کا راستہ لیا۔ ولید نے آدمیوں کو ان کی

تلاش میں روانہ کیا۔ مگر وہ ان کو نہ پا سکے اور واپس آ گئے۔ اور اس تمام رات امام حسینؓ کے خیال کو بھلا کر انہی دونوں کی تلاش و تفتیش میں سرگرداں رہے۔ پھر ولید نے امام حسینؓ کی طرف آدمی بھیجا۔ امام ممدوح نے ان سے کہا کہ اچھا صبح ہونے دو پھر تم بھی دیکھنا اور ہم بھی دیکھیں گے کہ کیا ہوتا ہے۔ چونکہ وہ لوگ ان کے حال پر رحم کرتے تھے اس لیئے انھوں نے ان سے کچھ تعرض نہ کیا۔ امام حسینؓ اسی رات کو (اس سے ایک رات قبل ابن زبیر روانہ ہو چکے تھے) اپنے بیٹوں۔ بھتیجوں۔ اور تمام اہل بیت کو ہمراہ لے کر چل کھڑے ہوئے۔ البتہ محمد ابن الحنفیہ ان کے ساتھ نہیں گئے۔ انھوں نے یہ کہا کہ بھائی تم سے زیادہ مجھے اور کوئی پیارا نہیں ہے۔ تم سے زیادہ میں کسی کو عزیز نہیں رکھتا اور نہ میں تمام خلق خدا میں کسی کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ تم سے زیادہ اس کی خیر خواہی کروں۔ تم سے جہاں تک ہو سکے ضرور یزید کی بیعت سے اور دیار و امصار سے الگ رہو۔ لوگوں کے پاس اپنے قاصد بھیج بھیج کر ان کو اپنے لیئے دعوت دو۔ اگر وہ تم سے بیعت کر لیں تو اس پر خدا کا شکر کرو۔ اور اگر وہ تمہارے سوا کسی اور پر اجتماع کریں تو اس سے نہ تمہارے دین یا تمہاری عقل میں کچھ نقص لازم آتا ہے اور نہ تمہاری مروت و فضیلت میں کچھ فرق پڑتا ہے۔ مجھے یہ خوف ہے کہ تم ایک شہر اور جماعت کے پاس جاؤ گے وہ تمہارے بارے میں اختلاف کریں گے یعنی ان میں سے ایک گروہ تمہارے ساتھ ہو گا اور ایک تمہارے خلاف۔ ہوتے ہوتے ان میں جنگ و جدل کی نوبت پہنچیگی۔ اور تم سب سے پہلے نیزے کے آماج گاہ بنو گے۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ اس امت کے لوگ کیا بلحاظ نفس اور کیا بلحاظ مادر و پدر کسی ایسے شخص کا انتخاب کر سکینگے جو سب سے زیادہ خوں ریز اور بلحاظ خاندان سب سے زیادہ ذلیل ہو گا۔ امام حسینؓ نے پوچھا کہ پھر تمہیں بتاؤ کہ میں کہاں جاؤں۔ کہا کہ تم مکے جاؤ۔ اگر تم کو وہاں گھر میں اطمینان حاصل ہو تو اسی سے کوئی نہ کوئی سبیل پیدا ہو جائیگی۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر ریت کے میدانوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں اور ایک شہر سے دوسرے شہر میں پھرتے رہنا اور یہ دیکھتے رہنا کہ لوگوں کا کیا حال ہے کیا رنگ بدلتا ہے۔ تاآنکہ تمہارے باب میں لوگوں کی رائیں متفرق ہو جائیں کیونکہ درستی رائے کی بہترین صورت اور عزم عمل کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ امور کی آئندہ صورت کا مقابلہ کرنے کی ہمت پیدا کرو۔ ورنہ امور کی گزشتہ شکلوں کے دیکھنے اور

ان پر رائے قائم کرنے سے کبھی وہ بہترین صورت میں نمودار نہیں ہوا کرتے۔ امام حسین رض
بولے کہ بھائی تم نے خیر خواہی اور شفقت سے کام لیا ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ انشاءاللہ
تمھاری رائے عمدہ اور موافق ثابت ہوگی۔ یہ کہکر وہ یزید ابن مفرغ کے یہ اشعار بطور
تمثیل پڑھتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے۔ (ترجمہ)

"مجھ سے ظلم اور ذلت سے سلوک کیا جائے اور موت بھی تاک میں ہو۔
اُس وقت معرکے سے اگر میں سرک جاؤں تو یزید اپنا نام نہ رکھوں اور صبح کو
شفق کے وقت لشکر کشی سے اور اونٹوں کے چونکانے سے محروم رہوں" ؛

جب امام حسین رض مکے کی طرف روانہ ہونے لگے تو انھوں نے قرآن شریف
کی آیت فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ (وغیرہ) پڑھی اور جب مکے میں داخل ہوئے
تو آیت لَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ پڑھی۔ ؛

ولید نے ابن عمر رض کے پاس پیام بھیجا کہ وہ بیعت کرلیں۔ انھوں نے کہا کہ جب
لوگ بیعت کرلیں گے تو میں بھی کرلونگا۔ اس پر ان کو چھوڑ دیا گیا کیونکہ وہ لوگ
ان سے خائف نہ تھے۔ کہتے ہیں کہ وہ اور ابن عباس رض مکے میں تھے اور وہاں سے مدینے کو واپس
آرہے تھے۔ کہ راستے میں۔ امام حسین رض اور ابن زبیر ملے۔ ان دونوں نے ان دونوں سے دریافت
کیا کہ کیا خبر ہے؟ کہا کہ معاویہ کی موت اور یزید کی بیعت! ابن عمر رض نے کہا دیکھو مسلمانوں
کی جماعت میں تفرقہ مت ڈالو۔ غرض کہ وہ اور ابن عباس رض مدینے پہنچ گئے۔ اور
جب سب لوگ بیعت کرچکے تو انھوں نے بیعت کرلی۔ ؛

ابن زبیر مکے گئے۔ ان دنوں عمرو ابن سعید وہاں کا حاکم تھا۔ مکے میں داخل
ہونے پر ابن زبیر نے کہا کہ میں بیت اللہ شریف میں پناہ گزیں ہونگا۔ چنانچہ نہ وہ
ان سب کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے اور نہ ان کے ساتھ مناسک حج بجالاتے تھے
بلکہ وہ اور ان کے اصحاب ایک گوشہ میں رہتے تھے۔ ؛

مدینے سے ولید کی معزولی اور عمرو ابن سعید کی ولایت کا بیان

اس سال ولید ابن عتبہ مدینے سے معزول ہوا اور اسکی جگہ عمرو ابن سعید الاشدق
مقرر ہوا۔ جو رمضان کے مہینے میں وہاں پہنچا اور اہل مدینہ اس سے ملے۔ وہ نہایت متکبر آدمی

تھا۔اس نے اپنے شرطہ پر عمرو ابن زبیر کو مقرر کیا۔کیونکہ اس کو معلوم تھا کہ عمرو اور اس کے بھائی عبداللہ میں عداوت ہے۔عمرو ابن زبیر نے مدینے کے چند آدمیوں کو بلایا اور چونکہ وہ سب عبداللہ کے طرفدار تھے اس لئے ان سب کو سخت زدوکوب کی۔ ان میں خود اس کے بھائی منذر ابن زبیر اور اس کے بیٹے محمد ابن منذر ابن زبیر۔عبدالرحمن ابن اسود ابن عبد یغوث۔عثمان ابن عبداللہ ابن حکیم ابن حزام۔اور محمد ابن عمار ابن یاسر وغیرہ شامل تھے۔عمرو نے ان کو چالیس چالیس بلکہ پچاس ساٹھ دروں تک کی سزائیں دیں۔

عمرو ابن سعید نے عمرو ابن زبیر سے مشورہ طلب کیا۔کہ ان کے بھائی (عبداللہ ابن زبیر) کی طرف کس کو روانہ کیا جائے۔عمرو نے کہا اس کے ساتھ سختی سے پیش آنیوالا مجھ سے زیادہ کوئی شخص نہ ہوگا۔عمرو بن سعید نے عمرو بن زبیر کے ہمراہ ایک لشکر مرتب کیا۔ ان ہی میں انیس ابن عمرو الاسلمی بھی سات سو آدمیوں کو لئے ہوئے ساتھ تھا۔مروان ابن الحکم عمرو ابن سعید کے پاس گئے۔اور کہا کہ مکے میں جنگ نہ کرو خدا کا خوف کرو۔خانہ خدا کی بے حرمتی نہ کرو ابن زبیر کو یونہی رہنے دو۔اب وہ بوڑھے ہو گئے ہیں۔ساٹھ برس کی ان کی عمر ہے۔اور طبیعت ضدی ہو گئی ہے۔عمرو ابن زبیر بولے کہ خدا کی قسم ہم دشمنوں کے علی الرغم اس سے خانہ کعبہ کے جوف میں لڑیں گے۔ابو شریح الخزاعی نے بھی عمرو سے آکر کہا کہ مکے میں لڑائی نہ کرو۔کیونکہ میں نے رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ مجھے اس میں دن کے ایک وقت لڑنے کی اجازت ہوئی تھی۔مگر روز گزشتہ کی طرح پھر اسکی حرمت قائم ہو گئی۔عمرو نے کہا کہ اے شیخ ہم خانۂ کعبہ کی حرمت سے تم سے زیادہ واقف ہیں۔القصہ انیس ان کے آگے آگے روانہ ہوا۔

کہتے ہیں کہ یزید نے عمرو ابن سعید کو لکھا تھا کہ عمرو ابن زبیر کو اس کے بھائی عبداللہ کے مقابلے کے لئے روانہ کیا جائے۔چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔اور عمرو ابن زبیر کو تقریباً دو ہزار آدمی دے کر روانہ کر دیا۔انیس ذی طویٰ کے مقام پر اترا اور عمرو الابطح میں۔عمرو نے اپنے بھائی کے پاس پیغام بھیجا کہ تم یزید کی قسم کو پورا کرو (کیونکہ یزید نے قسم کھائی تھی کہ میں ابن زبیر کی بیعت اس وقت تک قبول نہ کرونگا جب تک کہ وہ میرے سامنے طوق پہنکر حاضر نہ ہوگا تم چلے آؤ میں تمہاری گردن میں چاندی کا طوق پہنا دونگا جو چھپا ہوا ہوگا۔لوگوں کو آپس میں مت لڑاؤ کیونکہ تم بلد الحرام میں ہو عبداللہ ابن زبیر نے عبداللہ ابن صفوان

کو انیس کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ اور اہل مکہ میں سے جس قدر آدمی ان کے گرد جمع ہو گئے تھے سب کو عبداللہ کے ہمراہ کر دیا۔ ابن صفوان نے انیس کو ذی طوی میں شکست دی۔ ان کے مجروحین کی تجہیز و تکفین کی۔ اور انیس ابن عمرو کو قتل کر دیا۔ اُدھر مصعب ابن عبدالرحمٰن نے عمرو ابن زبیر پر حملہ کیا۔ عمرو لوگوں سے جدا ہو کر ابن علقمہ کے مکان میں داخل ہو گئے۔ مگر بعد میں ان کے بھائی عبیدہ نے ان کو آکر پناہ دی۔ عبداللہ آئے تو عبیدہ نے ان سے کہا کہ میں نے عمرو کو پناہ دے دی ہے۔ انھوں نے کہا کہ کیا تم لوگوں کے حقوق پر ظلم کرتے ہو۔ یہ بات ہرگز مناسب نہیں۔ اور نہ میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ اس فاسق کو پناہ دو۔ جس نے خدائے تعالےٰ کے حُرمات کو حلال و جائز کر دیا ہے۔ پھر انھوں نے عمرو سے ان سب لوگوں کے خون کا بدلہ طلب کیا جن کو انھوں نے زدو کوب کی تھی۔ مگر منذر اور ان کے بیٹے کے لیئے طلب نہ کیا۔ کیونکہ انھوں نے بدلہ لینے سے انکار کیا۔ چنانچہ دڑے کھاتے کھاتے ہی انکا انتقال ہو گیا۔

اہل کوفہ کے امام حسینؓ کو اپنے ہاں بلانے کے لئے خط لکھنے اور مسلم ابن عقیلؓ کے قتل کا بیان

جب امام حسینؓ مدینے سے مکے کو جانے لیئے روانہ ہوئے تو راستے میں عبداللہ ابن مطیع ملے۔ انھوں نے کہا کہ میں آپ پر قربان جاؤں آپ کہاں جا رہے ہیں۔ کہا کہ فی الحال تو میں مکے جا رہا ہوں۔ اس کے بعد میں خدائے تعالےٰ سے استخارہ کرونگا۔ کہ میں کہاں جاؤں۔ عبداللہ نے کہا کہ خدا آپ کا بھلا کرے اور ہم کو آپ پر قربان کرے۔ جب آپ مکے پہنچ جائیں تو کوفے کے قریب بھی نہ جائیگا۔ کیونکہ وہ ایک منحوس شہر ہے جہاں آپ کے والد شہید ہوئے۔ اور آپ کے بھائی بے یار و مددگار چھوڑ دیئے گئے۔ اور ایک نیزے کی ضرب سے قریب تھا کہ وہ جاں بحق تسلیم ہوتے۔ آپ حرم ہی میں رہیئے۔ آپ عرب کے سردار ہیں۔ اہل حجاز آپ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے۔ لوگ آپ کے پاس ہر طرف سے جمع ہو جائنگے۔ آپ حرم سے جدا نہ ہوں۔ میرے عم و خال آپ پر فدا ہوں۔ خدا کی قسم اگر آپ ہلاک ہو گئے تو آپ کے بعد ہم لوگ غلام بنا لیئے جائینگے۔ غرضکہ امام حسینؓ چلتے چلتے مکے پہنچے۔ وہاں کے باشندے ان کے پاس آنے جانے لگے۔ اور وہاں کے زائرین اور دوسرے مقامات کے لوگ جو وہاں تھے وہ بھی

آتے تھے۔ ابن زبیر بھی وہیں کعبے میں تھے اور دن بھر نماز پڑھتے اور طواف کرتے رہتے تھے۔ اور کبھی کبھی لوگوں کے ساتھ امام حسینؓ کے پاس آجایا کرتے تھے۔ اور ہمیشہ ان کو خلاف رائے دیا کرتے تھے۔ کیونکہ مخلوق خدا میں وہی ابن زبیر کے لئے بہت بڑے سد راہ تھے۔ وجہ یہ تھی کہ جب تک امام حسینؓ اس شہر میں مقیم رہتے وہاں کے لوگوں کا ابن زبیر سے بیعت کرنا ناممکن تھا۔

جب اہل کوفہ کو امیر معاویہ کے انتقال اور حضرات امام حسینؓ۔ ابن عمرؓ۔ اور ابن زبیر کے بیعت سے انکار کرنے کی خبر ملی۔ تو انھوں نے یزید کے معاملے میں غور کرنا شروع کیا۔ شیعہ سلیمان ابن صرد الخزاعی کے مکان میں جمع ہوئے وہاں امام حسینؓ کے نکل جانے کا ذکر کیا۔ اور کئی آدمیوں کی جانب سے جن میں سلیمان ابن صرد۔ مسیب ابن نجبہ اور رفاعہ ابن شداد اور حبیب ابن مظاہر وغیرہ شامل تھے۔ امام حسینؓ کو یہ خط لکھ کر بھیجا۔:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم:۔ سلامٌ علیک۔ ہم آپ کے سامنے اس خدا کی حمد بجالاتے ہیں جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ اَمَّا بعد۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے آپ کے اس ظالم و سرکش دشمن کو ہلاک کر دیا۔ جس نے اس امت پر جست کی۔ اس کے امور کو ظلم و جبر سے چھین لیا۔ اس کی آمدنی غصب کر لی۔ اور بغیر اس کی رضامندی کے خود بخود اس پر امیر بن بیٹھا۔ پھر اس کے افراد نیک کو قتل کیا اور اشرار کو زندہ رکھا۔ وہ ہمارا امام نہیں ہے۔ آپ تشریف لائیے۔ ممکن ہے کہ خدائے تعالیٰ ہم کو آپ کے ذریعے حق پر جمع کر دے۔ نعمان ابن بشیر قصر امارت میں رہتا ہے۔ ہم نہ جمعے میں اس کے ساتھ شریک ہوتے ہیں اور نہ عید میں۔ اگر ہم کو معلوم ہو جائے کہ آپ ہماری طرف تشریف لا رہے ہیں۔ تو انشاء اللہ ہم اسے یہاں سے نکال کر اور شام پہنچا کر چھوڑینگے۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ برکاتہ

یہ خط انھوں نے عبید اللہ ابن سبع الہمدانی اور عبید اللہ ابن وال کے ہاتھ روانہ کیا۔ پھر ایک خط اور لکھا جس کو دو دن بعد روانہ کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ لوگوں نے تقریباً ڈیڑھ سو خطوط اور لکھے۔ اور پھر ایک تیسرا قاصد بھیج کر ان کو اپنے ہاں آنے کی تاکید کی۔ بعد ازاں شبث ابن الربعی۔ حجار ابن ابجر یزید ابن حارث۔ یزید ابن رویم۔

عروۃ ابن قیس - عمرو ابن حجاج الزبیدی - اور محمدؐ ابن عمیر التیمی نے بھی اسی مضمون کے خطوط لکھے - جب امام حسینؓ کے پاس تمام خطوط جمع ہو گئے تو انھوں نے ان لوگوں کو یہ جواب لکھا - :

امّا بعد - آپ لوگوں نے جو کچھ واقعات وقصص بیان کیئے ہیں ان کو میں سمجھ گیا ہوں - اور آپ کے پاس اپنے بھائی اور برادر عمزاد مسلم بن عقیل کو بھیج رہا ہوں - جو میرے اہل بیت میں بہت معتبر ہیں - جن کو میں نے حکم دیا ہے کہ تمہارے حال اور امر ورائے سے مجھ کو تحریراً اطلاع دیں - اگر انہوں نے مجھ کو یہ لکھا کہ آپ لوگوں کی جمعیت اور آپ کے عقلاء نے اسی رائے پر اجتماع کیا ہے - جس کو آپ کے قاصدوں نے مجھ سے آکر بیان کیا ہے - تو میں انشاء اللہ عنقریب آپ کے پاس آجاؤنگا - مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ امام صرف وہی شخص ہو سکتا ہے جو کتاب اللہ کا عامل ہو - عدل قائم کرنے والا ہو - اور دین حق پر کاربند ہو - والسلام "

چند شیعہ حضرات بصرے میں بنو عبدالقیس کی ایک عورت مسماۃ ماریہ ابن سعد کے ہاں جمع ہوے - وہ شیعہ ہونے کا دعوئے کرتی تھی - اور اس کا گھر ان لوگوں کے لیئے نشست گاہ بنا ہوا تھا - جس میں وہ آپس میں مل کر گفتگو وغیرہ کیا کرتے تھے - یزید ابن بنیط نے امام حسینؓ کے پاس جانے کا عزم کیا - وہ بنو عبدالقیس میں سے تھا - اور اس کے دس بیٹے تھے - اس نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ تم میں سے کون میرے ساتھ چلے گا؟ اس پر اسکی دو بیٹے عبداللہ اور عبیداللہ نے اس کا ساتھ دیا - اور وہ سب وہاں سے روانہ ہو گئے - امام حسینؓ کے پاس مکے پہنچے - پھر ان کے ساتھ روانہ ہوے - اور ان کے ساتھ ہی شہید ہوئے -

امام حسینؓ نے مسلم ابن عقیل کو بلا کر کوفے روانہ کیا اور ان کو خدا سے ڈرنے امر کو پوشیدہ رکھنے اور لطف وکرم کی نصیحت کی اور کہا کہ اگر لوگ متفق طور پر ان کے طرفدار رہوں تو وہ جلد ان کو اطلاع دے دیں - چنانچہ وہ مدینے پہنچے - مسجد نبوی میں نماز ادا کر گے اپنے اہل وعیال کو خدا حافظ کہا اور بنو قیس میں سے دو رہبروں کو اجرت پر ہمراہ لیا - جو ان کے ساتھ روانہ ہوے مگر راستہ بھول گئے - اور دونوں پیاس کی تکلیف سے مر گئے - اور مسلم سے کہہ گئے کہ پانی کا راستہ یہ ہے - مسلم نے امام حسینؓ کو لکھا کہ "میں نے مدینے جا کر دو رہبر لیئے - مگر وہ راستہ بھول گئے - اور ان پر پیاس کا اس

اس قدر غلبہ ہوا کہ دونوں مر گئے۔ ہم لوگ چلتے چلتے پانی تک پہنچے۔ اور رمق بھر جان تھی کہ زندہ بچ گئے۔ یہ پانی بطن خبیت کے منیق نام ایک مقام میں تھا۔ میں اسے شگون بد سمجھتا ہوں۔ اگر آپ کی رائے ہو تو مجھے معاف فرماویں اور میرے سوا کسی اور کو روانہ فرمادیں"۔ امام حسینؓ نے یہ جواب لکھا کہ "مجھے خوف ہے کہ تم نے صرف بزدلی کی وجہ سے یہ خط مجھ کو لکھا ہے۔ جدھر جانا ہے ادھر چلے جاؤ۔ والسلام"۔ بنابریں مسلم روانہ ہوئے اور کوفے پہنچ کر مختار (اور یہ روایت بھی ہے کہ کسی اور) کے ہاں ٹھیرے۔ شیعہ لوگ ان کے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔ اور جب کبھی مسلم ان کو حضرت امام حسینؓ کا خط پڑھ کر سناتے تو وہ لوگ رونے اور قتال و نصرت کو اپنے ہی میں سمجھنے لگتے۔ شیعوں نے وہاں اس قدر آنا جانا شروع کیا کہ اس مکان کا ذکر پھیلنے لگا۔ اور رفتہ رفتہ نعمان ابن بشیر عامل کوفہ تک خبر پہنچی۔ انھوں نے منبر پر کھڑے ہو کر تقریر کی اور کہا کہ فتنہ و فساد اور فرقہ بندی میں جلدی نہ کرو۔ کیونکہ ان ہی دو باتوں سے آدمی ہلاک ہوتے ہیں۔ خون بہائے جاتے ہیں۔ اور اموال غصب ہوتے ہیں"۔ نعمان ابن بشیر حلیم الطبع اور دیندار آدمی تھے۔ اور امن و امان کو پسند کرتے تھے۔ پھر انھوں نے کہا کہ جو شخص مجھ سے نہ لڑے میں اس سے نہیں لڑتا۔ اور جو مجھ پر حملہ نہ کرے میں بھی اس پر حملہ نہیں کرتا۔ میں تمہارے سونے والے کو بیدار نہیں کرتا۔ میں تم پر سختی نہیں کرتا۔ اور بے جا خیال۔ بدگمانی اور تہمت سے تمہارا مواخذہ نہیں کرتا۔ لیکن اگر تم نے مقابلہ کیا۔ بیعت کو فسخ کر دیا۔ اور اپنے امام کی مخالفت کی تو قسم ہے اُسی خدا کی جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں کہ جب تک میرے ہاتھ میں تلوار کا قبضہ رہے گا میں تم کو تلوار ہی سے مارونگا۔ اور یاد رکھو کہ میرے خلاف تم کو کوئی یار و مددگار نہ ملے گا۔ مگر مجھے امید ہے کہ تم میں بہ نسبت اُن کے جن کو امر باطل ہلاکت کی طرف لے جا رہا ہے حق شناس آدمی زیادہ موجود ہیں۔ عبداللہ ابن مسلم ابن سعید الحضرمی نے جو بنوامیہ کا حلیف تھا کھڑے ہو کر کہا کہ آپ جو کچھ دیکھ رہے ہیں اُسے سوائے ظلم و ستم کے اور کوئی چیز درست نہیں کر سکتی۔ آپ کی یہ رائے جس کو آپ بیان کر رہے ہیں کمزوروں کی رائے ہے۔ نعمان نے جواب دیا کہ یہ بات کہ میں خدائے تعالٰی کی طاعت میں ذلیل ہو جاؤں مجھے پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ میں

خدائے تعالیٰ کی معصیت میں ارباب عزت وغلبہ میں سے بنوں۔ اور یہ کہکر وہ نیچے اتر آئے۔ عبداللہ ابن مسلم نے یزید کو مسلم ابن عقیل کے آنے کی خبر لکھ بھیجی۔ اور لکھا کہ اگر آپ کو کوفے کی ضرورت ہو تو وہاں کسی قوی آدمی کو بھیجئے۔ جو آپ کے امر کو جاری رکھے اور آپ کے دشمن کے بارے میں آپ ہی کی طرح عمل کرے کیونکہ نعمان یا تو ضعیف آدمی ہیں اور یا یہ کہ وہ بہ تکلف ضعیف بنتے ہیں۔ عبداللہ ابن مسلم سب سے پہلا شخص تھا جس نے یزید کو یہ لکھا۔ اس کے بعد عمارہ ابن ولید ابن عقبہ اور عمرو ابن سعد ابن ابی وقاص نے بھی اسی مضمون کے خطوط لکھے۔ جب یزید کے پاس یہ سب خط جمع ہو گئے تو اس نے امیر معاویہ کے مولیٰ سرجون کو بلایا۔ اس کو تمام خطوط پڑھ کر سنائے اور مشورہ طلب کیا کہ کوفے پر کون شخص والی مقرر کیا جائے۔ یزید عبیداللہ ابن زیاد سے ناراض تھا۔ سرجون نے اس سے کہا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ اگر امیر معاویہ پھر زندہ ہو جائیں تو آپ ان کی رائے پر عمل کرتے؟ کہا ہاں۔ یہ سن کر سرجون نے عبیداللہ ابن زیاد کے والی کوفہ بنائے جانے کا عہد نکال کر پیش کیا اور کہا کہ امیر معاویہ کی یہی رائے تھی۔ ان کا انتقال ہو گیا۔ انھوں نے پہلے ہی اس تحریری حکم کے نافذ کرنے کا حکم دیدیا تھا۔ یزید نے اس رائے پر عمل کرکے کوفے اور بصرے کو عبیداللہ کے ماتحت جمع کر دیا۔ اور اپنا یہ حکم لکھ کر مسلم ابن عمرو الباہلی (والد قتیبہ) کے ہمراہ عبیداللہ کے پاس بھیج دیا۔ اور اس کو مسلم ابن عقیل کو گرفتار کرکے قتل یا ملک بدر کر دینے کا حکم دیا۔ جب عبیداللہ کے پاس یزید کا خط پہنچ گیا تو اس نے تیاری کا حکم دیا تاکہ دوسرے دن ہی روانہ ہو سکے۔ ؎

امام حسینؓ نے اہل بصرہ کے تمام شرفاء وکبار کو ایک ہی مضمون کا خط لکھا تھا چنانچہ انھوں نے مالک ابن مسمع البکری۔ احنف ابن قیس۔ منذر ابن جارود۔ مسعود ابن عمرو۔ قیس ابن ھیثم۔ اور عمرو ابن عبیداللہ ابن معمر کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی طرف دعوت دی اور لکھا کہ "سنت مرگئی ہے اور بدعت زندہ ہو گئی ہے"۔ سوائے منذر ابن جارود کے سب نے ان کا یہ خط چھپا لیا۔ کیونکہ منذر ڈرا کہ کہیں یہ قاصد ابن زیاد کا جاسوس نہ ہو۔ اس لئے وہ قاصد اور خط دونوں کو لے کر ابن زیاد کے پاس پہنچے۔ ابن زیاد نے قاصد کی گردن ماردی اور لوگوں کے سامنے

یہ تقریر کی:۔ "امّا بعد۔ قسم بخدا میری طبیعت کو سختی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اور میں معمولی بے حقیقت چیزوں سے نہیں ڈرا کرتا۔ جو مجھ سے دشمنی کرتا ہے میں اس کے لئے عذاب وعقوبت ہوتا ہوں۔ اور جو مجھ سے جنگ کرتا ہے اس کے لئے امن وصلاح۔ مگر لات کا آدمی بات سے نہیں مانتا۔ اے اہل بصرہ! امیر المومنین نے مجھے والی کوفہ بنا دیا ہے میں کل صبح کو وہاں روانہ ہو جاؤں گا۔ اور اپنے بھائی عثمان ابن زیاد کو یہاں اپنی جگہ مقرر کر جاؤں گا۔ خبردار۔ آپس میں خلاف مت کرنا اور فتنہ و فساد کی بے سروپا خبریں مت اڑانا۔ خدا کی قسم اگر تم میں سے کسی کے متعلق میں نے خلاف کی بات سنی تو میں نہ صرف اس کو بلکہ اس کے شناساؤں اور دوستوں کو بھی قتل کردونگا۔ جب تک کہ تم میں کوئی مخالف یا آزار رساں شخص باقی رہے گا۔ میں برابر قریب ترین کو دورترین کے بدلے پکڑونگا۔ تاآنکہ تم سیدھے ہو جاؤ۔ ہاں میں زیاد کا بیٹا ہوں۔ میں ٹھیک اپنے باپ کا مشابہ ہوں اور اس مشابہت میں مجھ سے میرے ماموں یا ابن عم کی مشابہت نے کوئی جھگڑا نہیں کیا ہے۔

الغرض عبید اللہ ابن زیاد مسلم ابن عمرو الباہلی۔ شریک ابن اعور السحارثی اور اپنے حشم واہل بیت کو لیکر کوفے روانہ ہوا۔ یہ شریک شیعہ تھا۔ کہتے ہیں کہ ابن زیاد کے ہمراہ پانچ سو آدمی تھے ان میں سے بہت سے اس سے جدا ہو گئے تھے چنانچہ سب سے پہلے شریک علیحدہ ہوا۔ ان لوگوں کو یہ اُمید تھی کہ ابن زیاد ان کے انتظار میں خود ٹھہر جائے گا۔ اور اس سے پہلے امام حسینؓ کوفے پہنچ جائیں گے لیکن اس نے کسی کا انتظار نہیں کیا اور تنہا کوفے میں پہنچ گیا۔ ابن زیاد شہر کے مختلف مجالس میں آنے جانے لگا۔ اور سب کو یقین تھا کہ یہ حسینؓ ہی ہیں۔ اور اسی وجہ سے وہ سب ان کو "مرحبا بک یا ابن رسول اللہ" کہہ کر سلام کیا کرتے تھے۔ مگر وہ ان سے کلام نہیں کرتا تھا۔ لوگ اپنے اپنے گھروں سے آکر اس سے ملتے تھے۔ مگر اسے ناگوار ہوتا تھا۔ جب نعمان نے سنا تو انھوں نے اپنا دروازہ بند کر لیا۔ اور ان کو شک نہ تھا کہ وہ امام حسینؓ ہی ہیں۔ عبید اللہ ابن زیاد ان سے ملنے کے لئے گیا۔ اور لوگ اسکے ساتھ غل مچاتے ہوئے جا رہے تھے۔ نعمان نے اس سے کہا کہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ میرے پاس آنے کے قصد سے باز آجائیں۔ خدا کی قسم نہ میں اپنی امانت آپکے سپرد کرونگا اور مجھے آپ سے

لڑنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ اس پر عبید اللہ ان سے قریب ہوا اور کہا کہ اچھا کواڑ کھولو خدا کرے تم کو کھولنا نصیب نہ ہو اس کے پیچھے ایک آدمی کھڑا تھا اس نے اسکا یہ فقرہ سن لیا۔ اور لوگوں سے جاکر کہا کہ وہ تو ابن مرجانہ ہے۔ نعمان نے دروازہ کھول دیا۔ عبید اللہ اندر داخل ہو گیا۔ اور دروازہ بند کر دیا۔ اور لوگ منتشر ہو گئے۔

دوسری صبح کو ابن زیاد منبر پر بیٹھا اور بعض کہتے ہیں کہ اس نے اسی دن تقریر کی اور کہا:۔

"اَمَّا بَعْدُ۔ امیر المومنین نے مجھے تمہارے شہر۔ تمہاری سرحد۔ اور تمہارے محاصل کا والی بنایا ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ تمہارے مظلوم کے ساتھ انصاف کروں تمہارے محروم پر عطا کروں۔ اور تم میں سے جو مطیع و فرماں بردار ہیں ان سے نیکی اور جو شک کرنے والے اور نافرماں بردار ہیں ان پر سختی کروں۔ میں تم میں امیر المومنین کے حکم کی پیروی اور اس کے عہد کو نافذ کرنیوالا ہوں۔ میں تمہارے نیک افراد کے لئے باپ اور مطیع اشخاص کے لئے توام بھائی کی طرح ہوں۔ مگر جس نے میرے حکم سے روگردانی کی اور میرے عہد کی مخالفت کی اس کی سرزنش کے لئے۔ میری تلوار اور میرا چابک موجود ہے۔ اب ہر شخص کو چاہئے کہ وہ اپنے اوپر رحم کرے۔"

یہ کہہ کر وہ منبر پر سے اتر آیا۔ اور وہاں کے مشاہیر اور دوسرے آدمیوں کو زبردستی پکڑ کر ان سے کہا کہ مجھے ایک تحریر لکھ دو کہ تمہارے پاس بیرونی اشخاص کون کون ہیں۔ اور ان لوگوں کے نام جن کی امیر المومنین کو طلب ہے۔ اور تم میں جو خوارج کی جماعت حروریہ میں سے ہیں۔ اور ان لوگوں کے جو اہل شک ہیں اور ہمارے مخالف ہیں جو شخص ایسے لوگوں کے نام مجھے لکھکر دیدیگا وہ بری ہے۔ اور جو کوئی ہم کو ایسے کسی شخص کا نام نہ لکھ دے تو اسے چاہئے کہ وہ اس امر کی ضمانت دیدے کہ اس کے شناساؤں میں سے کوئی بھی نہ تو ہماری مخالفت کریگا اور نہ ہمارے مقابلے میں بغاوت کرے گا۔ اور جو شخص ان دونوں باتوں میں ایک بھی نہ کرے ہم اسکے ذمہ دار نہیں اور ہمارے لئے اس کا خون اور مال دونوں حلال ہوں گے۔ پھر اگر تم میں سے کسی شخص کے شناساؤں میں ایک بھی ایسا پکڑا گیا جو امیر المومنین کے باغیوں میں سے ہے مگر اسکو ہمارے سامنے اس سے قبل پیش نہیں کیا گیا تو تم کو تمھارے ہی مکان کے

دروازے پر پھانسی دے دی جائے گی۔ اور اس کے تمام متعلقین کے وظائف موقوف کر کے علاقۂ عمان کے مقام زارہ کو بھیج دئے جائیں گے۔ یہ کہہ کر وہ پھر منبر پر سے اتر آیا۔

مسلم ابن عقیل نے عبیداللہ ابن زیاد کی یہ تقریر سُنی تو وہ مختار کے مکان سے نکل کر ہانی ابن عروۃ المرادی کے مکان پر گئے اور اندر داخل ہو کر ہانی کو بلایا۔ ہانی باہر آیا۔ اور مسلم کو وہاں دیکھ کر سخت نفرت کی۔ مسلم نے کہا کہ میں تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں کہ تم مجھے پناہ دو اور مہمان رکھو۔ ہانی نے کہا کہ آپ نے مجھے سخت تکلیف دی ہے اور اگر آپ میرے مکان میں داخل نہ ہو گئے ہوتے تو میں یہی پسند کرتا کہ آپ چلے ہی جائیں۔ مگر مجھے اس میں غیرت آتی ہے۔ اچھا آئیے۔ غرض کہ ہانی نے مسلم کو پناہ دی اور شیعہ لوگ ہانی کے مکان میں آمدورفت کرنے لگے۔ اُدھر ابن زیاد نے اپنے ایک مولی کو بلایا اور اسے تین ہزار درہم دے کر کہا کہ مسلم ابن عقیل اور ان کے اصحاب کو تلاش کرو۔ ان سے ملو اور ان کو یہ تمام روپیہ دو اور کہو کہ میں تم میں سے ہی ایک ہوں۔ اور اس طرح ان کے حالات دریافت کرو۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا مسلم بن عوسجہ مسجد میں نہیں آیا بلکہ ابن زیاد کا آزاد غلام مسجد میں مسلم ابن عوسجہ کے پاس ایسے وقت آیا جب کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس نے کہا کہ اے عبداللہ میں اہل شام میں سے ہوں۔ اور مجھ پر خدائے تعالےٰ نے یہ احسان کیا ہے کہ مجھ کو اس خاندان کی محبت عطا کی ہے۔ یہ تین ہزار درہم ہیں جس کے ذریعے سے میں ایک شخص سے ملنا چاہتا ہوں۔ جس کو میں نے سنا ہے کہ کوفے آیا ہوا ہے۔ اور رسول اللہ کے نواسے کی طرف سے بیعت لیتا ہے۔ اور میں نے چند لوگوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ آپ اس خاندان کے امر سے واقف ہیں۔ میں آپ کے پاس اس غرض سے آیا ہوں کہ آپ مجھ سے یہ روپیہ لے کر مجھے اپنے صاحب کے پاس بھیج دیجئے۔ تاکہ میں ان سے بیعت کر لوں بلکہ اگر آپ چاہیں تو میری ان سے ملاقات کرنے کے قبل آپ ہی مجھ سے ان کے لئے بیعت لے لیں۔ انھوں نے کہا کہ میں اس بات سے خوش ہوا کہ تم نے مجھ سے ملاقات کی۔ تاکہ ہم اس شخص تک پہنچ جائیں۔ جس کو تم دوست رکھتے ہو۔ اور خدا تمہارے ذریعے اپنے نبی کے اہل بیت کی مدد فرمائے لیکن مجھے اس کا

افسوس ہے کہ اس امر کے اختتام پذیر ہونے سے پہلے ہی یہ بات لوگوں کو معلوم ہو گئی۔ کیونکہ مجھے اس طاغیہ اور اس کی سطوت سے خوف ہوتا ہے۔ یہ کہکر انھوں نے اس سے بیعت لے لی۔ اور پختہ وعدے لئے کہ وہ ضرور ان کی خیر خواہی کریگا۔ اور اس معاملے کو پوشیدہ رکھیگا۔ اس کے بعد وہ غلام کئی بار ان کے پاس اس مقصد سے آیا گیا کہ وہ اسے مسلم بن عقیل تک پہنچا دیں۔ اس اثناء میں ہانی بیمار ہو گیا۔ اور عبید اللہ اس کی مزاج پرسی کو آیا۔ عمارہ ابن عبد السلولی نے ہانی سے کہا کہ ہماری جمعیت اور ہمارا مکر و فن اس طاغیہ کے قتل پر منحصر ہے تم کو خدائے تعالےٰ نے اقتدار دیا ہے۔ تم اس کو قتل کر دو۔ ہانی نے کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ وہ میرے مکان میں قتل ہو ابن زیاد آکر ہانی کے پاس بیٹھا اور چلا گیا۔ ابھی اس کو گئے ہوئے ایک ہی ہفتہ گذرا تھا کہ شریک ابن اعور جو ہانی کے ہاں اترا ہوا تھا بیمار ہوا۔ ابن زیاد اور تمام امراء کے پاس وہ مکرم تھا۔ یہ نہایت سخت شیعہ تھا اور عمار ابن یاسر کے ساتھ جنگ صفین میں شریک تھا۔ عبید اللہ ابن زیاد نے شریک کے پاس پیغام بھیجا کہ میں شام کو تمھارے پاس آؤنگا۔ شریک نے مسلم سے کہا کہ یہ فاجر شام کو میری عیادت کے لئے آئے گا۔ جب وہ آکر بیٹھ جائے تو آپ نکل کر اسے قتل کر دیجئیگا۔ پھر آپ قصر میں بیٹھے رہیں گے اور کوئی شخص آپ کے اور اس کے درمیان حائل نہ ہو گا۔ اگر میرا مرض اچھا ہو گیا تو میں بصرے چلا جاؤنگا اور آپ کے امر کے لئے کافی ہونگا۔ جب شام کے وقت عبید اللہ شریک کے پاس آیا تو مسلم ابن عقیل اندر جانے کے لئے اُٹھے شریک نے ان سے کہا کہ جب وہ بیٹھ جائیگا تو آپ اس کو چھوڑئیگا نہیں۔ ہانی نے کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ وہ میرے مکان میں قتل ہو غرضکہ عبید اللہ آکر بیٹھا۔ اور شریک سے اس کے مرض کا حال دریافت کیا۔ اور دیر تک گفتگو کرتا رہا۔ جب شریک نے دیکھا کہ مسلم نکلتے ہی نہیں۔ تو اس کو اندیشہ ہوا کہ موقع ہاتھ سے نکل جائیگا۔ یہ سوچکر اس نے یہ شعر پڑھنا شروع کیا:۔ (ترجمہ)

"تم کس انتظار میں ہو کہ سلمیٰ کو سلام نہیں کرتے مجھے وہ پلا دو گو کہ اس سے میری جان ہی نکل جائے"

اس نے دو تین مرتبہ یہ شعر پڑھا۔ اس پر عبید اللہ نے کہا اس کا کیا حال ہے۔ دیکھتے ہو کچھ دیوانہ سا ہو گیا ہے۔ ہانی نے کہا کہ ہاں صبح کے قبل ہی سے اس وقت تک ان کی

یہ حالت ہو گئی ہے۔ اس کے بعد عبید اللہ چلا گیا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب شریک نے دو مجھے شراب پلا دو" کہکر اپنے کلام کو خلط ملط کیا تو مہران بات سمجھ گیا۔ اور اس نے عبید اللہ کو اشارہ کیا۔ جس پر وہ ایک دم سے کھڑا ہو گیا۔ شریک نے کہا کہ اے امیر میں آپ کو وصیت کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے جواب دیا کہ میں پھر واپس آؤں گا۔ مہران نے عبید اللہ سے کہا کہ شریک آپ کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے پوچھا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ حالانکہ میں اسکی خاطر داری کرتا ہوں اور وہ ہانی کے گھر میں ہے۔ اور پھر اس پر میرے والد کے احسانات ہیں۔ مہران بولا نہیں میں جو کچھ کہتا ہوں وہی ٹھیک ہے۔ جب ابن زیاد چلا گیا۔ تو مسلم ابن عقیل باہر آئے۔ شریک نے پوچھا آپ کو کس بات نے اس کے قتل سے باز رکھا۔ جواب دیا کہ دو خصلتوں نے ایک تو یہ کہ ہانی کو یہ بات ناپسند تھی کہ وہ اس کے مکان میں قتل کیا جائے۔ اور دوسرے یہ کہ مجھے ایک حدیث یاد آگئی جس کو حضرت علیؓ نے رسول اللہ صلعم سے بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایمان قتل دغا کی بیڑی ہے ایک مومن کسی مومن کو دغا سے قتل نہیں کرتا۔ ہانی نے کہا کہ آپ اس کو قتل کر دیتے تو ایک فاسق و فاجر کافر اور غدار شخص کو قتل کرتے۔ شریک اس واقعے کے تین دن بعد انتقال کر گئے۔ اور عبید اللہ نے اس کے جنازے کی نماز پڑھی۔ جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ شریک نے مسلم ابن عقیل کو اس کے قتل پر آمادہ کیا تھا تو کہا کہ خدا کی قسم اب میں کسی عراقی کے جنازے کی نماز نہ پڑھوں گا۔ اگر زیاد کی قبر اس کے مابین نہ ہوتی تو میں ضرور شریک کو قبر سے اکھاڑ پھینکتا۔

بعد ازاں شریک کی موت کے بعد ابن زیاد کا وہ غلام جسکو اس نے روپیہ دیکر خفیہ خبریں بہم پہنچانے کو کہا تھا مسلم ابن عوسجہ کے پاس آتا جاتا رہا تا آنکہ مسلم نے اسے مسلم ابن عقیل سے ملا دیا۔ ابن عقیل نے اس سے بیعت لیکر وہ روپیہ بھی اس سے وصول کر لیا۔ وہ غلام ان کے ہاں برابر آمد و رفت کرتا اور ان کے اسرار معلوم کر کے ابن زیاد تک پہنچاتا رہا۔ اس اثناء میں ہانی نے مرض کے عذر سے عبید اللہ سے جدائی اختیار کر لی تھی۔ عبید اللہ نے محمد ابن اشعث اور اسماء ابن خارجہ سے (اور کہتے ہیں کہ عمرو ابن حجاج الزبیدی سے بھی) ہانی اور اس کی جدائی کا حال اور سبب دریافت کیا۔ انھوں نے کہا کہ وہ بیمار ہے۔ عبید اللہ نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ اپنے مکان کے

دروازے پر بیٹھتا ہے اور بھلا چنگا ہے آپ لوگ اس سے جاکر ملو اور حکم دو کہ حق طاعت
جو اس پر لازم ہے اس کو ترک نہ کرے۔ چنانچہ وہ سب ہانی کے پاس گئے اور کہا
کہ امیر آپ کے متعلق دریافت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر مجھے معلوم ہو کہ وہ بیمار ہیں
تو میں خود ان کی عیادت کرونگا۔ ان کو اطلاع ملی ہے کہ آپ اپنے دروازے پر بیٹھتے ہیں
آپ ان سے عرصے سے نہیں ملے۔ اور یہ ایک گستاخی ہے جس کو سلطان برداشت نہیں
کر سکتا۔ ہم آپ کو قسم دیتے ہیں آپ ضرور ہمارے ساتھ چلیں۔ چنانچہ اس نے اٹھ کر لباس
پہنا اور سوار ہو کر ان کے ساتھ روانہ ہوا۔ قصر کے قریب پہنچ کر اس کو کچھ شرارت کا اندیشہ ہوا
اس نے حسان ابن اسماء ابن خارجہ سے پوچھا کہ اے میرے بھتیجے میں اس شخص سے ڈرتا ہوں
تمہاری کیا رائے ہے۔ انھوں نے کہا کہ مجھے اس سے کسی طرح کا خوف نہیں۔ آپ
مطلق پرواہ نہ کیجئے۔ اصل یہ ہے کہ اسماء کو اصل حال کی خبر نہ تھی۔ مگر محمد ابن اشعث
کو سب معلوم تھا۔ غرضکہ ہانی کو لئے ہوئے وہ سب ابن زیاد کے پاس گئے۔ عبید اللہ
نے ہانی کو دیکھ کر قاضی شریح سے کہا کہ یہ دیکھئے چور کو خود اسکی ٹانگیں تمہارے پاس
لا رہی ہیں جب قریب ہوا تو عبید اللہ نے یہ شعر پڑھا۔ (ترجمہ) :-

"میں تو اسکی حیات چاہتا ہوں۔ اور وہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تمہارا عذر خواہ
تمہارا ہی دوست بنی مراد سے ہے"!

ابن زیاد اس سے احسان و اکرام سے پیش آیا کرتا تھا۔ ہانی نے کہا وہ
کیا ہے۔ عبید اللہ نے کہا کہ اے ہانی یہ کیا امور ہیں جو تم اپنے گھر میں بیٹھے بیٹھے امیر المومنین کے
خلاف کیا کرتے ہو۔ تم نے مسلم کو بلا کر اپنے گھر میں رکھا ان کے لئے اسلحہ اور آدمی جمع کئے۔ اور
تم سمجھتے تھے کہ یہ حال پوشیدہ ہی رہ جائیگا۔ ہانی نے کہا کہ میں نے ایسا نہیں کیا۔ ابن زیاد
نے کہا کہ ہاں ضرور کیا۔ اسی طرح ان کے آپس میں نزاع نے طول پکڑا تو ابن زیاد نے
اپنے جاسوس غلام کو بلایا اور جب وہ آکر ان کے سامنے کھڑا ہو گیا تو ابن زیاد نے ہانی
سے پوچھا۔ کیا تم اس شخص کو پہچانتے ہو۔ کہا ہاں۔ اب ہانی کو معلوم ہوا کہ وہ پس پردہ
جاسوس کا کام کر رہا تھا۔ پھر تھوڑی دیر وہ اپنا چہرہ ہاتھوں میں دبائے بیٹھا رہا اور
جب ہوش بجا ہوئے تو کہا کہ تم میری بات سنو اور سچ جانو کہ میں تم سے جھوٹ نہ بولونگا۔
خدا کی قسم نہ میں نے مسلم کو بلایا اور نہ مجھے ان کے آنے کی خبر ہی تھی۔ تاآنکہ ان کو

اپنے دروازے پر بیٹھے دیکھا۔ انھوں نے مجھ سے سوال کیا کہ میں ان کو اپنے ہاں رکھ لوں۔ مجھے
ان کا سوال رد کرتے ہوئے شرم آئی۔ مجھے عہد کرنا پڑا اور آخر میں میں نے ان کو گھر میں داخل
کرکے اپنا مہمان بنا لیا۔ پھر ان کا جو کچھ حال ہے اس سے تم واقف ہو چکے ہو۔ اگر تم چاہو
تو اب میں تم سے ایسا موثق وعدہ کرتا ہوں۔ جس سے تم کو اطمینان ہو جائے اور اس
پر ضمانت بھی تمھارے ہاتھ میں چھوڑ جاتا ہوں کہ میں ان کو اپنے گھر سے نکالکر پھر تمھارے
پاس واپس آجاؤنگا۔ ابن زیاد نے کہا خدا کی قسم جب تک تم اسے میرے پاس نہ لاؤگے
تم مجھ سے ہرگز جدا نہیں ہو سکتے۔ ہانی نے کہا کہ میں ہرگز اپنے مہمان کو تمھارے پاس نہ
لاؤنگا کہ تم اسے قتل کردو۔ جب ان کے مابین کلام بڑھنے لگا تو مسلم ابن عمرو الباہلی
(جن کے سوائے کوئی شامی یا بصری آدمی کوفے میں نہ تھا) ان کی ضد اور بحث کو دیکھ کر
اٹھا۔ اور ابن زیاد سے کہا کہ تم مجھے اور ان کو اکیلا چھوڑ دو۔ میں ان سے کلام کر لونگا چنانچہ
وہ ہانی کو لے کر ایک طرف کو ابن زیاد سے علیحدہ ہو گیا مگر اس طرح کہ ابن زیاد دونوں کو
دیکھ رہا تھا۔ مسلم ابن عمرو نے کہا کہ اے ہانی میں تم کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ خود کو قتل
اور اپنی قوم پر مصیبت نازل کرنے کا سامان نہ کرو۔ یہ شخص قوم کا ابن عم ہے۔ یہ لوگ
نہ اسے قتل کرینگے نہ ضرر پہنچائیں گے۔ تم اسے ابن زیاد کے حوالے کردو۔ اس میں
نہ تمھاری ذلت ہے۔ اور نہ نقصان۔ کیونکہ تم تو اسے سلطان کے حوالے کروگے۔
ہانی نے کہا نہیں۔ خدا کی قسم اس میں ضرور میری ذلت اور مجھے عار ہے۔ جب تک
میں تندرست مضبوط ہاتھ والا اور کثیر الاعوان ہوں میں اپنے مہمان کو حوالے نہ کرونگا
بخدا اگر میں اکیلا ہوتا اور میرا کوئی یار و مددگار بھی نہ ہوتا تو بھی میں انکی حفاظت کرتے
کرتے مرجاتا مگر اسے حوالے نہ کرتا۔ ابن زیاد نے یہ فقرہ سن کر کہا کہ اسے میرے پاس
لاؤ۔ چنانچہ ہانی کو اس کے پاس لے گئے۔ ابن زیاد نے کہا کہ خدا کی قسم ہے تم کو اسے
ضرور میرے پاس لانا پڑیگا۔ ورنہ میں تمھاری گردن ماردونگا۔ ہانی نے جواب دیا
کہ "تب تو تمھارے مکان کے گرد تلواریں چمکنے لگیں گی"۔ (کیونکہ ہانی کو یقین تھا کہ اس کا
قبیلہ ضرور اسکی مدد کریگا۔) ابن زیاد نے کہا "کیا تم مجھے تلواروں سے ڈراتے ہو"؟
یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب ہانی عبیداللہ کے اس جاسوس کو دیکھکر سمجھ گیا کہ اس نے
عبیداللہ کو خبر پہنچا دی ہے تو کہا کہ۔ اے امیر تم کو جو خبر پہنچی ہے وہی صحیح ہے

تمہارے مجھ پر جو احسانات ہیں میں ان کو ہرگز ضائع نہ کرونگا۔ تمہارے اور تمہارے اہل وعیال کے لئے امن ہے جدھر چاہو چلے جاؤ۔ یہ سنکر عبید اللہ نے اپنا سر جھکا لیا۔ اور مہران اسکی قریب ہی ایک چھڑی لیے ہوئے کھڑا تھا۔ مہران نے کہا واہ ری ذلت۔ یہ جلاہا اور تمہاری سلطنت میں تم ہی کو پناہ دے۔ عبید اللہ نے کہا اسے پکڑ لو۔ مہران نے حکم پاتے ہی ہانی کے سر کے دونوں طرف کے بال پکڑ لئے۔ اور عبید اللہ نے وہ چھڑی لیکر ہانی کی ناک۔ پیشانی۔ اور رخسارے پر اتنی ضربیں لگائیں کہ ان کی ناک ٹوٹ گئی۔ اس کے کپڑے خون میں لت پت ہوگئے اور اس کے رخساروں اور پیشانی سے گوشت کے ٹکڑے اسکی ڈاڑھی پر گرنے لگے۔ یہاں تک کہ چھڑی ٹوٹ گئی۔ ہانی نے ایک اہل شرطہ کی تلوار پر ہاتھ ڈالکر اسے کھینچنا چاہا۔ مگر روک دیا گیا۔ اور عبید اللہ نے اس سے کہا کہ کیا تو خارجی ہے تو نے اپنا خون مباح کر دیا ہمارے لئے بھی تیرا قتل حلال ہے اسکے بعد عبید اللہ کے حکم سے ہانی کو ایک مکان میں ڈالکر دروازہ بند کر دیا گیا۔ اسیر اسماء ابن خارجہ نے اٹھ کر عبید اللہ سے کہا کہ اے دغا کار اسے چھوڑ دے تو نے ہمیں حکم دیا تھا کہ اسے تیرے پاس لے آئیں۔ جب ہم اسے لے آئے تو تو نے اس کا منہ توڑ دیا اس کا خون بہایا۔ اور اس کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ اس پر عبید اللہ کے حکم سے اس کے سینہ پر مُکّے مارے گئے اور ٹھنیاں دی گئیں اور پھر چھوڑ دیا گیا۔ لیکن ابن اشعث نے کہا کہ "ہم جو کچھ امیر کرے اس پر راضی ہیں۔ خواہ وہ ہمارے حق میں مفید ہو یا ہمارے خلاف ہو"۔

عمرو ابن حجاج کو معلوم ہوا کہ ہانی قتل ہو گیا۔ وہ قبیلہ مذحج کو ہمراہ لیکر آیا۔ جنہوں نے قصر کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ پھر عمرو نے بلند آواز سے کہا میں عمرو ابن حجاج ہوں اور یہ سب مذحج کے شہسوار ہیں۔ نہ ہم نے کبھی طاعت سے انحراف کیا نہ ہم کبھی جماعت سے علیحدہ ہوئے۔ عبید اللہ نے قاضی شریح سے جو اس وقت موجود تھا کہا کہ ان کے دوست کے پاس جاؤ۔ اسے دیکھو اور پھر آکر ان لوگوں کو تبلا دو کہ وہ زندہ ہے۔ چنانچہ قاضی شریح نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ اندر ہانی کے پاس گیا تو ہانی نے کہا کہ ہائے مسلمانو! کیا میرا خاندان ہلاک ہو چکا ہے۔ اہل دین واہل نصرت کہاں ہیں۔ کیا وہ میرے لئے اپنے دشمن اور دشمن کے بچے سے ڈرتے ہیں۔ کچھ غل شور کی آواز سنی تو کہا۔ شریح۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ مذحج اور میری مسلمان جماعت کی آوازیں ہیں۔ اگر ان میں سے دس آدمی بھی میرے پاس اندر آجائیں تو وہ مجھے چھڑا سکتے ہیں۔ شریح باہر گئے اور ابن زیاد کا

فرستادہ ایک جاسوس ان کے ساتھ تھا۔ ان کا بیان ہے کہ اگر یہ جاسوس موجود نہ ہوتا تو میں ان لوگوں کو ہانی کا قول پہنچا دیتا۔ جب شریح ان لوگوں کے پاس پہنچے تو ان سے کہا کہ میں نے تمہارے دوست کو دیکھا ہے وہ زندہ ہے اور قتل نہیں کیا گیا۔ عمرو اور اس کے ہمراہی "اگر وہ قتل نہیں کیا گیا۔ تو خدا کا شکر ہے" کہہ کر چلے گئے۔ یہ خبر مسلم ابن عقیل کے پاس پہنچی تو انھوں نے اپنے اصحاب میں پکار کر کہا "اے منصور مار ڈال"، اور یہ قول ان لوگوں کا شعار تھا۔ اس وقت تک اٹھارہ ہزار آدمی ان کے ساتھ بیعت کر چکے تھے۔ اور چار ہزار آدمی ان کے ساتھ مکانوں کے ارد گرد کھڑے تھے۔ بہت سے آدمی ان کے پاس جمع ہو گئے۔ تو مسلم ابن عقیل نے عبد اللہ ابن عزیز کو بنو کندہ کے حصے پر مقرر کیا۔ اور کہا کہ میرے آگے آگے چلو۔ پھر مسلم ابن عوسجۃ الاسدی کو بنو مذحج اور اسد ابو ثمامۃ الصائدی کو تمیم اور ہمدان۔ اور عباس ابن جعدۃ الجدلی کو شہر کے حصوں پر مقرر کر کے قصر کی طرف روانہ ہوئے۔ ابن زیاد یہ خبر سن کر قصر میں روپوش ہو کر بیٹھ گیا۔ اور دروازے بند کر لئے۔ مسلم نے قصر کو گھیر لیا۔ مسجد اور بازار لوگوں سے پر ہو گیا۔ اور شام تک لوگ اسی طرح جمع ہوتے رہے عبید اللہ کو سخت مصیبت کا سامنا تھا۔ اس کے ہمراہ قصر میں صرف تیس آدمی شرط کے اور بیس آدمی اشرافِ شہر اور اہل بیت اور موالی میں سے رہ گئے تھے۔ اشراف نے ابن زیاد کے پاس اس دروازے سے آنا شروع کیا جو رومیوں کے مکان سے ملحق تھا۔ لوگ ابن زیاد اور اس کے باپ کو گالیاں دے رہے تھے۔ ابن زیاد نے کثیر ابن شہاب الحارثی کو بلا کر حکم دیا کہ وہ ان آدمیوں کو لے کر نکلے جو بنو مذحج میں اس کے مطیع تھے۔ اور باہر جا کر لوگوں کو تلقین کرے کہ وہ ابن عقیل کو چھوڑ دیں اور ان لوگوں کو خوف دلائے۔ اور پھر محمد ابن اشعث کو حکم دیا کہ وہ اہل کندہ اور حضر موت میں سے اپنے مطیعین کو لیکر نکلے اور جو لوگ اس کے پاس آتے جائیں ان کے لئے امان کا جھنڈا لے کر کھڑا ہو جائے اور اسی طرح کی باتیں قعقاع ابن شور الذہلی۔ شبث ابن ربعی التمیمی۔ حجار ابن ابجر العجلی اور شمر ابن ذی الجوشن الضبابی سے بھی کہیں اور بڑے بڑے سرداروں کو بعض انس گیری کے خیال سے اپنے پاس رہنے دیا۔ کیونکہ اس کے پاس آدمیوں کی قلت تھی چنانچہ وہ سب لوگ مسلم کے برخلاف ورغلاتے ہوئے نکلے۔ پھر عبید اللہ نے ان اشراف کو جو

جواس کے پاس تھے حکم دیا کہ وہ قصر کے اوپر سے لوگوں کو مخاطب کرکے اہلِ اطاعت کو احسان کی امیدیں دلائیں اور نافرمانوں کو ڈرائیں۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا جب لوگوں نے اپنے اشراف کی باتیں سنیں تو وہ منتشر ہونا شروع ہوئے۔ یہاں تک کہ عورتیں اپنے بیٹے اور بھائی سے جاکر کہتی تھیں کہ تم یہاں ہٹ آؤ۔ اور لوگ کافی ہیں اور ایسا ہی مرد بھی کرتے تھے۔ لوگوں کے اس طرح الگ ہوتے ہوتے یہ نوبت پہنچی کہ ابن عقیل کے ساتھ مسجد میں صرف تیس آدمی باقی رہ گئے۔ یہ حالت دیکھ وہ اہل کندہ کے دروازوں کی طرف چلے۔ مگر دروازے پر پہنچکر ایک آدمی کو بھی اپنے ساتھ نہ پایا۔ مجبور ہو کر کوفے کی تنگ گلی کوچوں میں نکل گئے۔ اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کہاں جائیں۔ ہوتے ہوتے بنو کندہ کی ایک عورت کے مکان پر پہنچے جس کا نام طوعہ تھا۔ اور وہ اشعث کی ام ولد تھی۔ مگر اشعث سے آزادی پاکر اسید الحضرمی سے نکاح کرلیا تھا جس سے بلال پیدا ہوا تھا اس وقت بلال اور لوگوں کے ساتھ باہر گیا ہوا تھا اور وہ عورت اس کے انتظار میں تھی۔ ابن عقیل نے اس کو سلام کیا۔ اور پانی مانگا۔ اس نے پانی پلایا۔ ابن عقیل بیٹھ گئے۔ اس عورت نے کہا کہ اے اللہ کے بندے۔ کیا تم نے پانی نہیں پیا۔ کہا ہاں پیا۔ عورت نے کہا کہ اچھا اب اپنے گھر جاؤ۔ وہ خاموش رہے۔ طوعہ نے تین بار یہی کہا۔ مگر وہ وہیں بیٹھے رہے۔ تب وہ بولی۔ واہ۔ واہ میں اپنے دروازے پر تمہارا بیٹھا رہنا اچھا نہیں سمجھتی مسلم نے اس سے کہا کہ اس شہر میں نہ کوئی میرا مکان ہے اور نہ اہل وعیال ہیں۔ کیا تم مجھ کو کچھ فائدہ پہنچا سکتی ہو۔ یا مجھ سے احسان کرسکتی ہو۔ ممکن ہے کہ اس کے بعد میں اس کا بدلہ دے سکوں طوعہ نے پوچھا وہ کیا ہے۔ کہا کہ میں مسلم ابن عقیل ہوں۔ مجھ سے ان لوگوں نے جھوٹا وعدہ کیا۔ اور مجھے دھوکا دیا۔ طوعہ نے ان کو بلاکر اپنے گھر کے اندر ایک مکان میں داخل کرلیا شام کو اس نے انھیں کھانا دیا۔ مگر انھوں نے نہ کھایا۔ جب اس کا بیٹا آیا تو اپنی ماں کو بار بار اس حجرے کی طرف جاتے دیکھ کر بولا کہ اس مکان کی تمھیں کیوں دھن لگی ہوئی ہے۔ اس نے بار بار دریافت کیا مگر طوعہ نے نہ بتلایا۔ آخر جب اس نے اصرار والحاح کیا تو بتلا دیا اور کہدیا کہ اسے پوشیدہ رکھنا۔ بلکہ اس سے ایسا کرنے کے لئے قسمیں بھی لیں۔ مگر وہ خاموش رہا۔

اب ابن زیاد کا حال سنئے جب اس نے باہر کی آوازوں کو نہ سنا تو اپنے

ہمراہیوں سے کہا کہ ذرا دیکھو تو ان لوگوں میں سے کوئی ہے بھی یا نہیں۔ انھوں نے دیکھا تو کسی کو نہ پایا۔ اس پر ابن زیاد نماز عشاء کے وقت قصر سے اتر کر مسجد میں آیا۔ اور اپنے ہمراہیوں کو منبر کے گرد بٹھلا دیا۔ پھر اس کے حکم سے منادی کی گئی کہ اہل شرطہ مشاہیر رجال نقباء قوم اور لشکری آدمی ذمے سے بری ہیں جو نماز عشاء مسجد میں آکر نہ پڑھے۔ چنانچہ مسجد لوگوں سے پر ہوگئی۔ ابن زیاد نے لوگوں کے ساتھ نماز ادا کی۔ پھر کھڑے ہو کر خدائے تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا کہ:۔ اَمَّا بَعْدُ۔ ابن عقیل ایک سفیہ اور جاہل شخص ہے۔ اور تم دیکھتے ہو کہ اس کی بدولت کیا کیا شقاق و خلاف واقع ہوا ہے۔ اگر ہم نے کسی شخص کے گھر میں اس کو پایا تو وہ ذمے سے بری ہوگا۔ اور جو کوئی اسے پکڑ لائے اسے اس کا خون بہا دیا جائیگا۔ پھر ان کو فرماں برداری کے لزوم کی نصیحت کی اور حصین ابن تمیم کو حکم دیا کہ وہ راستوں کے دروازوں کو روک کر مکانوں کی تلاشی لیں۔ حصین شرطہ کا سردار اور بنو تمیم میں سے تھا۔ یہ کہکر ابن زیاد قصر میں داخل ہو گیا۔ اور عمرو ابن حریث کو لوگوں پر مقرر کر گیا۔ دوسری صبح کو اس نے لوگوں کے ساتھ اجلاس قائم کیا۔

جس عورت نے مسلم ابن عقیل کو پناہ دی تھی اس کا بیٹا بلال صبح کے وقت عبدالرحمٰن ابن محمد ابن اشعث کے پاس گیا اور اسے ابن عقیل کا پتہ دے دیا۔ عبدالرحمٰن اپنے باپ کے پاس گیا جو اس وقت ابن زیاد کے پاس تھا اور اس سے خفیہ طور پر سب کچھ کہہ دیا۔ محمد نے ابن زیاد کو اس کی خبر کر دی۔ ابن زیاد نے اس سے کہا کہ تم اٹھو اور ابھی اس کو میرے پاس پکڑ لاؤ۔ اور عمرو ابن عبیداللہ ابن عباس السلمی کو بنو قیس کے ستر آدمی دیکر اس کے ہمراہ کر دیا وہ اس مکان پر پہنچا جہاں ابن عقیل چھپے ہوئے تھے۔ ابن عقیل آوازیں سن کر سمجھ گئے کہ لوگ آپہنچے۔ تلوار لے کر ان کے مقابلے کے لئے نکلے اور ان سب کو گھر سے نکال دیا۔ ان لوگوں نے پھر ان پر حملہ کیا۔ اور پھر نکالے گئے۔ اسی طرح ابن عقیل نے کئی مرتبہ باہر نکال نکال دیا۔ بکیر ابن حمران الاحمری نے مسلم ابن عقیل کے منہ پر مارا جس سے انکا اوپر کا ہونٹ پھٹ گیا۔ اور دو دانت ٹوٹ گئے۔ اس کے جواب میں مسلم ابن عقیل نے پہلے اس کے سر پر مارا اور پھر کندھے پر ایسا تلا ہوا ہاتھ دیا قریب تھا کہ تلوار چیرتی ہوئی شکم تک پہنچ جائے جب ان لوگوں نے یہ حال دیکھا

تو وہ مکان کی چھت پر چڑھ گئے اور ابن عقیل پر سنگ باری کرنے اور لکڑیاں جلاجلا کر پھینکنے لگے۔ یہ دیکھ کر مسلم اپنی تلوار لے کر ان کے مقابلے کے لئے نکلے۔ اور سڑک پر لڑنے لگے۔ محمد ابن اشعث نے ان سے کہا کہ "تمھارے لئے امان ہے۔ اپنی جان مت دو" مگر وہ ان سے لڑتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ اور یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے (ترجمہ):

"میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ سوائے شریف اور آزاد کے کسی کو قتل نہ کرونگا۔ اگرچہ میں موت کو بری چیز سمجھتا ہوں۔ جب تک کہ ٹھنڈے کو گرم و تلخ سے نہ مخلوط کر دیا جائے۔ اور شعاع آفتاب کو رد کر کے قرار نہ لیا جائے۔ ہر شخص ایک نہ ایک مصیبت کا سامنا کرتا ہے۔ مجھے یہ خوف ہے کہ میں جھٹلایا جاؤں یا مجھے دھوکا دیا جائے"۔

محمد نے اُن سے کہا کہ آپ سے کوئی جھوٹ نہ بولے گا۔ اور یہ لوگ جو آپ کے بنی عم ہیں آپ کو دھوکا نہ دینگے۔ علاوہ اس کے نہ وہ آپ کو قتل کرینگے۔ نہ ماریں گے۔ اسوقت وہ پتھروں کی ماروں سے چکنا چور ہو چکے تھے۔ اور جب تھک کر لڑنے سے عاجز آ گئے۔ تو وہ اس گھر کی دیوار سے تکیہ لگا کر کھڑے ہو گئے۔ اس پر ابن اشعث اور سب لوگوں نے ان کو پناہ دی مگر عمرو ابن عبید اللہ السلمی نے پناہ نہ دی۔ اور اس نے کہا کہ اس معاملے میں میرا نہ ناقہ ہے اور نہ اونٹ۔ یعنی مجھے کسی قسم کا اقتدار نہیں ہے اس کے بعد ایک خچر لا کر ان کو اس پر بٹھا دیا گیا۔ اور ان کی تلوار ان سے لے لی گئی۔ گویا کہ وہ اپنی جان سے مایوس ہو گئے۔ انھوں نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا کہ یہ پہلا غدر ہے۔ محمد نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ آپ کو کوئی خطرہ پیش نہ آے گا۔ کہا ہاں مگر یہ صرف امید ہی امید ہے۔ اور یہ کہکر رونے لگے۔ یہ دیکھ کر عمرو ابن عبید اللہ السلمی نے ان سے کہا کہ جو شخص تمہاری طرح کسی چیز کی طلب میں سرگرداں ہوتا ہے اور اس پر تمھارا سا اس وقت کی سی مصیبت پڑتی ہے تو وہ رویا نہیں کرتا مسلم ابن عقیل نے کہا میں اپنی جان کو نہیں روتا۔ بلکہ اپنے اہل کے لئے روتا ہوں جو تمھارے ہاتھوں میں پڑینگے اور حسینؑ اور آل حسینؑ کے لئے روتا ہوں۔ پھر محمد ابن اشعث سے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ تھوڑی دیر میں اپنی دی ہوئی امان کو پورا کرنے میں عاجز ہو جائیں گے۔ کیا آپ یہ کر سکتے ہیں کہ اپنے پاس سے ایک آدمی کو بھیجدیں جو جا کر امام حسینؑ کو میرے حال کی خبر کر دے اور ان سے میری جانب سے کہدے کہ آپ اپنے اہل بیت کو لے کر واپس چلے جائیے۔ اور اہل کوفہ کے دھوکے میں نہ آئیے۔ کیونکہ وہ وہی آپ کے والد والے اہل کوفہ

ہیں جن سے وہ موت یا قتل سے انکی مفارقت کی آرزو کرتے تھے۔ ابن اشعث نے جواب دیا خدا کی قسم میں ایسا ضرور کر دونگا۔ اور جو کچھ مسلم نے کہا تھا وہی اس نے امام حسینؓ کو لکھ دیا۔ اس کا قاصد امام حسینؓ کو زبالہ میں ملا اور ان کو واقعات سے اطلاع دی۔ امام حسینؓ نے کہا کہ "خدا کی طرف سے جن جن مصائب کا نازل ہونا مقدر میں ہے ضرور نازل ہوں گے۔ ہم اللہ کے پاس اپنے نفوس اور اپنی امت کے فساد کا محاسبہ کریں گے"۔ امام حسینؓ کے مکے سے کوفے روانہ ہونے کا سبب یہ تھا کہ مسلم ابن عقیل نے خط کے ذریعے ان کو اٹھارہ ہزار آدمیوں کے بیعت کرنے کی اطلاع دی تھی۔ اور ان کو ترغیب دی تھی کہ کوفے چلے آئیں۔ غرضکہ محمد ابن اشعث مسلم کو ہمراہ لیکر قصر گیا۔ اور ان کو باہر چھوڑ کر عبیداللہ ابن زیاد کے پاس گیا۔ اور اس کو خبر دیکر کہا کہ مسلم کو امان دے دی گئی ہے۔ عبیداللہ نے کہا کیا تم اور کیا تمہاری امان ہم نے تم کو اس لئے نہیں بھیجا تھا کہ تم اس کو امان دو بلکہ اس غرض سے بھیجا تھا کہ تم اس کو ہمارے ہاں لے آؤ۔ محمد خاموش ہو گیا مسلم ابن عقیل نے قصر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے ٹھنڈے پانی کا ایک گھڑا دیکھ کر کہا کہ ذرا مجھے پانی پلا دو۔ جواب میں مسلم ابن عمر الباہلی نے کہا کہ ہاں دیکھا کیسا ٹھنڈا پانی ہے۔ خدا کی قسم جب تک تو جہنم میں گرم گرم پانی نہ پی لے گا تجھ کو اس ٹھنڈے پانی کا ایک قطرہ بھی چکھنے کو نہ ملیگا ابن عقیل نے پوچھا تم کون ہو۔ کہا میں وہ ہوں جس نے حق کو پہچانا۔ جبکہ تو اسے ترک کر چکا تھا۔ میں وہ ہوں جس نے امت اور امام کی خیر خواہی کی جبکہ تو نے ان سے غدر کیا۔ جس نے اطاعت و فرماں برداری کی جبکہ تو نے نافرمانی کی میں مسلم ابن عمرو الباہلی ہوں"۔ مسلم نے کہا کہ "خدا کرے تیری ماں کی کوکھ جل جائے تو کیسا ظالم اور سخت اور تیرا دل کیسا سنگین ہے۔ اے باہلہ کے بچے دوزخ کے گرم پانی اور نار جہنم کا تو مجھ سے زیادہ مستحق ہے"۔ اس کے بعد کہتے ہیں کہ عمارہ ابن عقبہ نے ٹھنڈا پانی منگا کر ایک پیالہ میں ڈال کر ان کو دیا۔ مگر جوں ہی کہ انھوں نے اس کو پینا شروع کیا وہ پیالہ خون سے بھر گیا۔ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ ابن عقیل نے کہا اگر میری قسمت میں ہوتا تو پی ہی لیتا۔ اس کے بعد وہ ابن زیاد کے پاس گئے۔ مگر اس کو امارت کا سلام نہ کیا۔ محافظ نے کہا کہ کیا تم نے امیر کو سلام نہیں کیا۔

مسلم ابن عقیل نے کہا اگر ابن زیاد مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو میرا اسلام اس کے لئے نہیں اور اگر قتل کرنا نہیں چاہتا تو اس پر بہت سے سلام ہیں۔ ابن زیاد نے کہا کہ خدا کی قسم تم ضرور قتل کئے جاؤ گے۔ مسلم نے پوچھا کیا ایسا ہی ہو گا۔ ابن زیاد نے کہا ہاں مسلم ابن عقیل نے کہا پھر مجھے اتنی اجازت دو کہ میں لوگوں کو وصیت کر دوں۔ کہا۔ ہاں کر دو۔ تب مسلم نے عمر بن سعد سے کہا کہ مجھ میں اور آپ میں قرابت ہے۔ مجھے آپ سے کچھ ضرورت ہے اور وہ خفیہ بات ہے۔ مگر اس نے اس کے ذکر کرنے کی اجازت نہیں دی ابن زیاد نے عمر سے کہا کہ تم اپنے برادر عم زاد کی حاجت کو نہ روکو۔ چنانچہ عمر اٹھ کر مسلم کے ساتھ ایک طرف کو گیا۔ اور مسلم نے اس سے کہا کوفہ میں مجھ پر قرض ہو گیا ہے جس کی مقدار سات سو درہم ہے وہ قرض تم اتار دینا اور میری لاش کو ابن زیاد سے مانگ کر دفن کر دینا اور امام حسینؓ کے پاس کسی ایسے شخص کو بھیجدینا جو ان کو راستے سے لوٹا دے۔ عمرو نے ابن زیاد سے کہا کہ مسلم نے یہ بات کہی ہے۔ ابن زیاد نے کہا کہ امین کبھی تجھ سے خیانت نہیں کرے گا اور بعض اوقات خائن آدمی بھی ایماندار سمجھا جایا کرتا ہے۔ جو کچھ تمھارا ہے وہ تمھارے ہی لئے ہے۔ اسے تم جو کچھ چاہے کرو۔ باقی رہے (امام) حسینؓ۔ اگر وہ ہمارے مقابلے میں نہ آئے تو ہم بھی ان کے مقابلے کے لئے نہ نکلیں گے۔ لیکن اگر وہ مقابلے کے ارادے سے ہماری طرف آئے۔ تو ہم الگ نہ رہینگے۔ اور مسلم کی لاش کے متعلق ہم تمھاری سفارش قبول نہیں کرتے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابن زیاد نے یہ کہا تھا کہ مسلم کی لاش کا کیا ذکر جب ہم مسلم کو قتل کر لیں گے تو ہمیں پروا نہیں کہ لاش کے ساتھ کیا کیا جاتا ہے۔ پھر مسلم ابن عقیل سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے ابن عقیل۔ لوگوں کا امر مجتمع اور ان میں اتفاق تھا۔ مگر تم نے آکر ان میں نفاق اور تفرقہ برپا کر دیا۔ مسلم نے کہا ہر گز نہیں۔ بلکہ اس شہر کے باشندوں کا یہ خیال ہے کہ تمھارے باپ نے ان کے بہترین آدمیوں کو قتل کیا۔ ان میں خونریزی کی۔ اور ان پر کسریٰ اور قیصر کی طرح حکومت کی اسی وجہ سے ہم یہاں آئے کہ ہم لوگوں میں عدل کے ساتھ حکومت کریں۔ اور کتاب اللہ اور سنت رسول (صلعم) کی دعوت دیں۔ ابن زیاد نے کہا کہ اے فاسق تو اور یہ کام۔ کیا ان لوگوں میں اس طرح کی حکومت نہیں ہو رہی تھی۔ جس زمانے میں

کہ تو مدینے میں شرابیں لنڈھایا کرتا تھا کہ حالانکہ شراب میں پیتا تھا؟ خدا کی قسم۔ خدا ہی جانتا ہے کہ تمھیں بھی یقین ہے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ اور یہ کہ میں ایسا نہیں ہوں جیسا کہ تم بیان کرتے ہو۔ بلکہ لوگوں میں بہ نسبت میرے شرب خمر کا سب سے زیادہ حق دار وہ شخص ہے۔ جو مسلمانوں کے خونوں میں دخل دیتا ہے۔ محض غصہ وعداوت کی بنا پر۔ خدائے تعالیٰ کی اُن جانوں کو قتل کرتا ہے جن کا قتل اس نے حرام فرمایا ہے۔ اور جو لہو ولعب میں اس طرح مشغول رہتا ہے۔ کہ گویا اس نے کچھ کیا ہی نہیں۔ ابن زیاد نے کہا کہ خدا ہی مجھکو قتل کرے اگر میں تجھ کو اس طرح پر قتل نہ کردوں۔ کہ کبھی اسلام میں کسی نے نہ کیا ہو مسلم نے کہا ہاں تو تم اس بات کے سب سے زیادہ حق دار ہو کہ اسلام میں جو بدعت کبھی نہیں ہوئی وہ تم ہی پیدا کرو۔ ہاں تم سوء قتل۔ قطع و برید کی قباحت۔ خبث سیرت اور بدبختی غلبہ کو نہیں چھوڑو گے۔ اور تم سے زیادہ کوئی شخص اس کا حق دار نہیں ہے۔ اس پر ابن زیاد نے مسلم۔ امام حسینؓ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور عقیل کو گالیاں دیں۔ مسلم نے اس سے کلام نہ کیا۔ پھر ابن زیاد کے حکم سے مسلم کو قصر کے اوپر لے گئے تاکہ ان کی گردن ماری جائے۔ اور سر کے ساتھ تن بھی پھینک دیا جائے مسلم نے ابن اشعث سے کہا کہ اگر تم امان نہ دیتے تو میں اس کے قبضے میں نہ آتا۔ اب تم اپنی تلوار میرے واسطے کھینچو۔ پھر مسلم کو قصر کے اوپر چڑھایا گیا۔ وہ استغفار و تسبیح کر رہے تھے ان کو اس مقام پر لیجا کر جہاں سے موضع حذائیں پیشِ نظر تھا گردن ماری گئی۔ ان کو بکیر ابن حمران نے قتل کیا۔ جس کو مسلم ہی نے زد وکوب کی تھی۔ پھر ان کے سر کے بعد ان کے جسم کو قصر کے نیچے ڈال دیا۔ جب بکیر نیچے اترا تو ابن زیاد نے اس سے پوچھا جس وقت تم لوگ اسے اوپر لئے جا رہے تھے تو وہ کیا کہہ رہا تھا۔ کہا کہ وہ تسبیح واستغفار کر رہے تھے۔ اور جب میں ان کو قتل کرنے لگا تو میں نے ان سے کہا کہ مجھ سے قریب آ جا۔ شکر ہے اس خدا کا جس نے مجھ کو قدرت اور اپنا بدلہ لینے کی طاقت عطا فرمائی۔ پھر میں نے ایک وار کیا۔ مگر اس سے کچھ نہ ہوا تو وہ کہنے لگے کہ اے غلام! کیا تیرے خون کا بدلہ اس ضرب میں نہیں ہوا۔ اس پر ابن زیاد نے کہا اچھا موت کے وقت بھی فخر۔ بکیر نے کہا کہ پھر میں نے ایک اور وار کیا اور اسے قتل کر دیا۔ پھر ابن اشعث نے اٹھ کر ابن زیاد سے ہانی کی سفارش کی اور کہا کہ آپ

اس کے اس مرتبے سے واقف ہیں جو اسے اس شہر میں اور خاندان میں حاصل ہے۔ اور اس کی قوم بھی جانتی ہے کہ میں اور میرے دونوں ساتھی اس کو تم تک کھینچ کر لائے تھے۔ میں تم کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔ کہ تم اس کو میری خاطر سے بخش دو۔ کیونکہ میں اسکی قوم کی عداوت سے اندیشہ رکھتا ہوں۔ ابن زیاد نے ایسا ہی کرنے کا وعدہ کیا۔ جب مسلم ابن عقیل کا وہ انجام ہوا جو ہوا۔ تو ابن زیاد کے حکم سے ہانی بھی بازار میں لاکر ابن زیاد کے ایک ترکی غلام کے ہاتھ سے قتل کرا دیا گیا۔ عبدالرحمن ابن حصین المرادی نے اس واقعہ کے بعد اس غلام کو مقام خازر پر ابن زیاد کے ہمراہ پایا اور قتل کر دیا۔

عبداللہ بن زبیر الاسدی (اور بقول بعض فرزدق) نے ہانی اور مسلم ابن عقیل کے قتل کے متعلق یہ اشعار کہے (ترجمہ):۔

"اگر تو نہیں جانتی کہ موت کیا چیز ہے تو ہانی کو بازار میں اور مسلم ابن عقیل کو دیکھ ہاں۔ اس بہادر کو دیکھ جس کے چہرے کو تلوار نے ریزہ ریزہ کر دیا تھا۔ اور دوسرا قتیل کوٹھے سے نیچے پھینک دیا گیا تھا۔" ان کے علاوہ اور بھی اشعار ہیں۔

ابن زیاد نے ان دونوں حضرات کے سروں کو یزید کے پاس بھیج دیا۔ یزید نے اس کو تشکر ئے کا خط لکھا۔ اور لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ حسینؓ نے عراق کا رخ کیا ہے۔ دیدبان لگا دو۔ اور اسلحہ خانے تیار کر لو۔ نگہبانی کرتے رہو۔ اور تہمت پر بھی لوگوں کو قید کر لو۔ صرف گمان ہی پر لوگوں کو پکڑ لو۔ البتہ یہ کرو کہ صرف اس شخص کو قتل کرو جو تم سے لڑے۔

کہتے ہیں کہ ابن عقیل کوفے کو اس دن چلے تھے کہ جب ۶۰ھ میں ماہ ذی الحجہ کی آٹھ راتیں گزری تھیں۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نوروز گزرے تھے کہتے ہیں کہ اُن کے ساتھ جانے والوں میں مختار ابن ابی عبید اور عبداللہ ابن حارث ابن نوفل تھے۔

ابن زیاد نے ان دونوں کو بلا کر قید کر دیا۔ اور مسلم ابن عقیل سے لڑنے والوں میں محمد ابن اشعث، شبث ابن ربعی التمیمی اور قعقاع ابن شور تھے۔ شبث کہنے لگا نصرت ہونے تک ان کے مقابلے میں چپ کھڑے رہو اس وقت یہ لوگ خود منتشر ہو جائیں گے اس پر قعقاع نے کہا کہ تو نے اُن کی پسپائی یا فرار کا راستہ تو مسدود ہی کر دیا ہے۔ انھیں راستہ دے تا کہ منتشر ہو جائیں۔

امام حسین رضؓ کے کوفے جانے کا بیان

کہتے ہیں کہ جب اہل کوفہ کے خطوط کے مطابق امام حسینؓ نے کوفے جانے کا ارادہ کیا تو عمر ابن عبدالرحمن ابن حارث ابن ہشام جو مکے میں تھا ان کے پاس آیا اور کہا کہ میں آپ کے پاس ایک ضرورت سے حاضر ہوا ہوں۔ جس کو میں آپ کی خیر خواہی کے لئے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ کی رائے ہو کہ آپ میری نصیحت کو مان لیں تو میں اسے بیان کر دوں۔ اور مجھ پر جو حق ہے اسے پورا کر دوں۔ لیکن اگر آپ کو یہ خیال ہو کہ آپ میری نصیحت نہیں سننا چاہتے تو میں اپنے ارادے سے باز آجاؤنگا۔ امام حسینؓ نے فرمایا کہ آپ بیان کیجئے۔ نہ میں آپ کو دغا باز سمجھتا ہوں اور نہ مجھے یہ گمان ہوتا ہے کہ آپ کسی خواہش کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں عمر ابن عبدالرحمن نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ عراق تشریف لیجانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ مجھے آپ کی وجہ سے خوف معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس شہر کو تشریف لے جا رہے ہیں جہاں اس شہر کے عمال اور امراء موجود ہیں۔ اور ان کے پاس بیت المال بھی ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ لوگ دینار و درہم کے بندے ہوتے ہیں۔ میں آپ کو بالکل امن میں نہیں سمجھتا۔ اور مجھے اندیشہ ہے کہ وہی لوگ جنھوں نے آپ کو مدد دینے کا وعدہ کیا ہے آپ سے لڑیں گے۔ اور جن لوگوں کے پاس آپ زیادہ محبوب ہیں وہی اس کے ساتھ آپ سے لڑنے والوں میں ہوں گے۔ امام حسینؓ نے فرمایا اے میرے برادر عمزاد۔ خدا تم کو جزائے خیر دے۔ مجھے معلوم ہے کہ تم میری خیر خواہی چاہتے اور عقل کی بات کرتے ہو۔ جو امر پیش آئے گا خواہ اس کو میں تمھاری رائے کے موافق کروں یا تمھاری رائے کو ترک کر دوں ہر حال میں تم میرے لئے نہایت قابل تعریف مشیر اور بہترین ناصح ہو۔

امام حسینؓ کے پاس عبداللہ ابن عباس آئے۔ اور کہا کہ لوگوں میں خبر گشت کر رہی ہے کہ آپ عراق تشریف لے جاتے ہیں۔ فرمائیے آپ کیا کرنیوالے ہیں۔ فرمایا میں آجکل میں روانہ ہو جاؤنگا۔ انشاءاللہ تعالے۔ ابن عباس نے کہا کہ میں آپ کے حق میں خدائے تعالے اسے پناہ مانگتا ہوں۔ خدا آپ پر رحم کرے۔ مجھے بتلائیے کہ کیا آپ ایسے لوگوں کے پاس جاتے ہیں جنھوں نے اپنے امیر کو قتل کیا۔ اپنے

بلاد کو مضبوط کیا اور اپنے دشمن کو جلاوطن کر دیا؟ اگر انھوں نے ایسا ہی کیا ہے تو
آپ وہاں تشریف لے جائیے۔ لیکن اگر انھوں نے اس حالت میں آپ کو دعوت
دی ہے کہ ان کا امیر ان ہی میں موجود ہے۔ اور ان پر دست قدرت رکھتا ہے۔
اور اس کے عمال اسے بلاد کا خراج ادا کرتے ہیں تو سمجھ جائیے کہ انھوں نے آپ کو
جنگ کے لئے بلایا ہے۔ مجھے خوف ہے کہ وہ آپ کو دھوکا دیں گے۔ آپ کو
جھٹلائیں گے۔ آپ کی مخالفت کریں گے۔ آپ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیں گے۔
اور آپ پر حملہ کریں گے۔ اس طرح وہ لوگ آپ کے لئے نہایت شدید اور سخت ہونگے۔
امام حسینؓ نے فرمایا کہ ہاں میں خدائے تعالےٰ سے طلب خیر کرتا ہوں۔ اور دیکھتا ہوں
کہ کیا ہوتا ہے۔ ابن عباس چلے گئے۔

پھر ابن زبیر آئے اور کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد کہنے لگے کہ میری سمجھ میں نہیں
آتا کہ ہم نے ان لوگوں کو کیوں چھوڑ رکھا ہے اور ہم کیوں ان سے الگ تھلگ ہیں ہم
مہاجرین کی اولاد ہیں اور ہم نہ وہ اس امر حکومت یا خلافت کے صحیح وارث یا اہل ہیں
مجھے بتائیے کہ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں امام حسینؓ نے فرمایا کہ میں نے کوفے جانے کے متعلق
اپنے دل سے باتیں کی ہیں۔ اور وہاں اپنی جماعت اور اشرف الناس کو لکھ چکا ہوں۔ اب
خدا سے طلب خیر کر رہا ہوں۔ ابن زبیر نے کہا کہ اگر آپ کی جماعت جیسی کوئی جماعت مجھے
بھی نصیب ہوتی تو میں وہاں سے نہ ہٹتا۔ اور پھر اس خوف سے کہ شاید امام کو ان پر کچھ شبہ
ہو کہنے لگے مگر ہاں اگر آپ حجاز ہی میں اقامت فرمائیں اور یہیں رہ کر آپ اس امر (خلافت)
کا ارادہ فرمائیں تو ہم آپ کی مخالفت نہ کریں گے۔ بلکہ آپ کی مساعدت کریں گے۔
اور آپ سے بیعت اور خیر خواہی کریں گے۔ امام حسینؓ نے جواب دیا کہ میرے والد نے
ایک مرتبہ مجھ سے کہا تھا کہ مکے میں ایک مینڈھا ہے جو مکے کی حرمت کو حلال کر دیگا۔
میں نہیں چاہتا کہ وہ مینڈھا میں ہو جاؤں۔ ابن زبیر نے کہا اگر آپ چاہیں تو یہیں
اقامت کریں اور مجھ ہی کو اپنے امر کا والی بنا دیں۔ اور یقین رکھئے کہ آپکی اطاعت کیجائیگی۔
نافرمانی نہ ہوگی۔ فرمایا کہ میں یہ بھی نہیں چاہتا۔ اس کے بعد وہ دونوں حضرات خفیہ طور پر کلام کرنے لگے۔
پھر امام حسینؓ نے وہاں کے دیگر حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ تم لوگ جانتے ہو کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔
انھوں نے کہا کہ خدا کرے کہ ہم آپ پر قربان ہوں۔ ہم کو معلوم نہیں کہ وہ کیا

کہتے ہیں۔ فرمایا کہ وہ کہتے ہیں کہ تم یہیں اس مسجد میں مقیم رہو۔ میں تمہارے لئے آدمی جمع کردونگا
پھر انھوں نے ابن زبیر سے کہا خدا کی قسم۔ بہ نسبت اس کے میں یہیں قتل ہوں مجھے
یہ بات پسند ہے کہ اس سے ایک بالشت باہر نکل کر قتل ہوں۔ اور اس سے کہ ایک
بالشت باہر قتل ہوں یہ زیادہ مرغوب ہے کہ اس شہر سے دو بالشت باہر قتل
ہوں۔ خدا کی قسم اگر میں ان حشرات الارض میں سے کسی کے سوراخ میں ہوں
تو وہ مجھے نکال لے جائیں گے تاکہ میرے ذریعے سے ان کی حاجت برآری ہوجائے
واللہ وہ مجھ پر اسی طرح زیادتی کریں گے جس طرح یہود نے یوم سبت کے بارے
میں کی تھی۔ ابن زبیر اٹھ کر چلے گئے۔ امام حسینؓ نے فرمایا کہ ابن زبیر کو دنیا کی کوئی چیز
اس سے زیادہ عزیز نہیں کہ میں حجاز سے چلا جاؤں۔ تاکہ یہ شہر ان کے لئے خالی
ہو جائے۔

اسی دن شام کے وقت یا شاید دوسری صبح کو ابن عباسؓ امام حسینؓ
کے پاس آئے اور کہا کہ اے برادر عمزاد میں چاہتا ہوں کہ صبر کروں۔ مگر صبر
نہیں آتا۔ مجھے آپ کے متعلق اس امر میں ہلاک اور استیصال کا خوف ہے
اہل عراق ایک غدار قوم ہیں۔ آپ ہرگز ان کے قریب نہ جائیے۔ بلکہ اسی شہر
میں مقیم رہئے۔ کیونکہ آپ اہل حجاز کے سردار ہیں۔ اگر اہل عراق جیسا کہ ان کا خیال
ہے آپ کو چاہتے ہیں تو آپ ان کو یہ تحریر فرمائیے کہ وہ اپنے عامل اور دشمن
کو شہر سے نکال دیں۔ تب آپ وہاں تشریف لے جائیے۔ لیکن اگر آپ ہی یہاں سے
جانا چاہتے ہیں تو یمن جائیے۔ کیونکہ وہاں قلعہ اور گھاٹیاں ہیں۔ وہ ایک عریض
اور طویل سرزمین ہے۔ اور آپ کے والد کی جماعت وہاں موجود ہے۔ آپ
لوگوں سے الگ تھلگ رہیں گے اور وہاں سے آپ لوگوں کو لکھیں۔ پیغام
بھیجیں اور اپنے داعیوں کو پھیلا دیں۔ مجھے امید ہے کہ ایسا کرنے
سے جو کچھ آپ چاہتے ہیں عافیت سے حاصل ہو جائے گا۔ امام حسینؓ
نے فرمایا اے برادر عمزاد۔ بخدا میں جانتا ہوں کہ آپ ناصح مشفق ہیں۔
مگر میں ارادہ کر چکا ہوں اور سامان سفر بھی فراہم ہو چکا ہے ابن عباس
نے کہا خیر آپ جاتے ہی ہیں تو اپنی ازواج اور صاحبزادیوں کو ہمراہ

نہ لے جائیے۔ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ جیسے حضرت عثمانؓ شہید ہوئے۔ اور ان کی ازواج واولاد ان کو دیکھ رہی تھی کہیں وہی حال آپ کا بھی نہ ہو۔ مجھے قطعی یقین ہے کہ آپ حجاز سے باہر نکل کر ابن الزبیر کی آنکھیں ٹھنڈی کرتے ہیں کیونکہ آپ کے موجود ہونے سے کوئی شخص ان کی طرف نگاہ نہیں کرتا قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کہ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ اگر میں آپ کے بال اور پیشانی کو پکڑ لوں تاکہ لوگ ہمارے خلاف جمع ہو جائیں اور آپ میری بات مان لیں اور یہاں ٹھیر جائیں تو میں ضرور ایسا ہی کروں۔ پھر ابن عباس ان کے پاس سے چلے آئے۔ اور جب ابن زبیر کے پاس سے گذرے تو ان سے کہا کہ اے ابن زبیر اب آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں۔ اور یہ اشعار پڑھے۔ (ترجمہ)۔

"اے سبزہ زار والے چکاوک! اب تو تیرے لئے فضا خالی ہو گئی ہے اب تو انڈے دے اور چہچہا اور جس طرح چاہے بول"۔

اور کہا کہ "حسین عراق کی طرف جاتا ہے اور حجاز کو تیرے لئے چھوڑے جاتا ہے"۔

کہتے ہیں کہ امام حسینؓ کہا کرتے تھے۔ خدا کی قسم جب تک یہ لوگ میرے جسم میں سے جان نہ نکال لیں گے مجھے چین سے نہ بیٹھنے دیں گے۔ مگر جب وہ ایسا کریں گے تو خدائے تعالےٰ ان پر ایک ایسا شخص مسلط فرمائے گا کہ جو ان کو عورت کے حیض کے چیتھڑوں سے زیادہ ذلیل وخوار کر دے گا۔

غرضکہ امام حسینؓ یوم ترویہ کو مکے سے روانہ ہوئے عمرو بن سعید بن العاص نے جو یزید کی جانب سے حجاز کے امیر تھے اپنے بھائی یحییٰ کے ساتھ چند سوار بھیجے۔ جو انھیں راستے میں ملے اور ان کے آگے بڑھنے میں مزاحم ہوئے۔ انھوں نے انکار کیا اور آگے بڑھے چلے گئے۔ نوبت بہ ایں جا رسید کہ طرفین میں مار پیٹ کی نوبت آئی۔ آخر امام حسینؓ اور ان کے ہمراہی غالب آئے۔ اور آگے کو روانہ ہو گئے۔ راستہ میں مقام تنعیم پر سے گذرے۔ یہاں امام حسینؓ نے ایک قافلہ دیکھا جو یمن سے آرہا تھا۔ اور جسے بحیر بن ریسان نے (جو یزید کی طرف سے یمن کا والی تھا۔ اور اونٹوں پر ورس (گھانس یا تخم) جس سے زرد رنگ نکالا جاتا ہے

اور کپڑے لدے ہوئے تھے) یزید ابن معاویہ کیطرف روانہ کیا تھا۔ امام حسین رض نے اس قافلے کو پکڑ لیا۔ اور اونٹ والوں سے کہا کہ تم میں سے جو شخص ہمارے ہمراہ عراق جانا چاہتا ہے ہم اسے پورا پورا کرایہ دینگے۔ اس سے حسن صحبت سے پیش آئیں گے اور جو ہم سے علیحدہ ہونا چاہے گا ہم اسکے کرائے کا حصہ ادا کر دیں گے۔ چنانچہ ان میں سے جو جدا ہو گئے ان کو ان کا حق دے دیا اور جو آن کے ہمراہ روانہ ہوئے ان کو کرایہ ادا کر دیا اور پہننے کو کپڑے دئیے۔ پھر وہاں سے روانہ ہوئے۔ اور جب مقام صفاح پر پہنچے تو فرزدق شاعر ان سے ملا۔ اس نے کہا کہ خدائے تعالےٰ آپ کی خواہش اور امید کو آپ کے دلخواہ عطا فرمائے امام حسین رض نے اس سے دریافت کیا کہ تم جن لوگوں کے ہاں سے آرہے ہو ان کی کیا خبر ہے۔ اس نے کہا آپ نے باخبر شخص سے حال پوچھا۔ لوگوں کے قلوب آپ کے لئے ہیں۔ مگر تلواریں بنوامیہ کے ساتھ ہیں۔ فیصلہ آسمان سے نازل ہوگا۔ اور اللہ جو کچھ چاہے گا کریگا امام حسین رض نے کہا تم سچ کہتے ہو۔ امر خدا ہی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جو کچھ چاہے کرے۔ ہمارا رب ہر روز ایک نئی ہی شان میں ہوتا ہے۔ اگر ہماری خواہش کے مطابق فیصلہ نازل ہوا تو ہم خدا کا شکر کریں گے۔ اور اس ادائے شکر میں بھی وہی مدد دینے والا ہے۔ اور اگر قضاء امید کے مابین حائل ہو گئی۔ تو جس شخص کی نیت حق پر ہے اور جس کی طبیعت میں تقویٰ ہے اس نے ظلم نہیں کیا۔ ؎

امام حسین رض کو عبداللہ بن جعفر کا خط ان کے دونوں فرزند عون اور محمد کیساتھ راستے میں مل گیا۔ خط میں لکھا تھا۔ اَمَّا بعد۔ میں آپ سے خدا کا واسطہ دیکر درخواست کرتا ہوں کہ آپ میرا یہ خط پڑھتے ہی واپس آجائیے۔ کیونکہ مجھے اس بارے میں آپ کی ہلاکت اور آپ کے اہل بیت کے استیصال کا خوف ہے۔ اگر آپ ہلاک ہو گئے تو زمین کا نور بجھ جائے گا۔ کیونکہ آپ مہتدین کے سردار اور مومنین کی امید ہیں۔ آپ روانگی میں جلدی نہ کیجئے۔ میں اپنے خط کے پیچھے پیچھے آرہا ہوں۔ والسلام۔ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن جعفر عمرو ابن سعید (جو یزید کی طرف سے مکے کا عامل تھا) کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ تم امام حسین رض کے نام ایک خط لکھ دو جس میں ان سے امان کا وعدہ کرو۔ ان کو حسن سلوک اور صلۂ رحم کی امید دلا کر واپس آجانے کے لئے کہو۔ عمرو نے ایسا ہی کیا خط کو اپنے بھائی یحییٰ ابن سعید

اور عبداللہ ابن جعفر کے ہاتھ روانہ کر دیا۔ ان دونوں نے حضرت امام حسینؓ کو راستے میں جا لیا۔ وہ خط انھیں پڑھکر سنایا اور جد وجہد کی کہ وہ واپس ہو جائیں۔ مگر انھوں نے نہ مانا۔ اور عذر دں کے علاوہ انھوں نے یہ بھی کہا کہ میں نے ایک خواب میں رسول اللہ صلعم کو دیکھا ہے۔ انھوں نے مجھے حکم دیا ہے جس کو میں ضرور پورا کرونگا خواہ وہ میرے خلاف پڑے یا موافق۔ ان دونوں صاحبوں نے پوچھا کہ وہ کیا خواب ہے۔ کہا کہ نہ میں نے ابتک وہ خواب کسی سے بیان کیا ہے اور نہ کرونگا۔ یہاں تک کہ میں خدا سے جا ملوں۔

جب ابن زیاد کو امام حسینؓ کے مکے سے روانہ ہو جانے کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے صاحب شرط حصین ابن نمیر التیمی کو روانہ کیا اس نے قادسیہ پہنچکر اپنی سپاہ کو ایک طرف قادسیہ اور خفان کے اور دوسری طرف قادسیہ اور قطقطانہ اور کوہ لعلع کے درمیان پھیلا دیا۔ جب امام حسینؓ مقام حاجر میں پہنچے تو قیس ابن مسہر الصیداوی کے ہاتھ اہل کوفہ کے نام ایک خط دے کر روانہ کیا۔ جس میں ان کو اپنے آنے کی اطلاع اور اپنے کام میں پوری کوشش کرنے کی ہدایت کی۔ قیس قادسیہ پہنچے تو حصین نے ان کو گرفتار کر لیا۔ اور ابن زیاد کے پاس بھیج دیا اس نے ان سے کہا کہ قصر کے اوپر چڑھ جاؤ اور حسین ابن علی (رضی اللہ عنہما) کذاب ابن کذاب (نعوذ باللہ) پر سب وشتم کرو۔ قیس اوپر چڑھ گئے اور خدائے تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد کہا کہ یہ حسین ابن علی (رضی اللہ عنہما) تمام خلق میں بخدا بہترین آدمی ہیں۔ وہ فاطمہ بنت رسول کے صاحبزادے ہیں۔ میں تمھارے پاس ان کا قاصد بنکر آیا ہوں۔ اور ان سے حاجر میں جدا ہوا تھا۔ ان کی دعوت قبول کرو۔ اس کے بعد انھوں نے ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت بھیجی۔ اور حضرت علیؓ کے لئے دعائے استغفار کی۔ ابن زیاد کے حکم سے ان کو قصر کے نیچے پھینک دیا گیا۔ اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

ادھر امام حسینؓ برابر کوفے کی طرف چلے جا رہے تھے۔ اہل عرب کے ایک چشمے پر پہنچکر ان کو عبداللہ ابن مطیع ملے۔ جو ان کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور کہنے لگے کہ اے ابن رسول اللہ (صلعم) میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپ

کیسے آئے ہیں۔ یہ کہکر وہ ان کو اپنے مکان پر لے گئے۔ اور خاطر تواضع سے
پیش آئے۔ امام حسینؓ نے اپنے ورود کے وجوہ و اسباب سے ان کو مطلع کیا تو عبداللہ
نے کہا کہ اے ابن رسول (صلعم) میں آپ کو حرمت اسلام کی قسم دیتا ہوں
کہ آپ اس ارادے سے باز آئیے۔ میں آپ کو حرمت قریش اور حرمت عرب
کا واسطہ دیتا ہوں۔ خدا کی قسم اگر آپ وہ چیز طلب فرمائیں گے جو بنوامیہ کے
ہاتھ میں ہے تو وہ ضرور آپ کو قتل کر دینگے۔ اور اگر ان لوگوں نے آپ کو
قتل کر دیا تو آپ کے بعد کبھی کسی شخص سے نہ ڈریں گے۔ آپ کو حرمت اسلام حرمت
قریش اور حرمت عرب کی قسم ہے ایسا نہ کیجئیگا۔ اور کوفے جا کر اپنے آپ کو بنوامیہ
کے ہاتھوں میں نہ ڈالئے۔ مگر امام حسینؓ نے انکار کر دیا
اور جانے کا عزم ظاہر کیا۔

زہیر ابن قین البجلی (جو عثمانی جماعت میں سے تھے) حج کر کے واپس ہوئے
تو راستے میں ان کو امام حسینؓ کے ساتھ ہم سفر ہونا پڑا مکے ہی سے وہ ان کے ساتھ
سفر کرتے تھے۔ لیکن منزل میں ان کے خیمے کے پاس خیمہ زن نہ ہوتے تھے
ایک دن امام حسینؓ نے ان کو بلایا گو کہ ان کو یہ دعوت بہت شاق گذری مگر طوعاً و کرہاً
امام حسینؓ سے ملنے آئے۔ اور جب واپس آئے تو اپنا اسباب امام حسینؓ کے اسباب کے پاس منتقل
کر دیا۔ اور اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ تم میں سے جو چاہے میرا ساتھ دے۔ ورنہ یہ اب آخری
ملاقات ہے میں تم لوگوں کو ایک بات سناتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ہم بلنجر میں جنگ
کر رہے تھے۔ ہم نے فتح پائی۔ اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ جس سے ہم خوش
ہوئے۔ سلمان فارسی ہمارے ساتھ تھے۔ انھوں نے فرمایا کہ جب تم شباب آل محمد
(صلعم) کو پاؤ گے۔ اور اس کے ساتھ مل کر جنگ کرو گے تو تم کو آج کے اس
مال غنیمت کے ملنے سے بھی زیادہ خوشی حاصل ہوگی۔ لہٰذا میں تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔
پھر انھوں نے اپنی زوجہ کو طلاق دی اور کہا کہ تم اپنے اہل میں چلی جاؤ۔ میں نہیں چاہتا
کہ تم کو میرے سبب سے سوائے خیر و برکت کے اور کچھ نصیب ہو۔ وہ امام حسینؓ
کے ہمراہ رہے تا آنکہ ان کے ساتھ شہید ہوئے۔

امام حسینؓ کو ثعلبیہ میں مسلم ابن عقیل کے قتل کی خبر ملی تو ان کے ایک ہمراہی نے

ان سے کہا کہ ہم آپ کو خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہ آپ یہاں سے واپس لوٹ جائیں۔ کیونکہ کوفے میں نہ کوئی آپ کا مددگار ہے اور نہ آپ کی جماعت ہے۔ بلکہ ہم کو یہ خوف ہے۔ کہ وہ لوگ آپ کی مخالفت کریں گے۔ اس پر بنو عقیل ایک دم سے جوش میں آکر کھڑے ہوئے۔ اور بولے خدا کی قسم ہم یہاں سے نہ ٹلینگے۔ جب تک کہ ہم اس کا بدلہ نہ لے لیں۔ یا اسی مصیبت کو نہ چکھ لیں جو مسلم نے چکھی ہے۔ امام حسینؓ نے فرمایا کہ ان لوگوں کے بعد زندگی میں پھر کوئی بھلائی نہیں۔ ان کے کسی ہمراہی نے کہا کہ بخدا آپ مسلم ابن عقیل کی طرح نہیں۔ اگر آپ کوفے تشریف لے جائیں تو لوگ بہ نسبت ان کے آپ کے پاس جلدی آئیں گے۔ پھر وہ سب روانہ ہو کر زبالہ پہنچے۔ جس پانی پر آپ کا گذر ہوتا تھا وہاں کے لوگ ہمراہ ہو جاتے تھے زبالہ تک یہی حالت رہی جہاں امام حسینؓ کو اپنے رضاعی بھائی عبداللہ ابن بقطر کے قتل کی خبر ملی جن کو انھوں نے راستے میں سے مسلم ابن عقیل کی طرف روانہ کیا۔ جب کہ ان کو مسلم ابن عقیل کے قتل سے آگاہی نہ ہوئی تھی۔ واقعہ یہ ہوا کہ عبداللہ ابن بقطر کو حصین ابن نمیر کے سواروں نے پکڑ کر ابن زیاد کے پاس پہنچا دیا۔ اس نے ان سے کہا کہ "قصر کے اوپر چڑھ جاؤ اور کذاب ابن کذاب (معاذ اللہ) پر لعنت کرو۔ پھر نیچے اتر آؤ۔ تب میں دیکھونگا کہ تمہارے متعلق کیا رائے ہے"۔ چنانچہ وہ اوپر چڑھ گئے اور وہاں سے لوگوں کو امام حسینؓ کے آمد کی اطلاع دی اور زیاد اور ابن زیاد پر لعنت بھیجی۔ اس پر ان کو قصر سے گرا دیا گیا۔ جس سے ان کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ مگر ابھی جان کی کچھ رمق باقی تھی کہ عبدالملک ابن عمیر اللخمی نام ایک شخص نے آگے بڑھ کر ان کو ذبح کر دیا۔ اور جب اس کے اس فعل کو عیب ناک کہا گیا تو اس نے کہا کہ میں نے یہ اس ارادے سے کیا تھا کہ اسے تکلیف سے راحت دوں۔ بعض راویوں کا بیان ہے کہ قتل کرنے والا شخص عبدالملک ابن عمیر نہیں۔ بلکہ اس کا کوئی ہمشکل شخص تھا۔ غرضکہ جب امام حسینؓ کو اپنے برادر رضاعی اور مسلم ابن عقیل کے قتل کی خبر ہوئی۔ تو انھوں نے لوگوں کو اس سے اطلاع دی اور کہا کہ ہماری جماعت نے ہم کو چھوڑ دیا ہے۔ جو ہمارے پاس سے چلا جانا چاہتا ہے وہ چلا جائے۔ اس پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ چنانچہ وہ لوگ دائیں اور بائیں منتشر ہو گئے۔ اور صرف وہی اشخاص ان کے ہمراہ رہ گئے۔ جو مکے ہی سے ان کے ہمراہ آئے تھے۔ امام حسینؓ نے ایسا اس لئے

کیا۔ ان کو معلوم تھا کہ بدویوں نے یہ گمان کرلیا ہے کہ وہ ایسے شہر کو جارہے ہیں۔ جہاں کے باشندوں نے مضبوطی کے ساتھ ان کی اطاعت کرلی ہے۔ لہٰذا امام حسینؓ نے چاہا تاکہ وہ انھیں اس خطرے سے آگاہ کردیں جس کی طرف وہ جارہے ہیں۔

پھر وہاں سے چلے اور بطن عقبہ میں اترے۔ وہاں ان کو ایک عرب شخص ملا۔ جس نے ان سے کہا کہ میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ واپس چلے جائیے۔ خدا کی قسم آپ کو وہاں جاکر نیزوں اور تلواروں کی دھاروں سے سابقہ پڑے گا۔ یہ لوگ جنھوں نے آپ کو بلایا ہے۔ اگر وہ آپ کو جنگ وقتال کی مصیبت سے بچالیتے۔ اور تمام باتوں کو آپ کے لئے پہلے درست کرلیتے۔ تب آپ ان کے ہاں جاتے تو کچھ بات بھی تھی۔ اگر حالت یہی ہے جو بیان کی گئی ہے تو میری رائے نہیں کہ آپ ایسا کریں۔ فرمایا کہ جو کچھ تم کہتے ہو وہ مجھ سے پوشیدہ نہیں لیکن اللہ عزّ وجلّ کا کوئی امر مغلوب نہیں کیا جاسکتا۔ یہ کہہ کر وہاں سے روانہ ہوگئے

متعدد واقعات کا بیان

اس سال عمرو ابن سعید الاشدق (جو مکے اور مدینے کے عامل تھے) نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔

اس سال جرید الاسلمی نے انتقال کیا۔ یہ صحابی تھے۔ اور امیر معاویہ کے زمانے میں حارثہ ابن نعمان الانصاری نے انتقال کیا۔ جو جنگ بدر میں شریک تھے۔ ان ہی کے زمانے میں دحیہ ابن خلیفۃ الکلبی نے بھی انتقال کیا۔ وہ وہ تھے جن کی صورت میں جبرئیل وحی لے کر نازل ہوتے تھے۔ ان کی خلافت کے شروع میں رفاعہ ابن رافع بن مالک ابن عجلان الانصاری بھی فوت ہوئے۔ وہ جنگ بدر میں لڑے تھے۔ اور حضرت علیؓ کے ساتھ جمل اور صفین میں شریک تھے۔ امیر معاویہ ہی کے زمانے میں عمرو بن امیۃ الضمری مدینے میں فوت ہوئے۔ ان ہی کے عہد میں عثمان ابن حنیف الانصاری۔ عثمان ابن ابی العاص الثقفی۔ اور عقبان ابن مالک الانصاری نے بھی انتقال کیا۔ موخر الذکر صاحب جنگ بدر میں شریک تھے۔

علیٰ ہذا القیاس سہل ابن خنظلیہ یعنی ابن ربیع الانصاری نے دمشق میں پھر ۵۷ھ کے بعد سائب بن ابی وداعۃ السہمی۔ سراقہ بن عمرو الانصاری اور آغاز حکومت میں زیاد ابن لبید الانصاری نے انتقال کیا۔ دونوں موخرالذکر جنگ بدر میں شریک تھے۔ ان ہی کے زمانے میں معقل ابن یسار مزنی کا انتقال ہوا جن کی طرف بصرے کی نہر معقل منسوب ہے۔ اور بعض کا خیال ہے کہ ان کا انتقال یزید کے زمانے میں ہوا۔ امیر معاویہ ہی کے زمانے میں ناجیہ بن جندب ابن عمیر (جو رسول اللہ صلعم کی قربانی کے اونٹوں کے داروغہ تھے) اور نعیمان ابن عمرو ابن رفاعۃ الانصاری بھی فوت ہوئے۔ نعیمان وہی صاحب ہیں جن کے مزاج میں مزاح و تمسخر تھا۔ اور جنگ بدر میں لڑے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ نہیں بلکہ ان کے صاحبزادے فوت ہوئے تھے۔

امیر معاویہ کے آخری زمانے میں عبداللہ ابن مالک بن جہینہ صحابی کا انتقال ہوا۔

اسی سال عبداللہ ابن مُغفّل ابن عبدغنم المزنی بصرے میں فوت ہوئے۔

امیر معاویہ کے زمانے ہی میں ہند ابن جاریہ ابن ہند الاسلمی اور ۶۰ھ میں حکیم ابن حزام (جن کی عمر ایک سو بیس سال کی تھی جن میں سے ساٹھ برس جاہلیت میں اور ساٹھ سال اسلام میں گذرے تھے) نے بھی انتقال کیا۔

اسی سال اور بقول بعض ۶۵ھ میں ابو اُسید الساعدی نے جن کا نام مالک ابن ربیعہ تھا انتقال کیا۔ وہ جنگ بدر میں شریک تھا۔ اور جنگ بدر کے حاضرین میں یہ سب سے آخری صاحب ہیں جو فوت ہوئے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کا انتقال ۳۰ھ میں ہوا۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے۔

امیر معاویہ کے عہد حکومت کے آغاز میں۔ ابو بُردہ ہانی بن نیار البلوی (جو انصار کے حلیف اور عقبہ اور بدر میں اور حضرت علیؓ کی تمام جنگوں میں شریک تھے) اور ابو ثعلبہ الخشنی نے بھی انتقال کیا۔ ابو ثعلبہ صحابی تھے۔ اور کہتے ہیں کہ ان کی وفات ۷۵ھ میں ہوئی۔ ان ہی کے زمانے میں ابو جہم ابن حذیفۃ العدوی القریشی نے آخر ایام میں وفات پائی۔ کہتے ہیں کہ وہ ابن زبیر کے زمانے میں کعبہ کی تعمیر میں موجود تھے اور جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کی تھی اس وقت بھی موجود تھے۔ امیر معاویہ کے آغاز ایام میں معیق

سہل کے والد ابوحثمۃ الانصاری نے آخر ایام میں ابوقیس الجہنی نے جو فتح مکہ کے وقت موجود تھے اور ۶۰ھ میں (اور بقول بعض اس سے قبل ہی شہید ہوگئے تھے) صفوان ابن معطل السلمی نے سمیساط میں انتقال کیا۔

اسی سال کلابیہ نے بھی انتقال کیا۔ جنھوں نے رسول اللہ صلعم سے پناہ مانگی تھی اور آنحضرت نے ان سے نکاح کر لیا تھا اور پھر ان سے مفارقت کر لی تھی ان کو جنون لاحق ہوگیا تھا۔

اسی سال بلال ابن حارث المزنی ابوعبدالرحمٰن بھی فوت ہوئے۔

امیر معاویہ کے آخری ایام میں وائل ابن حجر الحضرمی اور ابو ادریس الخولانی نے بھی انتقال کیا۔

سنہ ۶۱ھ کے واقعات

امام حسینؓ کی شہادت کا بیان

جب امام حسینؓ چشمہ شراف سے روانہ ہوئے تو دوپہر کے وقت ان کے کسی ہمراہی نے "اللہ اکبر" کا نعرہ مارا۔ امام حسینؓ نے اس سے پوچھا کہ تم نے تکبیر کیوں کہی۔ کہا میں نے کھجور کے درخت دیکھے۔ بنواسد کے دو آدمیوں نے کہا کہ اس سرزمین میں کھجور کا درخت نہیں ہوتا۔ امام حسینؓ نے کہا تو پھر یہ کیا ہے۔ ان دونوں نے کہا کہ ہمیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قراول کے گھوڑے ہیں اور کچھ نہیں۔ کہا ہاں ٹھیک ہے۔ میں بھی یہی دیکھتا ہوں۔ پھر ان دونوں سے پوچھا۔ یہاں کوئی ایسی پناہ کی جگہ نہیں ہے۔ جہاں ہم پناہ لے لیں اور اسے اپنے پشت پر رکھ کر صرف ایک طرف سے قوم کا سامنا کریں۔ ان دونوں نے کہا کہ جی ہاں یہ آپ کے بائیں ہاتھ کو ذراہٹ کر ذوحشم کا پہاڑ واقع ہے۔ اگر آپ لوگوں سے پہلے وہاں پہنچ جائیں تو آپ اسے اپنی مرضی کے مطابق مقام پائیں گے......... اور حضرت امام حسینؓ اس پہاڑ کی طرف مڑے کہ اتنے میں رسالہ نظر پڑا جو آپ پر بڑھا آرہا تھا۔ مگر آپ ان سے پہلے ہی پہاڑ پر پہنچ گئے۔ اس کے بعد وہ لوگ بھی آئے۔ وہ ایک ہزار سوار تھے۔

اور حُر ابن یزید التمیمی ثم الیربوعی کے ماتحت تھے۔ وہ لوگ عین دوپہر کے وقت امام حسینؓ اور ان کے ہمراہیوں کے سامنے آکر ٹھیرے۔ امام حسینؓ نے اپنے ہمراہیوں اور جوانوں سے کہا کہ سب لوگوں کو پانی پلاؤ۔ اور گھوڑوں کو بھی اچھی طرح سیراب کر دو۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ حُر قادسیہ سے آرہے تھے۔ ان کو حصین ابن نمیر التمیمی نے ایک ہزار آدمی دیکر امام حسینؓ کے مقابلے کے لئے روانہ کیا تھا۔ وہ اسی طرح امام حسینؓ کے سامنے کھڑے رہے حتیٰ کہ ظہر کا وقت آگیا۔ امام حسینؓ نے مؤذن کو اذان کہنے کا حکم دیا۔ اور اس نے اذان کہی۔ پھر امام صاحب ان لوگوں کے پاس گئے۔ اور خدائے تعالےٰ کی حمد وثناء کے بعد کہا کہ اے لوگو۔ یہ خدائے تعالیٰ کی طرف اور تمھاری طرف معذرت ہے۔ میں تمھارے پاس اسی وقت آیا ہوں کہ جب مجھے تمھارے خطوط اور قاصد ملے اور مجھ سے کہا کہ ہمارے ہاں آؤ۔ ہمارے لئے کوئی امام نہیں ہے۔ اور ممکن ہے کہ خدائے تعالےٰ ہمیں آپ کے ذریعے سے ہدایت فرمائے۔ اب میں تمھارے پاس آگیا ہوں۔ اب اگر تم مجھ کو ایسے وعدے دو جن سے مجھ کو اطمینان ہو جائے۔ تو میں تمھارے شہر کو چلتا ہوں۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا یا تم نے میرے آنے سے کراہت کی تو میں تمھارے پاس سے وہیں چلا جاؤنگا جہاں سے آیا ہوں۔ وہ لوگ خاموش ہوگئے اور مؤذن سے کہا کہ اقامت کہو۔ اس نے اقامت کہدی۔ امام حسینؓ نے حر سے کہا کہ کیا تم اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نماز ادا کرنا چاہتے ہو۔ کہا نہیں بلکہ آپ نماز پڑھئے اور ہم آپ ہی کے ساتھ نماز ادا کریں گے۔ چنانچہ امام حسینؓ نے نماز پڑھائی۔ جب وہ اندر گئے تو ان کے ہمراہی ان کے پاس جمع ہوگئے۔ اور حُر اپنے مقام کو واپس چلے گئے۔ پھر امام حسینؓ نے ان کے ساتھ نماز عصر بھی ادا کی۔ اور ان کی طرف رخ کرکے خدائے تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد کہا کہ:۔ اَمَّا بَعْدُ۔ اے لوگو! اگر تم خدا کا خوف کرو اور اہل حق کے حق کو پہچانو تو یہ امر خدا کی نہایت درجہ خوشنودی کا باعث ہوگا۔ اور ہم کہ اہل بیت رسول اللہ ہیں اس امر کے والی ہونے کے زیادہ حقدار ہیں بہ نسبت ان لوگوں کے جو ایسے امر کے مدعی ہیں جس کا انھیں کوئی حق نہیں ہے۔ اور تم لوگوں میں جور اور ظلم سے برتاؤ کرتے ہیں اور اگر تم کو ہم سے کراہیت ہے اور ہمارے

لئے حق شناسی نہیں کرتے اور تمہاری رائے اس رائے کے خلاف ہے جو تمہارے خطوط اور قاصدوں نے ظاہر کیا تو میں تمہارے پاس سے چلا جاؤ نگا۔ حُر نے کہا کہ خدا کی قسم ہمیں ان قاصدین اور خطوط کی خبر نہیں جن کا آپ ذکر کر رہے ہیں۔ امام حسینؓ نے دو خرجئیں نکالیں جو خطوط سے پُر تھیں اور ان سب کو ان کے سامنے بکھیر دیا۔ حُر نے کہا کہ ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جنھوں نے آپ کو یہ خط لکھے ہیں۔ ہم کو تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے جدا نہ ہوں جب تک کہ آپ کو ہمراہ لیکر عبیداللہ ابن زیاد کے پاس کوفے نہ پہنچ جائیں۔ امام حسینؓ نے فرمایا کہ بہ نسبت اس کے موت تم سے زیادہ قریب ہے اور یہ کہکر اپنے ہمراہیوں کو سوار ہو کر واپس چلنے کا حکم دیا۔ حُر نے مزاحمت کی تو امام حسینؓ نے فرمایا خدا کرے تیری ماں کی کوکھ جل جائے۔ تو کیا چاہتا ہے۔ حُر نے کہا کہ خدا کی قسم اگر آپ کے سوا کوئی اور شخص یہ کلمہ کہتا تو میں بھی اس کی ماں کو ایسی ہی بد دعا دیتا۔ پھر خواہ وہ کوئی ہی ہوتا۔ مگر بخدا میں آپ کی ماں کا ذکر بجز اس کے کہ بہترین طریقے سے کروں اور کوئی سبیل نہیں پاتا۔ امام حسینؓ نے فرمایا اچھا تم کیا چاہتے ہو۔ حُر نے جواب دیا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کو ابن زیاد کے پاس لے چلوں۔ امام حسینؓ نے کہا کہ تب تو خدا کی قسم میں تمہاری پیروی نہ کرونگا۔ حر بولے پھر تو میں بھی بخدا آپ کو نہ چھوڑ ونگا۔ وہ اسی طرح آپس میں کلام کرتے رہے۔ پھر حُر نے کہا کہ مجھے آپ سے لڑنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ بلکہ مجھے یہ حکم ہے کہ جب تک آپ کو لے کر کوفے نہ پہنچ جاؤں آپ سے جدا نہ ہوں۔ اب آپ ایسا راستہ اختیار کیجئے جس سے نہ آپ کوفے میں داخل ہو سکیں اور نہ مدینے کو واپس جا سکیں۔ تا آنکہ میں ابن زیاد کو اور آپ یزید یا ابن زیاد کو لکھیں۔ ممکن ہے کہ خدائے تعالےٰ کوئی ایسا امر پیدا کرے جس سے میں اس بات کی عافیت پاؤں کہ آپ کے اس امر میں سے کسی بات میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ چنانچہ عذیب اور قادسیہ کے راستے سے بائیں جانب مڑ گئے۔ اور حُر ساتھ ساتھ چلتا تھا۔ پھر امام حسینؓ نے ان کے سامنے ایک تقریر کی اور خدائے تعالےٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا کہ اے لوگو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ایسے ظالم سلطان کو دیکھے جس نے اللہ کے حرام کئے ہوئے کاموں کو حلال کر دیا ہو اور اللہ کے عہد کو توڑ دیا ہو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی مخالفت کی ہے۔ اللہ کے بندوں میں برائی اور ظلم سے حکومت کی ہے۔ پھر اس نے اپنی طاقت کی حد تک فعل سے اور قول سے اس کو نہیں بدلا تو اللہ کو حق حاصل ہے کہ اس کو اس کے مدخل میں داخل کر دے۔ خبردار! اب ان لوگوں نے شیطان کی طاعت کو لازم پکڑا ہے۔ اور رحمٰن کی طاعت کو ترک کر دیا ہے۔ اور فساد کو ظاہر کر دیا ہے اور حدود شرعی کو معطل کر دیا ہے۔ وہ محاصل کو اپنے ہی لئے خرچ کرتے ہیں۔ اور اللہ کی حرام کردہ باتوں کو حلال اور حلال کو حرام کرتے ہیں۔ میں بہ نسبت کسی اور شخص کے زیادہ حقدار ہوں۔ میرے پاس تمہارے خطوط اور قاصد تمہاری بیعت کی اطلاع دینے کے لئے آچکے ہیں اور تم نے یہ اقرار کیا ہے کہ تم مجھے دشمن کے سپرد نہ کرو گے۔ اور مجھے چھوڑ کر الگ نہ ہو جاؤ گے۔ اگر تم میری بیعت پر قائم رہے تو ہدایت پاؤ گے۔ میں حسینؓ ابن علی اور ابن فاطمہ بنت رسول اللہ (صلعم) ہوں۔ میری جان تمہاری جان کے ساتھ۔ اور اور میرے اہل وعیال تمہارے اہل وعیال کے ساتھ ہیں۔ اور تمہارے لئے میری ذات میں ایک نمونہ ہے۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا۔ اور تم نے میرے عہد کو توڑ دیا۔ اور میری بیعت کو فسخ کر دیا تو قسم ہے مجھے اپنی جان کی کہ یہ تمہارے لئے کوئی انوکھی بات نہیں۔ کیونکہ تم نے اب سے پیشتر میرے باپ۔ میرے بھائی اور برادر عمزاد مسلم ابن عقیل کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا تھا۔ اور جو کوئی تمہارے دھوکے میں آجائے وہ واقعی بڑا ہی احمق ہے۔ تم نے اپنے حق کو چھوڑا اور اپنے حصے کو ضائع کیا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جو کوئی اپنا عہد توڑتا ہے وہ اپنے نفس کے خلاف ہی ایسا کرتا ہے۔ اور اللہ عنقریب تم سے غنی کر دیگا۔ والسلام۔ حُر نے کہا کہ میں آپ کو آپ ہی کی جان کے بارے میں خدا یاد دلاتا ہوں۔ کیونکہ میں ابھی سے کہے دیتا ہوں کہ آپ نے جنگ کی تو آپ ضرور قتل ہونگے امام حسینؓ نے فرمایا کہ کیا تم مجھے موت سے ڈراتے ہو۔ اور کیا ان تمام تقریروں کا تم پر یہی اثر ہوا کہ تم مجھے قتل کرو گے؟ میں نہیں جانتا میں کیا کہوں۔ لیکن میں تم سے وہی کہتا ہوں جو اوسی نے اپنے ابن عم سے کہا تھا جو رسول اللہ (صلعم) کی نصرت کا خواہاں تھا کہ "تو کہاں جاتا ہے تو ضرور قتل ہو گا"۔ اس کے بعد یہ اشعار پڑھے (ترجمہ)

"میں عنقریب جاؤنگا۔ موت کسی جوانمرد شخص کے لئے باعث ننگ چیز نہیں۔ اور وہ بھی اس حالت میں کہ اس کی نیت بخیر ہو اور مسلمان رہ کر جہاد کرے۔ نیک لوگوں کی

اپنی ذات سے غمخواری کی اور تباہ کار کی مخالفت اور مجرم سے مفارقت کی۔ اگر میں زندہ رہوں تو نادم نہ ہونگا۔ اگر مر جاؤں تو قابل ملامت نہ ٹھیرونگا۔ لیکن تیرے لئے یہ ذلت کافی ہے کہ تو زندہ رہے اور ذلیل و خوار ہو"۔

حُر یہ اشعار سنکر ان سے جدا ہو گئے۔ اور الگ الگ چلنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ **عذیب الھجانات** پہنچ گئے۔ (یہاں نعمان کے سفید اونٹ چرا کرتے تھے اور وہ مقام ان اونٹوں سے منسوب ہو گیا) وہاں امام حسینؓ نے چار آدمیوں کو دیکھا جو کوفے سے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر آ رہے تھے ان کے ساتھ نافع ابن ہلال کا گھوڑا (جس کو الکامل کہتے تھے) کوتل تھا۔ ان کے ساتھ ان کا رہبر طرماح ابن عدی بھی تھا وہ لوگ امام حسینؓ کے پاس آئے تو حُر نے آگے بڑھ کر کہا کہ یہ لوگ کوفے کے ہیں۔ میں یا تو ان کو قید کر دونگا یا واپس بھیجدونگا۔ امام حسینؓ نے کہا کہ میں ان کو اس چیز سے باز رکھونگا جس سے میں اپنے آپ کو باز رکھتا ہوں (یعنی حفاظت کرونگا) یہ لوگ میرے مددگار ہیں اور بمنزلہ ان لوگوں کے ہیں جو میرے ہمراہ آئے ہیں۔ اگر تم اس عہد کو جو میرے اور تمھارے مابین ہے پورا کرو تو بہتر ہے ورنہ میں تمھارا مقابلہ کرونگا۔ اس پر حُر ان سے علیحدہ ہو گئے۔ امام حسینؓ نے ان اشخاص سے کہا کہ تم جس حالت میں لوگوں کو کوفے میں چھوڑ کر آئے ہو اس سے مجھے اطلاع دو۔ مجمع ابن عبید اللہ العامری (جو ان میں سے ایک تھا) بولا کہ اشراف الناس کا تو یہ حال ہے کہ ان کو بھاری رشوت پہنچ گئی ہے اور ان کی بوریاں بھر دی گئی ہیں۔ وہ آپ کے خلاف بغض و عداوت کے لئے مجتمع ہیں۔ لیکن ان کے سوا دوسرے تمام اشخاص کی حالت یہ ہے کہ اُن کے قلوب تو آپ کے گرویدہ ہیں۔ مگر کل کو ان کی تلواریں آپ کے خلاف چمکیں گی۔ امام حسینؓ نے ان سے اپنے قاصد قیس ابن مسہر کے متعلق استفسار کیا۔ تو انھوں نے ان کے قتل ہونے اور ان کے ساتھ جو بدسلوکی کی گئی اس کا ذکر کیا۔ یہ سُن کر امام حسینؓ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ جن کو ضبط نہ کر سکے۔ پھر انھوں نے یہ آیت پڑھی۔ "فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰی نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ یَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا"۔ اور دعا کی کہ اے خدا ہم کو اور ان کو جنت عطا فرما اور ہمیں اور ان کو اپنے مستقر رحمت اور ذخیرہ شدہ غائب ثواب میں جمع کر دے"۔ طرماح ابن عدی نے کہا کہ خدا کی قسم میں آپ کے ساتھ بہت سے آدمیوں

کو نہیں دیکھتا اگر ان لوگوں کے سوا جن کو میں آپ کے ساتھ لگے ہوئے دیکھ رہا ہوں
کوئی اور آپ سے لڑنے والے نہ ہوتے تب بھی ان کی جمعیت ان کے لئے کافی تھی
حالانکہ میں نے اپنی روانگی سے ایک دن قبل کوفے میں اس قدر آدمی جمع ہوتے دیکھے ہیں
کہ میری آنکھوں نے کسی مقام واحد میں اس سے زیادہ آدمی جمع ہوتے ہوئے نہیں دیکھے۔
اور وہ اس لئے جمع ہوئے تھے۔ کہ آپ کا مقابلہ کریں ہیں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ
اگر آپ میں یہ قدرت ہو کہ آپ ان کی طرف ایک بالشت بھی نہ بڑھیں تو ایسا ہی کیجئے۔
لیکن اگر آپ کا یہ ارادہ ہے کہ آپ کسی ایسے شہر میں اتریں جہاں خدائے تعالےٰ آپ کو حفاظت
سے رکھے تاکہ آپ اپنی رائے قائم کریں اور جو کچھ آپ کو کرنا چاہئے وہ آپ پر ظاہر ہو جائے۔
تو آپ ہمارے پہاڑ اَجَاءَہ پر تشریف لے چلئے۔ خدا کی قسم ہمارا وہ پہاڑ ایسا ہے کہ جس نے
ہم کو ملوک غسان وحمیر۔ نعمان ابن منذر اور ہر اسود واحمر اقوام سے محفوظ رکھا ہے۔ اور خدا
کی قسم ہم کو کبھی ذِلّت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ میں آپ کے ہمراہ چلونگا اور وہاں پہنچا دونگا
پھر آپ کوہ آجاءہ کے باشندوں اور قبیلہ طے کے کوہ سلمٰے کے رہنے والوں کو دعوت دیجئے۔
بخدا دس دن بھی نہ گذریں گے بنو طے پیدل اور سوار آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔
اس کے بعد آپ ہم میں رہ کر جو کچھ چاہیں کریں۔ اگر آپ جنگ کرنے کا ارادہ کریں تو
میں آپ کا نمائندہ بن کر بنو طے کے بیس ہزار آدمی فراہم کر لونگا۔ ہم آپ کے آگے آگے
رہکر اپنی تلواروں سے لڑینگے۔ پھر تو قسم ہے خدا کی کہ جب تک ان میں کا ایک بھی شخص زندہ
رہیگا تب تک کسی کو آپ تک پہنچنے کا یارا نہ ہو گا۔ امام حسین رضؓ نے فرمایا کہ خدا تم کو اور تمھاری
قوم کو جزائے خیر دے۔ بات یہ ہے کہ ہم میں اور ان لوگوں میں ایک قول ہو چکا ہے جسکی
وجہ سے نہ ہم اس بات پر قادر ہیں کہ واپس چلے جائیں۔ اور نہ ہمیں معلوم ہے کہ اب امور ہم میں
اور ان میں کیا تصرفات کرینگے۔ یہ سنکر طرمّاح نے آپکو وداع کیا اور اپنے لوگوں کی طرف
روانہ ہو گیا۔ لیکن یہ وعدہ کیا کہ سامان ہمراہی اپنے گھر پہنچا کر وہ آپ کی مدد کیلئے واپس آجائیگا
چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد پھر امام حسین رضؓ کے پاس آرہا تھا کہ عذیب الھجانات کے
مقام پر اس کو ان کی شہادت کی اطلاع ہوئی اس لئے وہ اپنے اہل وعیال میں واپس چلا گیا۔
اس کے بعد امام حسین رضؓ چلتے چلتے قصر بنی مقاتل میں پہنچے۔ جہاں انھوں نے خیمے
لگے ہوئے دیکھ کر سوال کیا یہ کس کے ہیں۔ کہا گیا عبید اللہ ابن حُر جعفی کے

امام حسینؓ نے کہا کہ اُسے میرے پاس بلالاؤ۔ جب ان کا قاصد اس کے پاس بلانے کیلئے پہنچا تو اس نے کہا کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ بخدا میں کوفے سے اس بات کی کراہیت سے نکل آیا کہ امام حسینؓ اس میں داخل ہوں اور میں وہاں رہوں۔ واللہ میرا ارادہ نہیں ہے کہ میں اُن کو دیکھوں۔ اور نہ یہ کہ وہ مجھے دیکھیں۔ قاصد نے واپس آکر امام حسینؓ کو اس کے اس قول سے اطلاع دی تو وہ خود عبید اللہ کے پاس گئے۔ اور اسے اپنی مدد کے لئے بلایا۔ جواب میں حُر نے اپنی وہی پرانی بات دُہرا دی۔ امام حسینؓ نے کہا کہ خیر اگر تم میری مدد نہیں کرتے تو کم از کم خدا سے یہی پناہ مانگو کہ تم میرے خلاف لڑنے والوں میں نہ ہو۔ خدا کی قسم جو شخص ہماری دعوت کو سنکر ہماری مدد نہ کرے گا ضرور ہلاک ہوگا۔ حُر نے کہا کہ خیر تو یہ انشاء اللہ تعالےٰ کبھی نہ ہوگا۔ اس پر امام حسینؓ اٹھ کر اپنے قافلے کو چلے گئے۔ پھر رات کو کچھ دیر تک سفر کرتے رہے۔ راستے میں انھیں اونگھ آگئی اور سر ہل گیا جس سے ہوشیار ہونے پر انھوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ کہا۔ یہ سن کر ان کے صاحبزادے علی ابن حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) ان کے پاس آکر کہنے لگے بابا میں آپ پر فدا ہو جاؤں یہ آپ نے حمد اور استرجاع کیوں کیا۔ کہا کہ۔ مجھے اونگھ آگئی تھی۔ اور ایک شخص گھوڑے پر سوار نمودار ہوا۔ جس نے کہا کہ لوگ سفر کر رہے ہیں اور موتیں ان کی طرف آرہی ہیں۔ اس سے میں سمجھ گیا کہ ہمارے نفوس کو خبر مرگ دی گئی ہے۔ انھوں نے کہا کہ خدا آپ کو برا انجام نہ دکھلائے کیا ہم حق پر نہیں ہیں۔ جواب دیا کہ ہاں بیشک قسم ہے اس ذات کی جس کی طرف بندے رجوع کرتے ہیں۔ علیؓ ابن حسینؓ نے کہا تب ہم کو پروا نہیں ہے کیونکہ ہم حق پر مرینگے۔ امام حسینؓ نے کہا کہ بیٹا۔ خدا تم کو وہ بہترین جزا دے جو وہ باپ کی طرف سے بیٹے کو دیتا ہے!!

صبح کے وقت انھوں نے قیام کیا اور نماز ادا کرکے جلدی جلدی سوار ہو کر اپنے ہمراہیوں کو لیکر اس ارادے سے بائیں جانب کو چلے کہ حُر اور ان کی جماعت سے جدا ہو جائیں۔ آپ دشمن یعنی حُر کے ساتھیوں کے ساتھ ساتھ اس لئے چلتے رہے تاکہ ان کو منتشر کردیں اسی غرض سے آپ حُر کے پاس آئے اور اسے اور اس کے ساتھیوں کو لوٹا دیا۔ مگر جب آپ اُن کو کوفے کی طرف سختی سے لوٹانے لگے تو انھوں نے آپ کی مخالفت کی اور نہ مانا اور ذرا دور ہو گئے۔ مگر وہ اسی طرح برابر آپ کے ساتھ لگے رہے یہاں تک کہ نینوےٰ پہنچے جہاں آپ نے پہلے ہی پہنچکر قیام کر لیا تھا

ابھی اترے ہی تھے کہ دیکھا کہ ایک سوار کوفے سے چلا آتا ہے۔ وہ اس کی آمد کے انتظار میں کھڑے ہو گئے۔ اس نے آکر حُر کو سلام کیا (مگر امام حسینؓ کو اور ان کے اصحاب کو سلام نہیں کیا) اور ابن زیاد کی طرف سے ایک خط دیا۔ دیکھا تو اس میں یہ لکھا تھا:۔ اَمَّا بَعْدُ جب میرا یہ خط تم کو ملے اور میرا قاصد تمہارے پاس پہنچے تو حسینؓ پر سختیاں کرو۔ اسے کھلے میدان کے سوا اور کہیں نہ اترنے دو۔ جہاں کوئی قلعہ ہو نہ پانی ملے۔ اور میں نے اپنے قاصد کو حکم دیا ہے کہ تمہارے ساتھ ساتھ رہے اور جب تک کہ وہ یہ خبر مجھے نہ پہنچا دے کہ تم نے میرے حکم پر عمل کیا ہے تم سے جدا نہ ہو۔ والسلام۔ خط پڑھ کر حُر نے امام حسینؓ اور ان کی جماعت سے کہا کہ یہ امیر کا خط ہے جس میں مجھے حکم ہوا ہے کہ جس مقام میں مجھے یہ خط ملے میں تم کو وہیں سختی اور تنگی کے ساتھ رکھوں اور انھوں نے اپنے قاصد کو حکم دیا ہے کہ جب تک کہ ان کے حکم کا نفاذ نہ ہولے وہ مجھ سے جدا نہ ہو۔ پھر حُر نے ان کو سختی کے ساتھ ایسے مقام میں نزول کا حکم دیا کہ جہاں نہ پانی ملے اور نہ کوئی گاؤں ہو۔ انھوں نے کہا کہ ہم کو نینوے یا غاضریہ یا شغیہ میں اترنے دو۔ حُر نے جواب دیا کہ اس شخص کے ہوتے مجھ میں ایسا کرنے کی طاقت نہیں۔ کیونکہ یہ شخص مجھ پر ناظر مقرر کیا گیا ہے۔ زہیر ابن قین نے امام حسینؓ سے کہا کہ اے ابن رسول (صلعم) خدا کی قسم اب اس کے بعد جو کچھ آپ دیکھیں گے وہ اس سے بھی زیادہ سخت ہوگا اور ہمارے لئے ان لوگوں سے اسی وقت لڑنا آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ ہم ان لوگوں سے لڑیں جو ان کے بعد آئیں گے۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ ان کے بعد ہمارے مقابلے کے لئے اتنے آدمی آئیں گے کہ ہم نے پہلے کبھی نہیں دیکھے۔ امام حسینؓ نے کہا کہ میں تو ان سے لڑنے میں ابتدا نہ کرونگا۔ زہیر نے کہا تو تو پھر آپ یہ کیجئے کہ ہم کو اس گاؤں میں لے چلئے جو محفوظ ہے اور دریائے فرات کے کنارے پر واقع ہے۔ اگر انھوں نے ہم کو روکا تو ہم ان سے جنگ کرینگے۔ کیونکہ ہمارے لئے ان لوگوں سے لڑنا آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ ان کے بعد کے آنے والوں سے لڑیں"۔ امام حسینؓ نے پوچھا کہ وہ کیا گاؤں ہے۔ کہا کہ عقر۔ امام حسینؓ نے کہا کہ اے خدا میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ تو مجھے عقر سے بچائیو۔

غرضکہ وہ وہاں اترے اور اس روز جمعرات کا دن اور ۶۱ھ کے ماہ محرم کی دوسری تاریخ تھی۔

دوسرے دن صبح کو عمر ابن سعد ابن ابی وقاص چار ہزار آدمیوں کو لئے ہوئے کوفے سے ان کے مقابلے کو آپہنچا۔ اس کی روانگی کا سبب یہ ہوا کہ عبید اللہ ابن زیاد نے چار ہزار آدمی دے کر اس کو دستبیٰ کی طرف روانہ کیا تھا جس پر دیلم نے حملہ کر کے غلبہ حاصل کر لیا تھا۔ اور اس کو رے کی عاملی کا حکم نامہ بھی لکھدیا تھا۔ چنانچہ اس نے حمام اعین میں اپنے لشکر کے ڈیرے بھی ڈال دیئے تھے۔ لیکن جب امام حسینؓ کے ساتھ وہ واقعہ ہوا جو ہوا تو ابن زیاد نے عمر ابن سعد کو بلا کر کہا کہ تم حسینؓ کی طرف جاؤ۔ جب ہم اور وہ آپس میں اپنے معاملے کو ختم کر لیں گے تو تم اپنے جائے عمل کو چلے جانا عمر ابن سعد نے اس سے معافی چاہی۔ ابن زیاد نے کہا ہاں معافی اس طرح دی جا سکتی ہے کہ ہمارا حکم نامہ واپس کر دو۔ اس پر عمر نے کہا مجھے غور کرنے کے لئے ایک دن کی مہلت دو۔ چنانچہ اس نے اپنے خیر خواہوں سے مشورہ لیا۔ ان سب نے اس کو ایسا کرنے سے روکا۔ بلکہ حمزہ ابن مغیرہ ابن شعبہ (یعنی اس کے بھانجے) نے آکر اس سے یہ کہا کہ اے میرے ماموں میں تم کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ امام حسینؓ کے مقابلے کے لئے نہ جاؤ۔ گناہ میں نہ پڑو۔ اور قطع رحم نہ کرو۔ خدا کی قسم یہ بات کہ تم اپنی دنیا۔ مال و متاع۔ اور تمام دنیا کی بادشاہت سے (اگر تم کو مل جائے) خارج کر دیئے جاؤ۔ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ امام حسینؓ کے خون کے ساتھ خدا سے ملو۔ عمر نے کہا اچھا میں ایسا ہی کرونگا۔ وہ تمام رات اسی امر میں غور کرتے رہے اور سنا ہے کہ یہ اشعار پڑھتے رہے (ترجمہ):۔

"کیا میں رے اور رے کی رغبت کو ترک کر دوں یا حسینؓ کے قتل سے مذموم ہو کر واپس آؤں۔ ان کے قتل کی سزا تو ایسی آگ ہے جس سے بچنے کے لئے کوئی حجاب نہیں ہے۔ اور رے کی بادشاہت میں آنکھوں کی ٹھنڈک ہے"!

پھر انھوں نے ابن زیاد سے جا کر کہا کہ تم نے مجھے اس ولایت کا عامل مقرر کیا ہے اور لوگوں نے سن لیا ہے کہ ایسا کیا گیا ہے۔ اگر تمھاری رائے ہو کہ تم میرے لئے اس کا نفاذ کر دو بہتر ہے اور حسینؓ کے مقابلے کیلئے اہل کوفہ کے اشرف الناس میں سے

کسی ایسے شخص کو جو جنگ کا مجھ سے زیادہ تجربہ رکھتا ہو۔ روانہ کردو۔ اور یہ کہہ کر چند آدمیوں کے نام لئے۔ مگر ابن زیاد نے کہا کہ میں تم سے اس بارے میں کوئی حکم طلب نہیں کرتا ہوں کہ وہاں کس کو بھیجوں۔ اگر تم ہمارے لشکر کو لے کر جاتے ہو تو جاؤ ورنہ ہم نے جو حکم نامہ رے کی عاملی کا تم کو دیا ہے اس کو واپس کردو۔ اس پر عمر ابن سعد نے کہا کہ اچھا میں فوج لیکر جاتا ہوں۔ چنانچہ وہ فوج لے کر روانہ ہوئے اور امام حسینؓ کے پاس اترے۔ پھر ان کے پاس اپنا قاصد بھیج کر دریافت کیا کہ وہ یہاں کس غرض سے آئے ہیں۔ امام حسینؓ نے جواب دیا۔ تمہارے اس شہر کے لوگوں نے مجھے لکھا کہ میں ان کے پاس چلا آؤں لیکن اب اگر وہ مجھ سے نفرت کرتے ہیں تو میں واپس چلا جاؤں گا۔ عمر ابن سعد نے ابن زیاد کو یہی لکھ دیا۔ ابن زیاد نے اس کو پڑھکر یہ شعر پڑھا (ترجمہ):-

"اب کہ ہمارے پنجوں نے اسے پکڑ لیا ہے وہ نجات چاہتا ہے۔ حالانکہ اب فرار کا کوئی موقع نہیں"۔

اور عمر کو لکھا کہ حسینؓ کے سامنے بعیت یزید پیش کرو۔ اگر وہ ایسا کریں تو ہم دیکھینگے کہ ہماری کیا رائے ہوتی ہے۔ اور یہ بھی لکھا کہ انہیں اور ان کے ہمراہیوں کو پانی سے روکا جائے۔ چنانچہ عمر ابن سعد نے عمرو ابن حجاج کو پانسو سوار دے کر روانہ کیا۔ جو پانی کے راستے پر اتر پڑے اور امام حسینؓ اور پانی کے درمیان حائل ہوگئے۔ یہ امام حسینؓ کی شہادت سے تین دن قبل کا واقعہ ہے عبداللہ ابن ابی حصین اور ان کی جماعت نے بنو بجیلہ میں کھڑے ہو کر کہا کہ اے حسینؓ کیا تم پانی کی طرف نہیں دیکھتے تم اس کا ایک قطرہ نہ پی سکو گے اور یوں ہی پیاسے مر جاؤ گے۔ امام حسینؓ نے دعا کی کہ "اے اللہ اس شخص کو پیاسا ہی مار اور اس شخص کے گناہوں کو نہ بخش"۔ کہتے ہیں کہ اس واقعے کے بعد عبداللہ بیمار رہا۔ بے حساب پانی پیتا اور قے کر دیتا۔ پھر پیتا اور غرغر کرکے قے کردیتا۔ پھر پیتا اور سیر نہ ہوتا۔ اسی طرح ہوتے ہوتے وہ آخر کو مر ہی گیا۔

جب امام حسینؓ اور ان کے اصحاب کو پیاس کی شدت محسوس ہوئی تو انہوں نے اپنے بھائی عباسؓ ابن علیؓ کو حکم دیا اور بیس آدمی کو جن کے پاس مشکیزے تھے

اور تیس سواروں کو ہمراہ لے کر پانی کے پاس گئے۔ وہاں لڑائی کی اور مشکیزے بھر لے کر واپس آئے۔ امام حسینؓ نے عمر بن سعد کے پاس عمرو بن قرظہ بن کعب الانصاری کے ذریعے پیغام بھیجا کہ آج رات کو اپنے اور میرے لشکر کے درمیان مجھ سے ملو۔ چنانچہ عمر ان کے پاس گئے۔ دونوں نے مل کر دیر تک باتیں کیں۔ اور اپنے اپنے لشکر کو واپس چلے گئے۔ لوگوں کے آپس میں یہ ذکر ہوا کہ امام حسینؓ نے عمر ابن سعد سے کہا ہے کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو۔ اور ہم دونوں اپنے اپنے لشکر کو چھوڑ دیں۔ اس پر عمر نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ ایسا کرنے سے میں اپنے گھر کو منہدم کر دونگا۔ امام حسینؓ نے کہا کہ میں تم کو اس سے اچھا گھر بنا دونگا۔ عمر نے کہا کہ میری زمینیں چھن جائیں گی۔ امام حسینؓ نے کہا کہ میں تم کو اپنی حجاز کی جائدادوں میں سے اس سے بہتر املاک دیدونگا مگر عمر نے اسے پسند نہ کیا۔ لوگوں میں یہ باتیں ہوئیں تو سہی۔ لیکن اصل یہ ہے کہ کسی نے یہ گفتگو سنی نہیں۔ اور یہ بھی ذکر ہوا کہ امام حسینؓ نے یہ نہیں بلکہ یہ کہا تھا کہ تم میرے لئے ان تینوں باتوں میں سے کسی ایک کو تو اختیار کرو۔ (۱) میں وہیں کو چلا جاؤں جہاں سے آیا ہوں۔ (۲) میں اپنا ہاتھ یزید ابن معاویہ کے ہاتھ میں رکھ دوں۔ پھر دیکھا جائے کہ میرے اور اس کے درمیان کیا رائے قرار پاتی ہے یا (۳) تم مجھ کو مسلمانوں کی کسی سرحد کی طرف جہاں تم چاہو لے چلو۔ اور وہاں کے لوگوں میں میں شامل ہو جاؤ اور ان کے فوائد سے فائدہ اور نقصانات سے نقصان اٹھاؤں۔ الخ

عقبہ ابن سمعان کا بیان ہے کہ میں مدینے سے مکے اور مکے سے عراق تک امام حسینؓ کے ہمراہ رہا اور ان کی شہادت کے وقت تک ان سے جدا نہ ہوا۔ میں نے ان کی وہ تمام تقاریر سنی ہیں جو انھوں نے اپنی شہادت کے دن تک لوگوں کے سامنے کیں۔ خدا کی قسم انھوں نے کبھی لوگوں سے یہ نہیں کہا کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں رکھ دونگا۔ یا یہ کہ تم مجھے مسلمانوں کی سرحد کی طرف لے چلو۔ بلکہ انھوں نے یہ فرمایا تھا کہ یا تو مجھے وہیں جانے دو جہاں سے میں آیا ہوں۔ یا نہیں تو مجھے اس وسیع اور عریض زمین میں کہیں کو چلا جانے دو۔ تا آنکہ ہم دیکھ لیں کہ لوگوں کے

اس امر کا آخری انجام کیا ہوتا ہے۔ مگر ان لوگوں نے نہیں مانا۔

اس کے بعد امام حسینؓ اور عمر ابن سعد تین چار مرتبہ اور ملے۔ اور عمر ابن سعد نے عبید اللہ کو یہ لکھا۔ اَمَّا بَعْدُ۔ خدا نے آگ کو بجھا دیا ہے۔ اور اتفاق پیدا کر دیا ہے۔ اور حسینؓ نے مجھ سے یہ کہا ہے کہ یا تو وہ اسی جگہ کو چلے جائیں۔ جہاں سے آئے ہیں۔ اور یا ان کو کسی اور سرحد کی طرف جہاں ہم چاہیں بھیجد یا جائے۔ یا یہ کہ وہ جا کر یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیں۔ اب اس امر میں تمھارے لئے وجہ رضامندی اور امت کے لئے وجہ صلاح و فلاح موجود ہے۔ ابن زیاد نے یہ خط پڑھکر کہا کہ یہ ایک شخص کا خط ہے جو اپنے امیر کا خیر خواہ اور اپنی قوم کا شفیق ہے۔ ہاں میں نے اس کو قبول کر لیا۔ شمر ابن ذی الجوشن نے کھڑے ہو کر کہا کہ کیا تم اس کی ان شرطوں کو منظور کرتے ہو۔ حالانکہ وہ اس وقت تمھاری سرزمین میں اور بالکل تمھارے پہلو میں اترا ہوا ہے۔ خدا کی قسم اگر وہ تمھارے بلاد سے واپس چلا گیا اور اس نے اپنا ہاتھ تمھارے ہاتھ میں نہ دیا تو وہ قوت و عزت کا اور تم ضعف و عجز کے بہترین مستحق ہو گے۔ بلکہ ہونا یہ چاہیئے کہ وہ اور اس کے ہمراہی تمھارے حکم کے مطابق عمل کریں۔ پھر اگر تم ان کو سزا دو تو تم سزا کے مالک ہو۔ اور اگر معاف کر دو تو یہ بھی تمھارا اختیاری امر ہو گا۔ خدا کی قسم مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ حسینؓ اور عمر ابن سعد رات رات بھر اپنے لشکروں کے مابین گفتگو کرتے رہے ہیں۔ ابن زیاد نے کہا تمھاری رائے درست ہے تم یہ خط لے کر عمر کے پاس جاؤ۔ عمر کو چاہیئے کہ وہ حسینؓ اور ان کے ہمراہیوں کو میرے حکم پر عمل کرنے کو کہے۔ اگر وہ لوگ مان لیں تو ان کو صلح و امن کے ساتھ میرے پاس بھیجدیں اور اگر وہ انکار کریں تو ان سے جنگ کریں اگر عمر ایسا کرے تو اسکی اطاعت کرو اور اگر انکار کرے تو تم ہی اس پر اور فوج پر امیر بن جاؤ۔ اور اسکا سر کاٹ کر میرے پاس روانہ کر دو۔ پھر عمر ابن سعد کے نام یہ خط لکھ کر شمر کو دیا۔ اَمَّا بَعْدُ۔ میں نے تم کو حسینؓ کی طرف اس لئے نہیں بھیجا تھا کہ تم اس سے الگ رہو یا اس کو امیدیں دلاؤ یا اس پر مہربانی کرو۔ یا مجھ سے اس کی سفارش کرو۔ دیکھو اگر حسینؓ اور اس کے ہمراہی میرے حکم کو بجا لائیں۔ اور صلح کریں تو ان کو میرے پاس صلح صفائی کے ساتھ بھیجدو۔

لیکن اگر وہ انکار کریں تو ان پر حملہ کر کے قتل کر دو۔ اور ان کو اوروں کے لئے مثال بنا دو۔ وہ اسی سلوک کے مستحق ہیں۔ جب حسینؓ قتل ہو جائے تو گھوڑوں سے اس کے سینے اور پشت کو روند ڈالو۔ کیونکہ وہ عاق۔ شاق۔ قاطع اور ظالم ہے۔ اگر تم نے میرے حکم کے مطابق عمل کیا تو ہم تم کو مطیع اور فرماں بردار کی جزا دیں گے۔ لیکن اگر تم نے ہمارے حکم سے سرتابی کی تو بہتر ہے کہ ہماری فوج سے علیحدہ ہو جاؤ اور اس کو شمر کے حوالے کر دو۔ والسلام جس وقت شمر نے یہ خط لیا ہے اس وقت عبداللہ ابن ابی محل بن حزام ابن زیاد کے پاس موجود تھے۔ ان کی پھوپھی ام البنین بنت حزام پہلے حضرت علیؓ کی زوجہ تھیں جن سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صاحبزادگان۔ عباس عبداللہ جعفر۔ اور عثمان پیدا ہوئے تھے۔ عبداللہ نے ابن زیاد سے کہا کہ اگر تمہاری رائے ہو تو ہمارے بھانجوں کو امان کا حکم لکھ دو۔ چنانچہ ابن زیاد نے لکھدیا اور اپنے غلام کے ہاتھ ان کے ہاں بھیجدیا جسے دیکھ کر ان حضرات نے کہا کہ ہمیں تمہاری امان کی ضرورت نہیں۔ خدائے تعالیٰ کی امان سمیہ کے بچے کی امان سے بہتر ہے۔

جب شمر ابن زیاد کا خط لیکر عمر کے پاس پہنچا تو عمر نے اس سے کہا کہ تجھ کو کیا ہو گیا ہے جو چیز تو لے آیا ہے خدا اس کو تباہ کر دے۔ خدا کی قسم تیری نسبت میرا گمان ہے کہ تو نے ہی ابن زیاد کو ان باتوں کے قبول کرنے سے باز رکھا جو میں نے اس کو لکھی تھیں۔ تو نے ایسا کام تباہ کر دیا جس کے سدھر جانے کی ہمیں امید تھی۔ خدا کی قسم حسینؓ کبھی گردن نہ رکھیں گے۔ خدا کی قسم ان کے باپ کا دل ان کے پہلو میں موجود ہے۔ شمر نے عمر سے کہا اب یہ بتلاؤ کہ تم کیا کرنے والے ہو۔ عمر نے جواب دیا میں حکم کی تعمیل کرونگا۔ چنانچہ وہ محرم کی نویں تاریخ جمعرات کی شام کو روانہ ہوا۔

شمر نے جا کر عباس ابن علیؓ اور ان کے بھائیوں کو بلایا جو ان کے پاس آئے تو کہا کہ اے میری بہن کے بچو۔ تم کو امان ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ خدا تم پر اور تمہاری امان پر لعنت کرے۔ اگر تم ہمارے ماموں ہوتے تو افسوس تم ہم کو امان دیتے ہو اور ابن رسول اللہ کو امان نہیں ہے۔ پھر عصر کے بعد عمر لوگوں کو ہمراہ لئے ہوئے سوار ہو کر چلا۔ اس وقت امام حسینؓ تلوار باندھے اپنے مکان کے سامنے بیٹھے تھے۔ وہ اپنے

سر کو گھٹنوں میں رکھ کر نیند میں تھے ان کی ہمشیرہ زینب نے فوج کا شور و غوغا سنکر جلدی
سے ان کے قریب آ کر ان کو جگایا۔ انھوں نے اپنا سر اٹھا کر کہا کہ میں نے رسول اللہ
صلعم کو خواب میں دیکھا ہے وہ فرماتے ہیں کہ تم میرے پاس آتے ہو۔ یہ سنکر حضرت زینب
نے اپنا منہ پیٹ کر کہا کہ "یا ویلتاہ" امام حسینؓ نے کہا کہ نہیں بہن تمہارے لئے
مصیبت کیوں ہوتی۔ تم پر خدا رحم کرے خاموش رہو۔ پھر ان کے بھائی عباسؓ نے
ان سے کہا کہ لوگ آپ کی طرف آ رہے ہیں۔ امام حسینؓ چلنے کے لئے اٹھ کھڑے
ہوئے۔ پھر فرمایا کیا میں خود سوار ہو کر جاؤں۔ عباسؓ نے کہا کہ نہیں بلکہ میں
جاتا ہوں۔ کہا اچھا تم سوار ہو کر جاؤ۔ ان سے ملو اور کہو کہ تم کو کیا ہو گیا ہے اور
کیا چاہتے ہو۔ اور پوچھو وہ کس لئے آئے ہیں۔ پھر عباسؓ تقریباً بیس سواروں
کو (جن میں زہیر ابن قین بھی تھے) لیکر ان لوگوں کے پاس گئے اور وہی سوال
کیا۔ انھوں نے کہا کہ امیر فلاں اور فلاں غرض سے آیا ہے۔ عباسؓ نے کہا
کہ اچھا جلدی نہ کرو۔ ذرا مجھے ابو عبداللہ کے پاس ہو آنے دو۔ تا کہ جو کچھ تم نے
بیان کیا ہے میں وہ ان پر پیش کر دوں۔ ان لوگوں نے توقف کیا اتنے میں عباسؓ نے جا کر
امام حسینؓ کو خبر دی۔ اس وقت ان کے اصحاب کھڑے ہوئے لوگوں کو مخاطب اور انکو خدا یاد
دلا رہے تھے۔ غرضکہ جب عباسؓ نے امام حسینؓ کو ان لوگوں کے قول کی اطلاع دی تو امام حسینؓ
نے ان سے کہا کہ ان کے پاس جاؤ۔ اور اگر تم یہ کر سکو کہ اس تمام معاملے کو کل صبح تک کے لئے
روک دو تو ممکن ہے کہ ہم آج رات اپنے اللہ کی نماز پڑھ سکیں اور دعا و استغفار کر سکیں
کیونکہ خدا کو معلوم ہے کہ میں نماز پڑھنے اس کی کتاب کی تلاوت کرنے اور بکثرت دعا و استغفار
کرنے کا شوقین تھا۔ اور امام حسینؓ کا یہ بھی ارادہ تھا کہ اپنے اہل و عیال کو وصیت
کر دیں۔ عباسؓ ان لوگوں کے پاس واپس آئے اور کہا کہ آج کی رات کے لئے تم
لوگ ہمارے پاس سے چلے جاؤ۔ تا کہ ہم اس امر میں غور کر لیں صبح کو انشاء اللہ ہم ملینگے۔
یا تو ہم اس امر پر راضی ہو جائیں گے یا اسے رد کر دینگے۔ عمر ابن سعد نے شمر سے پوچھا کہ تمہاری
کیا رائے ہے۔ کہا کہ تم امیر ہو۔ عمر لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کہ تمہاری کیا رائے
ہے۔ جواب میں عمرو ابن حجاج الزبیدی نے کہا کہ سبحان اللہ اگر بخدا و جاہل ودیلم میں سے بھی
ہوتا تو بھی آپ کو چاہئے تھا کہ آپ اسکی خواہش منظور کر لیتے۔ قیس ابن الاشعث ابن قیس نے کہا کہ

آپ قبول کرلیں۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے وہ صبح کو ضرور آپ سے جنگ کریگا۔ عمر نے کہا اگر مجھے یہ معلوم ہوجائے کہ وہ لوگ ایسا کریں گے تو میں ان کو رات بھر کی مہلت نہ دوں۔ بہر کیف عمر وہاں سے واپس چلا گیا۔ ادھر امام حسینؓ نے عمر کی واپسی کے بعد اپنے اصحاب کو جمع کیا اور کہا۔ میں خدائے تعالےٰ کی حمد و ثنا کرتا ہوں۔ اور خوش حالی اور تنگی میں اس کی حمد بجا لاتا ہوں۔ یا اللہ میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں کہ تو نے ہم کو نبوت دے کر ہم کو مکرم کیا۔ ہم کو آنکھیں۔ کان اور دل دیئے۔ ہم کو قرآن سکھلایا اور دین کو سمجھنے کی طاقت دی ہم کو اپنے شاکرین میں داخل فرما۔ اَمَّابَعدُ۔ میں اپنے اصحاب سے بڑھ کر کسی کو زیادہ وفادار اور صاحب خیر اور اپنے اہل بیت سے بڑھکر کسی کو نیک اور صلہ رحم کا خواہاں نہیں سمجھتا۔ خدا تم سب کو میری طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے۔ خبردار ہوجاؤ میرے خیال میں کل کا دن ان دشمنوں سے مقابلے کا ہے میں تم سب کو اجازت دیتا ہوں کہ تم حرم سے چلے جاؤ' اب تم پر میرے عہد کی تعمیل ضروری نہیں اب رات ہوگئی ہے اسی کو اپنی سواری بنالو اور تمھارا ایک ایک مرد میرے اہل بیت کے ایک ایک مرد کا ہاتھ پکڑلے خدا تم سب کو جزائے خیر دے اس کے بعد تم لوگ اپنے ملکوں اور شہروں میں متفرق ہوجانا۔ یہاں تک کہ خدائے تعالےٰ کشایش نصیب کرے۔ یہ لوگ تو صرف مجھی کو طلب کر رہے ہیں۔ جب مجھے پالیں گے۔ تو دوسرے کی طلب سے درگذر کرینگے۔ اس پر ان کے بھائیوں۔ بیٹوں۔ بھتیجوں اور عبداللہ ابن جعفر کے بیٹوں نے کہا کہ ہم ایسا کریں گے ہی کیوں کہ آپکے بعد زندہ رہیں۔ خدا کبھی ہمیں وہ دن نہ دکھلائے۔ امام حسینؓ نے کہا کہ اے بنوعقیل مسلم کی شہادت تمھارے لئے کافی ہے۔ تم چلے جاؤ۔ میں نے تم کو اجازت دی۔ وہ کہنے لگے کہ ہم لوگوں سے جاکر کیا کہیں۔ کیا یہ کہیں کہ ہم نے اپنے شیخ۔ اپنے سردار اور اپنے چچاؤں کی اولاد کو ان چچاؤں کی اولاد کو جو بہترین اعمام ہیں) چھوڑ دیا جی ہم نے ان کے ساتھ ملکر نہ تیر چلایا نہ نیزہ زنی کی اور نہ تلوار چلائی۔ ہم نہیں جانتے انھوں نے کیا کیا۔ ہرگز نہیں خدا کی قسم ہم ایسا نہیں کرینگے۔ بلکہ اپنے نفوس واموال اور اہل و عیال کو آپ پر قربان کردیں گے۔ اور آپکے ساتھ ملکر لڑینگے۔ جب تک کہ

کہ اسی انجام کو نہ پہنچ جائیں جس کو کہ آپ پہنچیں۔ خدا اس زندگی کو بری کر دے جو آپ کے بعد ہو۔ مسلم ابن عوسجہ الاسدی نے کھڑے ہو کر کہا۔ کیا ہم آپ سے جدا ہو سکتے ہیں جب تک آپ کا حق ادا کر لینے میں خدا کے پاس قابل عذر نہ ہو جائیں۔ خدا کی قسم میں آپ سے جدا نہ ہونگا۔ جب تک کہ ان لوگوں کے سینوں میں اپنے نیزے کو نہ توڑ دوں۔ اور جب تک کہ میرے ہاتھ میں تلوار کا قبضہ ہے ان میں شمشیر زنی نہ کر لوں۔ واللہ اگر میرے پاس اسلحہ بھی نہ ہوں گے تب بھی آپ کی حفاظت کے لئے ان پر پتھروں کی بوچھاڑ کر دونگا۔ آپ ہی کے ہمراہ میں بھی مرجاؤں۔ ان کے دیگر اصحاب نے بھی اسی قسم کی باتیں کیں۔ (جزاہم اللہ خیر الجزاء) ان کی ہمشیرہ حضرت زینبؓ نے اسی رات امام حسینؓ کو ایک خیمہ میں یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا اور اسوقت امام حسینؓ کے پاس حضرت ابو ذر غفاری کے غلام حُوَیّ بیٹھے ہوئے اپنی تلوار صاف کر رہے تھے۔

"اے زمانے تو کیسا برا ہے۔ تجھ میں کتنی صبحیں یا شامیں کسی دوست کو یا مقتول کو طلب کرتی ہوئی آتی ہیں۔ اور زمانہ کسی کو بطور بدلے کے قبول کرنے پر راضی نہیں ہوتا۔ امر خدائے جلیل کے ہی ہاتھ میں ہے۔ اور ہر زندہ شخص اسی راستے پر چلنے والا ہے"۔

انھوں نے دو یا تین مرتبہ یہ اشعار دھرائے۔ حضرت زینبؓ یہ شعر سن کر خود کو قابو میں نہ رکھ سکیں۔ اپنے کپڑے زمین پر کھینچتے ہوئے ان کے پاس گئیں۔ اور پکار کر کہا واثکلاہ! کاش کہ موت آج ہی میری زندگی کا خاتمہ کر دیتی۔ ہائے میری ماں فاطمہؓ۔ میرے باپ علیؓ چل بسے۔ اور صرف میرے بھائی حسینؓ رہ گئے ہیں۔ اے گذشتوں کے خلیفہ اور اے زندہ آدمیوں کے پشت پناہ۔ امام حسینؓ نے ان کو دیکھا اور کہا کہ اے بہن دیکھو ایسا نہ ہو کہ کہیں شیطان تمھاری عقل کو زائل کر دے۔ کہا کہ میں نے اپنی جان کو آپ پر فدا کرنے کے لئے موت کی دعا کی ہے۔ اس پر امام حسینؓ کا دل بھر آیا۔ اور آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں۔ اور کہا کہ اگر قطا کو چھوڑ دیا جائے تو وہ سو جائے۔ یہ سن کر حضرت زینب نے اپنا منہ پیٹ لیا اور کہا کہ وا ویلتاہ! آپ کا نفس آپ کو زبردستی سے چھینا چاہتا ہے۔

اس سے میرا دل اور بھی زیادہ زخمی ہوتا ہے اور میرا نفس مجھ پر اور بھی زیادہ سختی کرتا ہے۔ یہ کہکر انھوں نے اپنا منہ پیٹا۔ گریبان پھاڑا اور بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔ امام حسینؓ نے انکے چہرے پر پانی کے چھینٹے دئیے۔ اور کہا کہ خدا سے پناہ مانگو۔ اس سے صبر طلب کرو۔ اور خوب سمجھ لو کہ اہل زمین بھی مرتے ہیں اور اہل آسمان بھی باقی نہیں رہتے۔ اور سوائے ذات الٰہی کے ہر چیز ہالک اور فانی ہے میرے والد۔ میری والدہ اور میرے بھائی مجھ سے بہتر تھے اور میرے ان کے اور تمام مسلمانوں کے لئے رسول اللہ صلعم کی ذات میں ایک عمدہ نمونہ ہے۔ اس اور اسی نوع کی اور باتوں سے انھوں نے ان کو صبر دلایا اور کہا کہ اے بہن میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ میری وجہ سے اپنا گریبان نہ پھاڑو اور منہ کو نہ نوچو اور اگر میں ہلاک ہو جاؤں تو مجھ پر آہ وزاری نہ کرنا " یہ کہکر وہ اپنے اصحاب کے پاس گئے۔ اور حکم دیا کہ وہ اپنے خیموں کو ایک دوسرے سے قریب کر دیں۔ خیموں کی طنابوں کو ایک دوسرے میں داخل کر دیں۔ خیموں کے سامنے رہیں اور دشمن پر صرف ایک ہی جہت سے اس طرح حملہ آور ہوں کہ خیمے ان کے دائیں بائیں اور پیچھے ہوں۔ بعدازاں شام کے وقت سے ان سب نے تمام رات نماز پڑھنے اور استغفار اور تضرع و دعا کرنے میں بسر کی۔ دوسرے یعنی ہفتے (اور بقول بعض جمعہ) کے دن دسویں تاریخ کو عمر ابن سعد صبح کی نماز سے فارغ ہو کر اپنے ہمراہیوں کو لیکر چلے۔ اودھر امام حسینؓ نے بھی اپنے اصحاب کو درست کیا اور صبح کی نماز ادا کی۔ اس وقت ان کے ہمراہ بتیس سوار اور چالیس پیادے تھے۔ چنانچہ انھوں نے زہیر ابن قین کو میمنہ پر حبیب ابن مظہر کو میسرہ پر مقرر کیا۔ اور جھنڈا اپنے بھائی عباسؓ کو دیا۔ اور لوگوں کو اس طرح ترتیب دیا کہ خیمے ان کی پشت کی طرف تھے۔ پھر ان کے حکم سے لکڑیاں اور شاخیں وغیرہ جمع کر کے خیموں کے پیچھے ایک گہری سی زمین میں بھر دیں جو ایک چھوٹی سی نہر کی طرح تھی اور رات کو اس غرض سے بنائی گئی تھی کہ عقب سے حملہ نہ ہو سکے۔ ان لکڑیوں میں آگ لگا دی گئی۔ اور اس سے ان کو فائدہ ہوا۔

دوسری طرف عمر ابن سعد نے اپنی فوج کے مدینے کے حصے پر عبداللہ ابن زہیر الازدی کو۔ ربیعہ اور کندہ پر قیس ابن اشعث بن قیس کو۔ مذحج اور اسد پر

عبدالرحمٰن ابن ابی سبرۃ الجعفی کو اور تمیم و ہمدان پر حر ابن یزید الریاحی کو مقرر کیا۔ سوائے حُر ابن یزید کے جو امام حسینؓ کے ساتھ شامل ہو گئے تھے اور ان ہی کے ساتھ شہید ہوئے ان سب نے نہایت شد و مد سے امام حسینؓ پر حملہ کیا۔ پھر عمر نے اپنے میمنہ پر عمرو ابن حجاج الزبیدی اور میسرہ پر شمر ابن ذی الجوشن۔ سواروں پر عروہ ابن قیس الاحمسی اور پیادوں پر شبث ابن ربعی الیربوعی کو مقرر کیا اور اپنے غلام ورید کو صاحب اللوا بنایا۔
جب وہ لوگ قریب آئے تو امام حسینؓ کے حکم سے ایک چھولداری لگائی گئی۔ اور ایک پیالے میں مشک حل کیا گیا۔ امام حسینؓ چونہ کی غرض سے چھولداری کے اندر گئے۔ اور عبدالرحمٰن ابن عبد ربہ اور یزید ابن حصین دروازے پر کھڑے انتظار کرتے رہے کہ ان کے بعد وہ بھی طلا کریں۔ یزید نے عبدالرحمٰن سے ہزل آمیز باتیں کیں تو عبدالرحمٰن نے کہا کہ خدا کی قسم یہ بیہودہ باتوں کا وقت نہیں۔ یزید بولے کہ ہاں۔ خدا کی قسم میرے ہاں کے سب لوگ جانتے ہیں کہ نہ مجھے جوانی میں بیہودہ باتیں پسند تھیں اور نہ ادھیڑ پن میں۔ بلکہ میں اس بات سے خوش ہو رہا ہوں کہ جس سے ہم عنقریب ملنے والے ہیں۔ خدا کی قسم ہم میں اور حور عین کی ملاقات میں صرف اتنی ہی کسر رہ گئی ہے کہ وہ لوگ اپنی تلواروں کو لے کر ہماری طرف آئیں۔ مختصر یہ ہے کہ جب امام حسینؓ فارغ ہو گئے تو یہ بھی داخل ہوئے۔

اس کے بعد امام حسینؓ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور ایک قرآن شریف منگا کر اپنے سامنے رکھ لیا۔ اور اپنے اصحاب کو آگے کر کے جنگ میں شریک ہوئے اور پھر ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی:

یا الٰہی! میں ہر تکلیف میں تجھ پر اعتماد کرتا ہوں اور ہر شدت میں تجھ سے امید رکھتا ہوں۔ تو ہر امر میں مجھ کو بھروسہ دلاتا اور وعدہ دیتا ہے۔ کس قدر تفکرات ایسے ہیں جن سے دل ضعیف ہو جاتا ہے اور حیلہ جاتا رہتا ہے۔ دوست چھوڑ دیتا ہے۔ اور دشمن اس سے خوش ہوتا ہے۔ میں نے تیرے ہی سامنے اس تکلیف کو پیش کیا۔ تجھ سے شکوہ کیا۔ اور تیرے سوا سب کو چھوڑ کر تیری ہی طرف رغبت کی ہے۔ اور تو نے میرے ان تمام مصائب کو دور کیا ہے۔ اور میرے لئے کافی رہا ہے۔ تو تمام نعمتوں کا ولی۔ تمام حسنات کا مالک اور تمام رغبتوں کا انتہا ہے۔

جب عمر کے ہمراہیوں نے لکڑی میں آگ لگتے اور سلگتے دیکھا تو شمر نے پکار کر امام حسینؓ سے کہا کہ تم نے قیامت سے پہلے ہی دنیا میں آگ میں پڑنے کے لئے جلدی کی ہے۔ امام حسینؓ نے اسے پہچان کر کہا کہ اس میں جلنے کا تو تو ہی زیادہ حقدار ہے۔ پھر امام حسینؓ اپنی سواری پر سوار ہو کر لوگوں کے پاس آگے بڑھے اور اسقدر بلند آواز سے کہ سب سن لیں کہا کہ اے لوگو! میری بات سنو! ابھی میرے ساتھ جلدی نہ کرو۔ جب تک کہ میں تم کو وہ نصیحت نہ کر لوں جس کا تمھارے لئے مجھ پر حق ہے۔ اور جب تک کہ میں تم سے اپنے تمھارے پاس آنے کے لئے عذر خواہی نہ کر لوں۔ اگر تم نے میرا عذر قبول کیا۔ میرے قول کو سچ سمجھا اور مجھ سے انصاف کیا تو تم نہایت نیک بخت ہو گے اور تم کو میرے خلاف کارروائی کرنے کی سبیل نہ ہو گی۔ لیکن اگر تم نے میرا عذر قبول نہ کیا تو تم اور تمھارے شریک ملکر اپنی ایک بات ٹھیرالو تاکہ تم کو اس امر میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ رہ جائے۔ پھر میرے ساتھ جو کرنا ہو کر لو اور مجھے مہلت نہ دو۔ میرا حمایتی وہی خدا ہے جس نے کتاب نازل کی اور صالحین کا حمایتی ہے۔ کہتے ہیں کہ جب ان کی بہنوں نے ان کا یہ قول سنا تو وہ رونے چیخنے لگیں۔ اور ان کی آوازیں بلند ہوئیں۔ یہ سن کر امام حسینؓ نے اپنے بھائی عباسؓ اور اپنے صاحبزادے علیؓ کو بھیجا کہ جا کر ان کو خاموش کریں اور کہا کہ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ ان لوگوں کا بکا زیادہ ہو جائیگا جب وہ دونوں چلے گئے تو کہا کہ خدا نہ کرے کہ ابن عباس دور ہوں۔ امام حسینؓ نے یہ فقرہ عورتوں کی آہ و زاری سنکر فرمایا تھا۔ کیونکہ ان کو ابن عباس نے عورتوں کو ساتھ لے جانے سے منع کیا تھا۔ غرضکہ جب وہ عورتیں خاموش ہو گئیں تو امام حسینؓ نے خدا کی حمد و ثناء کہی اور رسول اللہ صلعم پر اور ملائکہ اور انبیاء پر درود بھیجا اور اتنی باتیں کہیں جن کا شمار مشکل ہے مگر ان اقوال سے زیادہ فصیح و بلیغ قول کبھی نہیں سنا گیا۔ بعد ازاں کہا کہ أَمَّا بَعْدُ:۔ تم میرے نسب میں غور کر دکہ میں کون ہوں۔ پھر اپنے نفسوں کی طرف مراجعت کرو۔ اور انکو محاسبہ کرو۔ اور دیکھو کیا میرا قتل اور میری آبروریزی تمھارے لئے درست و حلال ہے۔ کیا میں تمھارے

نبی (صلعم) کا نواسہ اور ان کے وصی برادر عمزاد خدا کی نگاہ میں بہترین مومن اور رسول اللہ کی تصدیق کرنے والے کا بیٹا نہیں ہوں۔ کیا حمزہ سید الشہدا میرے باپ کے چچا نہ تھے۔ کیا جعفر شہید طیار (جو اب جنت میں ہیں) میرے چچا نہ تھے۔ کیا تم کو یہ مشہور بات نہیں پہنچی کہ رسول اللہ صلعم نے مجھے اور میرے بھائی کو اہل جنت کے جوانوں کا سردار اور اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک فرمایا ہے۔ بشرطیکہ تم میری باتوں کو سچ سمجھو۔ اور وہ سچ ہیں۔ خدا کی قسم میں نے کبھی عمداً جھوٹ نہیں بولا۔ جب سے مجھے معلوم ہوا کہ خدا اس سے ناراض ہوتا ہے۔ لیکن اگر تم مجھے جھوٹا سمجھو تو تم میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ اگر تم ان سے پوچھو تو وہ تم کو بتا دیں گے تم جابر ابن عبداللہ یا ابو سعید یا سہل بن سعد یا زید بن ارقم یا انس سے پوچھو وہ تم کو بتا دیں گے کہ انھوں نے رسول اللہ صلعم کو ایسا کہتے سنا ہے۔ کیا ان باتوں میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو تم کو میری خونریزی سے روک دے شمر نے کہا کہ اگر انھیں معلوم ہو جائے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں تو اس حالت میں وہ اللہ کی عبادت ٹیڑھے پن سے کر رہے ہیں۔ حبیب ابن مظاہر نے جواب دیا۔ بخدا میں جانتا ہوں کہ اگر وہ ایک درجہ ٹیڑھے ہیں تو تو اللہ کی عبادت میں ستر درجے ٹیڑھا ہے۔ اللہ نے تیرے قلب پر مہر کر دی ہے اسی لئے تو نہیں سمجھتا کہ تو کیا اپنی زبان سے بک رہا ہے۔" اس کے بعد امام حسینؓ نے کہا کہ ہاں تو اگر تم کو میرے قول میں شک ہو یا تم اس بارے میں شک کرتے ہو کہ میں تمہارے نبی (صلعم) کا نواسہ ہوں تو خدا کی قسم تم سے یا تمھارے غیر سے مشرق و مغرب کے درمیان سوائے میرے اور کوئی نواسہ آنحضرت کا موجود نہیں۔ اچھا تم مجھے یہ بتلاؤ کہ کیا تم مجھے اپنے کسی مقتول آدمی کے عوض میں طلب کرتے ہو جسے میں نے قتل کیا ہے۔ یا مجھ سے اپنے کسی مال کے عوض مطالبہ کرتے ہو۔ جسے میں نے ضائع کر دیا ہے۔ یا مجھ سے کسی زخم کا قصاص لینا چاہتے ہو۔ مگر انھوں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ پھر امام حسینؓ نے پکار کر کہا کہ اے شبث بن ربعی۔ اے حجار ابن ابجر۔ اے قیس ابن اشعث اور اے زید ابن حارث کیا تم نے خط لکھ کر مجھے اپنے پاس نہیں بلایا تھا۔ انھوں نے کہا کہ ہم نے ایسا نہیں کیا۔ کہا کہ ہاں تم نے ضرور ایسا کیا۔ تو اے لوگو اگر تم مجھے ناپسند کرتے ہو تو مجھے اتنی اجازت دو کہ میں جہاں کہیں مجھے جگہ ملے چلا جاؤں۔ قیس ابن اشعث نے سوال

کیا کہ کیا آپ اپنے برادر عزاد (یعنی ابن زیاد) کے حکم پر عمل نہ کریں گے۔ اس صورت میں بجز اس بات کے جو آپ کو پسند ہے آپ اور کچھ ہرگز نہ دیکھیں۔ امام حسینؓ نے جواب دیا کہ تم ہی اپنے بھائی کے بھائی ہو۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تم سے بنو ہاشم مسلم ابن عقیل کے خون سے زیادہ مطالبہ کریں نہیں خدا کی قسم میں کسی ذلیل آدمی کی طرح ان کو اپنا ہاتھ نہ دونگا۔ اور نہ غلام کی طرح اقرار کرونگا۔ اے اللہ کے بندو! میں اپنے اور تمھارے سب سے اس بات کی پناہ مانگتا ہوں۔ کہ تم مجھکو سنگسار کرو۔ اور اپنے اور تمھارے رب سے ہر ایک متکبر سے جو روز قیامت پر ایمان نہیں رکھتا پناہ مانگتا ہوں یہ کہکر انھوں نے سواری کو بٹھایا اور اس پر سے اتر گئے۔ زہیر ابن قین تلوار لگائے ہوئے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آگے بڑھے اور کہا کہ اے اہل کوفہ۔ خدا کے عذاب سے بچو۔ بچو۔ مسلمان کا فرض ہے کہ مسلمان کو نصیحت کرے ہم سب اس وقت تک بھائی بھائی ہیں اور ایک ہی دین پر ہیں۔ جب تک ہم میں تلوار نہ چلے بہتر ہے۔ کیونکہ اگر تلوار چل پڑی تو عصمت منقطع ہو جائیگی اور ہم اور تم الگ الگ جماعتیں بنجائیں گے۔ خدا نے ہم کو اور تمکو اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے بارے میں آزمائش میں ڈالا ہے۔ تاکہ وہ دیکھے کہ ہم آپس میں کیسا معاملہ کرتے ہیں۔ ہم تم کو اس کی مدد کرنے اور طاغیہ ابن طاغیہ (عبید اللہ ابن زیاد) کی اطاعت ترک کر دینے کی دعوت دیتے ہیں۔ کیونکہ تم ان دونوں سے سوائے اس کے اور کچھ حاصل نہیں کر سکتے کہ وہ تم سے بدی کریں۔ تمھاری آنکھیں پھوڑیں۔ تمھارے ہاتھ پاؤں کاٹیں۔ تمھارے ٹکڑے ٹکڑے کریں۔ تم کو کھجور کے درختوں کے تنوں پر لٹکائیں۔ اور تمھارے ہم جنسم قراء اور حجر ابن عدی اور ان کے اصحاب اور ہانی ابن عروہ اور ان جیسے اوروں کو قتل کریں کہتے ہیں کہ اس پر ان لوگوں نے زہیر کو گالیاں دیں۔ اور ابن زیاد کی تعریف کی اور کہا کہ خدا کی قسم ہم یہاں سے نہ ٹلیں گے جب تک کہ تمھارے ساتھی اور اس کے ہمراہیوں کو قتل کر کے انکو اور اس کے ہمراہیوں کو عبید اللہ کے سپرد نہ کر دیں۔ زہیر نے ان سے کہا کہ اے اللہ کے بندو! بہ نسبت سمیہ کے بچے کے فاطمہؓ کا بیٹا دوستی اور معاونت کا زیادہ حقدار ہے۔ اگر تم انھیں مدد نہ دو نہ سہی۔ مگر میں تم کو اس بات سے خدا کی پناہ میں دیتا ہوں کہ تم ان کو قتل کرو۔ تم امام حسینؓ کو

اور ان کے برادر عمزاد یزید ابن معاویہ کو آپس میں فیصلہ کر لینے دو۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ یزید تم سے امام حسینؓ کے قتل کئے بغیر بھی خوش ہو سکتا ہے۔ یہ سن کر شمر نے ان پر ایک تیر چلایا۔ اور کہا کہ بس چپ رہ۔ خدا تجھے غارت کرے۔ تو تو بک بک کر کے ہمارا دماغ چاٹ گیا۔ زہیر نے جواب میں کہا او بے غیرت کے بچے۔ میں خاص تجھ ہی سے مخاطب نہیں ہوں۔ اور بخدا میں نہیں سمجھتا کہ تو کتاب اللہ کی دو آیتوں پر بھی قدرت رکھتا ہے۔ تو قیامت کے دن کی ذلت اور عذاب دردناک سے خبردار رہ۔ شمر نے کہا کہ خدا تجھے اور تیرے دوست کو اسی وقت مارنے والا ہے۔ زہیر نے جواب دیا کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔ خدا کی قسم ان کے ساتھ مرجانا میں بدرجہا اس سے بہتر سمجھتا ہوں کہ تمھارے ساتھ رہ کر حیات ابدی پاؤں۔ پھر پکار کر کہا۔ کہ اے اللہ کے بندو۔ تم اپنے دین کے بارے میں اس درشت مزاج اور ظالم شخص کے دھوکے میں نہ رہنا۔ خدا کی قسم اُن لوگوں کو محمد (صلعم) کی شفاعت نصیب نہ ہوگی جو ان کی اولاد اور ان کے اہل بیت کی خوں ریزی اور ان کے مددگاروں اور ان کے حرم کی طرف سے لڑنے والوں کو قتل کرتے ہیں۔ امام حسینؓ نے انھیں واپسی کا حکم دیا اور وہ یہ کہکر واپس چلے گئے۔

جب عمر ابن سعد امام حسینؓ کی طرف بڑھے تو حُر ابن یزید نے ان سے کہا کہ خدا تمھیں نیکی دے کیا تم اس شخص سے لڑنے والے ہو۔ کہا ہاں خدا کی قسم اور وہ بھی ایسی لڑائی جس کی آسان ترین صورت یہ ہے کہ اس سے لوگوں کے سر گریں گے اور ہاتھ کٹ کٹ جائیں گے۔ حُر نے پوچھا کہ کیا تم لوگ انکے تینوں پیش کردہ امور میں سے ایک کو بھی قبول نہیں کر سکتے۔ عمر ابن سعد نے جواب دیا کہ اگر یہ امر میرے ہاتھ میں ہوتا تو خدا کی قسم میں ایسا ہی کرتا۔ لیکن کیا کروں کہ تمھارے امیر نے ایسا نہ کرنے دیا۔ اس پر حُر آہستہ آہستہ امام حسینؓ کے قریب ہوتے گئے۔ اور ان پر ایک لرزہ سا طاری ہو گیا۔ ان ہی کے ایک آدمی نے (جس کو مہاجر بن اوس کہا جاتا ہے) ان سے کہا کہ واللہ تمھاری بھی عجیب مشکوک حالت ہے۔ خدا کی قسم کسی جنگ میں میں نے تمھاری یہ حالت نہیں دیکھی جو میں اب دیکھ رہا ہوں حالانکہ اگر دلاور ترین اہل کوفہ کا ذکر کیا جائے تو میں تمکو مستثنےٰ نہ سمجھونگا۔ حُر نے

کہا کہ خدا کی قسم میں اپنے نفس کے لئے جنت اور دوزخ میں سے کسی ایک کو اختیار کر لینے پر غور کر رہا ہوں۔ اور گو کہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے یا جلا دیا جائے۔ مگر جنت کے خلاف کسی چیز کو اختیار نہ کرونگا۔ یہ کہکر اپنے گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے امام حسینؓ سے جا ملے۔ اور ان سے کہا کہ ابن رسول اللہ۔ خدا مجھے آپ پر قربان کرے۔ میں وہی شخص ہوں جس نے آپ کو واپسی سے باز رکھا تھا۔ راستے بھر آپ کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ اور پھر اس مقام میں آپ پر سختی کی۔ خدا کی قسم مجھے یہ گمان تک نہ تھا کہ میں نے آپ کی طرف سے جو تجویزیں پیش کیں ان کو یہ لوگ رد کر دینگے اور آپ کے ساتھ ایسے ایسے سلوک بھی کرینگے۔ اس لئے میں نے اپنے دل میں کہا کہ مجھے ان کے بعض امور کی اطاعت کر لینے میں مضائقہ نہ کرنا چاہئے تاکہ وہ یہ نہ خیال کریں کہ میں ان کی اطاعت سے پھر گیا ہوں۔ اور مجھے یقین تھا کہ وہ آپ کی پیش کردہ باتوں میں کسی ایک کو قبول کر لیں گے۔ بخدا اگر مجھے یہ خیال ہوتا کہ وہ ان تجویزوں کو قبول نہ کرینگے تو میں ان کو آپ کی طرف سے پیش ہی نہ کرتا۔ اب میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ اور ان افعال کے لئے جو مجھ سے سرزد ہوئے ہیں اپنے خدا سے توبہ مانگتا ہوں۔ اور جب تک کہ میں آپ کے سامنے رہ کر مر نہ جاؤں آپ کا مددگار اور غمخوار رہونگا۔ کیا آپ اس کو توبہ سمجھتے ہیں؟ امام حسینؓ نے فرمایا ہاں۔ خدا تمھاری توبہ قبول کرے اور تمھاری خطاؤں کو معاف کرے۔ یہ کہکر حُر نے امام حسینؓ کے اصحاب کے آگے ہو کر کہا کہ اے لوگو۔ کیا تم امام حسینؓ کی ان تجاویز میں سے ایک کو بھی قبول نہیں کرتے جو انھوں نے تمھارے سامنے پیش کی ہیں تاکہ خدا تم کو ان سے جنگ و جدل کرنے سے بچائے۔ عمر نے کہا کہ میں تو یہی چاہتا تھا۔ بشرطیکہ میں ایسا کر سکتا۔ حُر نے کہا کہ اے اہل کوفہ۔ خدا کرے کہ تمھاری ماؤں کے بچے ضائع ہو جائیں۔ کیا تم نے ان کو اپنے ہاں بلایا تھا اور جب وہ آگئے تو تم نے ان کو ترک کر دیا۔ تم تو یہ سمجھتے تھے کہ تم ان کی طرف ہو کر لڑوگے اور پھر تم نے ان سے دشمنی کی اور ان سے لڑنا چاہتے ہو۔ تم نے ان کو گرفتار کر لیا۔ ان کا مقابلہ کیا اور ان کو اور ان کے اہل و عیال کو یہاں سے واپس جاکر خدائے تعالیٰ کی وسیع و عریض زمین میں امن و امان سے رہنے سے روک دیا۔

اب وہ ایک قیدی کی طرح ہیں، نہ وہ اپنے لئے کسی طرح کا نفع حاصل کر سکتے ہیں۔ اور نہ ضرر دور کر سکتے ہیں۔ تم نے ان کو اور ان کے ہمراہیوں کو دریائے فرات کا پانی پینے سے روک دیا۔ جسے یہودی۔ نصرانی۔ اور مجوسی سب ہی پیتے ہیں۔ اور جس سے سواد کے خنازیر اور کتے تک سیراب ہوتے ہیں۔ دیکھو یہاں وہ اور ان کے اہل وعیال پیاس کی تکلیف میں مبتلا ہیں۔ تم نے محمد (صلعم) کے بعد ان کے عیال سے کیسا برا سلوک کیا ہے۔ اگر تم نے توبہ نہ کی اور اپنے ارادے سے باز نہ آئے۔ تو قیامت کے دن خدا تمھاری پیاس نہ بجھائیگا۔ انھوں نے حُر پر تیر چلانے شروع کئے۔ اور وہ واپس جاکر امام حسینؓ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اس پر عمر ابن سعد اپنا جھنڈا لئے ہوئے آئے اور چلّے میں تیر جوڑ کر چلایا۔ اور کہا کہ سب لوگ گواہ رہنا کہ سب سے پہلے میں نے ہی تیر چلایا ہے۔ پھر اور لوگوں نے تیر چلائے۔

بعدازاں زیاد کا غلام یسار اور عبیداللہ کا غلام سالم آگے بڑھے اور مخالفین سے بھی میدان میں آنے کو کہا۔ اس کے جواب میں عبداللہ عمیر الکلبی (جو کوفے سے اپنے بی بی کے ساتھ آکر امام حسینؓ کے ساتھ شامل ہو گئے تھے) آگے بڑھے ان غلاموں نے کہا کہ تم کون ہو۔ عبداللہ نے اپنا نسب بیان کیا۔ انھوں نے کہا کہ ہم تمھیں نہیں جانتے۔ چاہئے کہ ہمارے مقابلے کے لئے زہیر ابن قین یا حبیب ابن مظاہر یا بریر ابن حضیر نکلیں۔ یسار سالم کے آگے تھا کلبی نے کہا کہ اے زانیہ کے بچے کچھ تجھے میدان میں نکل کر شخص واحد سے مبارزہ کرنے کا شوق ہے۔ اور یاد رکھ کہ جو شخص بھی تیرے مقابلے کے لئے نکلیگا وہ ضرور تجھ سے بہتر ہوگا۔ اور یہ کہکر اس پر حملہ کیا۔ چنانچہ وہ تلوار کے ایک وار میں ٹھنڈا ہو گیا۔ ابھی کلبی یسار کے مارنے میں مشغول ہی تھے کہ سالم نے اُن پر حملہ کیا۔ اور جھپٹ کر بالکل ان کے روبرو آکر وار کیا کلبی نے وار کو ہاتھ سے روکا جس سے ان کے بائیں ہاتھ کی انگلیاں شہید ہو گئیں پھر کلبی اس پر پل پڑے اور تلوار سے اس کا بھی کام تمام کر دیا۔ ان کی زوجہ جن کا نام ام وہب تھا اُن کے پاس ایک عمود (گرز) لیکر آئیں۔ اور کہا کہ میرے ماں باپ

آپ پر فدا ہوں محمد (صلعم) کی پاک ذریّہ کی حفاظت کے لئے جنگ کرو۔ عبداللہ نے انکو عورتوں کی طرف لوٹا دینا چاہا۔ مگر وہ رک گئیں اور کہنے لگیں۔ کہ میں جبتک آپکے ساتھ ہی جان نہ دیدونگی آپکو ہرگز نہ چھوڑونگی۔ اس پر امام حسینؓ نے انکو آواز دی اور کہا کہ خدا تم کو اہل بیت کی طرف سے جزائے خیر دے۔ خدا تم پر رحم کرے۔ واپس چلی آؤ۔ عورتوں پر جہاد واجب نہیں۔ چنانچہ وہ واپس چلی گئیں۔ عمرو ابن حجاج عمر ابن سعد کے میمنہ کو لے کر آگے بڑھا۔ اور جب وہ امام حسینؓ کے قریب پہنچا تو امام صاحب کے ہمراہیوں نے اپنے گھٹنوں کو زمین پر ٹیک دیا اور نیزوں کو ان کی طرف بڑھا دیا جس سے گھوڑے بھالوں کے سامنے سے لوٹنے لگے۔ تب انھوں نے ان لوگوں پر تیر چلانے شروع کیے۔ جن سے چند آدمیوں کو گرا دیا اور چند کو زخمی کیا پھر ان میں سے ایک شخص ابن حوزہ نامی نے آگے بڑھ کر پوچھا کہ کیا تم میں حسینؓ بھی ہیں۔ کسی نے جواب نہ دیا۔ اس نے تین مرتبہ یہ سوال کیا تو جواب دیا گیا کہ ہاں ہیں۔ تم کیا چاہتے ہو۔ اس نے کہا کہ اے حسینؓ دوزخ کی خبر سن لو۔ امام حسینؓ نے فرمایا۔ نہیں تو جھوٹ کہتا ہے بلکہ میں رب رحیم اور رسول شفیق و مطاع کے پاس جاؤنگا۔ تو کون ہے۔ کہا ابن حوزہ۔ امام حسینؓ نے اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ یا خدا اسے آگ میں جھونک دے۔ ابن حوزہ نے اس بات سے بگڑ کر چاہا کہ گھوڑا اس کھائی (یا نالہ پر) سے اُڑائے۔ جو فریقین کے مابین واقع تھا۔ اس کے پاؤں رکاب میں اڑ گئے۔ گھوڑے نے جولان کرنا شروع کیا اور ابن حوزہ اس پر سے گر پڑا جس سے اسکی ران اور پنڈلی اور ایک پاؤں ٹوٹ گیا۔ مگر دوسرا پہلو بدستور رکاب سے ہی چمٹا ہوا رہ گیا۔ جو ہر شجر و حجر سے ٹکراتا پھرتا تھا۔ آخر وہ مر گیا مسروق ابن وائل الحضرمی بھی ان لوگوں کے ہمراہ لڑنے کیلئے آیا تھا اس نے کہا ممکن ہے کہ میں حسینؓ کا سر کاٹ لوں۔ اور اس کے ذریعے سے ابن زیاد کے ہاں مرتبہ و منزلت پاؤنگا مگر جب اس نے دیکھا کہ خدائے تعالیٰ نے امام حسینؓ کی دعا پر ابن حوزہ کے ساتھ کیا کچھ کیا تو وہ واپس چلا گیا اور کہنے لگا کہ میں نے اس خاندان کے لوگوں سے ایسی بات دیکھی جسکی بعد میں ان سے ابد تک نہ لڑونگا جنگ جاری رہی۔ بنو عبدالقیس کے ایک حلیف یزید ابن معقل نے نکلکر کہا کہ اے بریر ابن حضیر اب بتلاؤ کہ خدا نے تمھارے ساتھ کیسی کی ہے۔

کہا کہ خدا کی قسم کہ اس نے میرے ساتھ اچھا ہی کیا ہے۔ مگر تمہارے ساتھ ضرور بری ہی کی ہے۔ اس نے کہا کہ نہیں تم جھوٹ کہتے ہو۔ حالانکہ آج سے پیشتر تم کبھی جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ اور میں بتلائے دیتا ہوں کہ تم گمراہوں میں سے ہو۔ ابن خضیر نے کہا کہ کیا تم مجھ سے اس بات میں مباہلہ کرتے ہو کہ خدا کاذب پر لعنت اور باطل پرست کو ہلاک کرے۔ اگر مباہلہ کرنا چاہتے ہو تو آؤ باہر آؤ۔ میں تم سے لڑتا ہوں۔ چنانچہ دونوں میدان میں آئے۔ اور اس امر میں مباہلہ کرنے لگے کہ خدا کاذب پر لعنت کرے اور حق پوش و باطل پرست کو ہلاک کرے۔ دونوں لڑنے لگے۔ ایک دوسرے پر وار کرتے تھے۔ یزید ابن معقل نے بریر ابن خضیر پر جو حملہ کیا اس سے مؤخر الذکر کو کوئی ضرر نہ پہنچا۔ مگر ابن خضیر نے اس پر ایسا وار کیا کہ تلوار خود کو چیرتی ہوئی دماغ تک پہنچ گئی۔ وہ گر پڑا اور تلوار اس کے سر میں اٹکی ہی رہی۔ یہ دیکھ کر رضی ابن منقد العبدی نے ابن خضیر پر حملہ کیا۔ ابن خضیر کی گردن میں ہاتھ ڈال دیئے۔ دونوں کچھ وقفے تک اسی طرح لڑتے رہے۔ آخر ابن خضیر اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے۔ کعب ابن جابر الازدی نے ابن خضیر پر اس طرح نیزے کا وار کیا کہ نیزہ ان کی کمر میں گھس گیا۔ وہ نیزے کو کمر کے اندر محسوس کر کے رضی کو چھوڑ کر اٹھے۔ رضی نے ان کی ناک کو دانتوں سے چبا کر اس کا ایک حصہ کاٹ ڈالا۔ ادھر کعب ابن جابر نے بھی وار کیا اور ابن خضیر کو شہید کر ڈالا۔ رضی اپنی قبا سے مٹی جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ لیکن جب کعب اپنی زوجہ کے پاس گیا تو اس نے کہا کہ تم نے ابن فاطمہ کے برخلاف اعانت کی ہے اور قاریوں کے سردار بریر کو شہید کیا ہے اس لئے میں تم سے کبھی کلام نہ کرونگی۔

اس کے بعد عمرو بن قرظہ آگے بڑھے اور امام حسینؓ کے سامنے کھڑے ہو کر لڑنے لگے اور شہید ہوئے۔ انکا بھائی عمر ابن سعد کے ساتھ تھا۔ اس نے وہیں سے امام حسین کو پکار کر کہا کہ اے حسینؓ۔ اے کذاب ابن کذاب (نعوذ باللہ) تم نے میرے بھائی کو گمراہ کیا۔ اسے دھوکا دیا اور آخر قتل کرایا۔ امام حسینؓ نے کہا کہ خدا نے تمہارے بھائی کو گمراہ نہیں کیا۔ بلکہ اسے ہدایت دی اور تم کو گمراہ کیا ہے۔ کہا کہ مجھے بھی اللہ قتل ہی کرے اگر میں تم کو قتل نہ کروں

یا تمہارے سامنے لڑتا لڑتا مر نہ جاؤں۔ یہ کہہ کر اس نے حملہ کیا جسے نافع ابن ھلال المرادی نے روکا۔ بلکہ اس پر نیزے کا حملہ کر کے اُسے گرا دیا۔ اس پر اس کے دوسرے ساتھیوں نے حملہ کر کے اسے بچا لیا اور وہ بچ گیا۔

حُر ابن یزید امام حسینؓ کے ساتھ ہو کر سخت جنگ کرتے رہے۔ یزید ابن ابی سفیان ان کے مقابلے کے لیئے نکلا اور شہید ہوا۔ علیٰ ہذا القیاس نافع ابن ھلال کے جو امام حسینؓ کے ہمراہ لڑ رہے تھے مقابلے کے لیئے مزاحم ابن حریث نکلا۔ اور نافع نے اسے شہید کر دیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر عمرو ابن حجاج نے چلا کر لوگوں سے کہا کہ اے شہسوارو تم کیا جانتے ہو کہ تم کس سے لڑ رہے ہو۔ تم ایسے آدمیوں سے لڑ رہے ہو جو موت کے خواہاں ہیں۔ خبردار تم میں سے کوئی ان سے دست بدست مبارزہ کرنے کے لیئے نہ نکلے۔ کیونکہ وہ تھوڑے ہی سے ہیں اور ان میں سے شاید ہی کوئی بچے۔ خدا کی قسم اگر تم ان پر صرف سنگباری بھی کرتے تو بھی ان کو قتل کر سکتے تھے۔ اے اہل کوفہ اپنی طاعت اور جماعت کو لازم پکڑے رہو۔ اور اس شخص کے قتل میں مطلق شک نہ کرو جس نے دین میں رخنہ ڈالا ہے اور امام کی مخالفت کی ہے۔ عمرؔ نے کہا تمہاری رائے درست ہے۔ اور یہ کہہ کر لوگوں کو دست بدست لڑنے کے لیئے آگے بڑھنے سے منع کر دیا۔ امام حسینؓ نے یہ بات سن کر کہا کہ اے عمرو ابن حجاج۔ کیا تم لوگوں کو میرے خلاف برانگیختہ کرتے ہو۔ کیا ہم نے دین میں رخنہ اندازی کی ہے یا تم نے۔ خدا کی قسم جب تمہاری روحیں قبض کی جائینگی اور تم مرو گے تب تم کو معلوم ہو گا۔ اس کے بعد عمرو ابن حجاج نے امام حسینؓ پر فرات کی طرف سے حملہ کیا۔ جس سے سب پر کچھ دیر کے لیئے عالم اضطراب طاری ہو گیا۔ مسلم ابن عوسجۃ الاسدی گر گئے اور عمرو ان کو اسی طرح چھوڑ کر چلا گیا۔ امام حسینؓ ان کے پاس گئے۔ اس وقت ان میں کچھ رمق جان باقی تھی۔ امام حسینؓ نے ان سے کہا کہ اے مسلم بن عوسجہ خدا تم پر رحم کرے۔ مِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ۔ پھر حبیب ابن مظہر ان کے پاس گئے۔ اور کہا کہ اپنی اس شکست پر صبر کرو۔ اور جنت کی خوشخبری سنو۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں جانتا ہوں کہ میں بھی تمہارے پیچھے پیچھے آنے والا ہوں

تو میں یہ چاہتا کہ تم مجھے وصیت کرو تا کہ میں تمہاری یاد کو تازہ رکھ سکتا۔ مسلم نے اپنے ہاتھ سے امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ میں آپ کو وصیت کرتا ہوں۔ آپ ان کی حفاظت کرتے ہوئے جان دیں۔ حبیب نے کہا کہ میں ایسا ہی کرونگا۔ پھر مسلم کا انتقال ہو گیا۔ ان کی ایک لونڈی نے ان کو یا ابن عوسجہ کہکر پکارا تو عمرو کے ہمراہیوں نے جواب دیا کہ ہم نے مسلم کو قتل کر دیا ہے۔ یہ سُن کر شبث نے اپنے گرد و پیش کے بعض آدمیوں سے کہا کہ خدا کرے تمہاری ماؤں کی کوکھیں جل جائیں کہ تم نے اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ ہی کو قتل کیا۔ اور خود کو اوروں کے سامنے ذلیل و خوار کرتے ہو۔ کیا تم مسلم کی شہادت سے خوش ہوتے ہو قسم ہے اس ذات کی جس کے لئے میں مسلمان ہوا ہوں۔ کہ میں نے مسلم کو بہت سی جنگوں میں دیکھا ہے کہ وہ مسلمین میں شامل تھے۔ میں نے ان کو آذربائیجان کے میدان جنگ میں دیکھا ہے کہ انھوں نے مسلمانوں کے سوار جمع ہونے سے پہلے چھ مشرکین کو قتل کیا۔ کیا ان جیسا ایک شخص شہید ہو جائے۔ اور تم خوش ہو مسلم ابن عوسجہ کے قاتلین میں مسلم ابن عبداللہ الضبابی اور عبداللہ ابن ابی خشکارۃ البجلی تھے۔

شمر نے میسرہ کو لے کر حملہ کیا۔ جس کا ثابت قدمی کے ساتھ جواب دیا گیا۔ اُن لوگوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب پر ہر طرف سے حملہ کیا۔ اور کلبی شہید ہوئے۔ وہ پہلے دو شخصوں کے بعد بھی دو کو قتل کر چکے تھے۔ کلبی نہایت شدت سے لڑ رہے تھے۔ آخر کار ان کو ہانی ابن ثبیت الحضرمی اور بکیر بن حی التیمی (جو بنو تیم اللہ ابن ثعلبہ میں سے تھا) نے شہید کر دیا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہی جن کی تعداد بتیس سواروں کی تھی جگر توڑ کر لڑ رہے تھے اہل کوفہ کے سواروں پر جدھر حملہ کرتے تھے تتر بتر کر دیتے تھے۔ عزرۃ بن قیس نے جو اہل کوفہ کے سواروں کا سردار تھا۔ عمر کے پاس پیغام بھیجا کہ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ان مٹھی بھر آدمیوں کے ہاتھوں میرے سواروں پر کیا کچھ سختی گذر رہی ہے آپ ان کے مقابلے کے لئے پیادے اور تیر انداز روانہ کیجئے۔ انھوں نے شبث ابن ربعی کو کہا کہ کیا تم ان کی طرف نہ بڑھو گے۔ انھوں نے کہا کہ سبحان اللہ مضر اور عامۂ شہر کے شیخ کو تم تیر اندازوں کے ساتھ بھیجنا چاہتے ہو۔ کیا آپ کو میرے سوا

اور کوئی نہیں ملتا۔ وہ لوگ ہمیشہ یہ دیکھتے تھے کہ شبث جنگ کرنے سے باز رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ مصعب کی امارت کے زمانے میں کہا کرتے تھے کہ خدا اس شہر کے باشندوں کو کبھی خیر و برکت نہ دیگا۔ اور نہ کبھی ان کو ہدایت دیگا کیا تم تعجب نہیں کرتے کہ ہم حضرت علیؓ ابن ابی طالب اور ان کے صاحبزادے حسنؓ کے ساتھ ہو کر پانچ سال تک برابر ابو سفیان کے خاندان سے لڑتے رہے۔ پھر ہم حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کے بیٹے کے دشمن ہو گئے۔ جو روئے زمین کے آدمیوں میں بہترین آدمی تھے۔ اور ہم معاویہ کے خاندان اور سمیّہ زانیہ کے بچے کی طرف ہو کر ان سے لڑتے رہے۔ ہائے ہائے رے گمراہی۔ وائے رے گمراہی۔ غرضکہ جب شبث نے ان سے وہ بات کہی تو عمر ابن سعد نے حصین بن نمیر کو بلایا اور ان کے ساتھ ایک دستۂ فوج اور پانچ سو تیر اندازوں کو روانہ کر دیا۔ ان لوگوں نے امام حسینؓ اور ان کے ہمراہیوں کے پاس پہنچ کر ان پر تیر اندازی شروع کی چنانچہ تھوڑے ہی عرصے میں ان کے گھوڑے کاٹ ڈالے گئے۔ اور ان کو پیادہ ہو کر لڑنا پڑا۔

حُر بن یزید پیدل ہو جانے کے بعد نہایت شدت سے لڑ رہے تھے۔ آخر ہوتے ہوتے دوپہر کے وقت لڑائی میں نہایت درجہ شدت آگئی۔ امام حسینؓ کے خیموں کے مجتمع ہونے سے اُن لوگوں کو سوائے اس کے کہ صرف ایک ہی طرف سے مقابلہ کریں چارہ نہ تھا عمر نے یہ دیکھ کر چند آدمیوں کو اس غرض سے بھیجا۔ کہ امام حسینؓ کے خیمہ جات کو دائیں بائیں جانب سے اُکھاڑ کر برباد کر دیں اور ہر طرف سے گھیر لیں۔ امام حسینؓ کے تین چار ہمراہی ان کے اور خیموں کے درمیان حائل ہو کر ان لوگوں کو خیمہ اُکھاڑتے اور لوٹ مار کرتے ہوئے دیکھ کر قتل کر دیتے تھے اور قریب سے تیر کا نشانہ بناتے تھے۔ یا کاٹ ڈالتے تھے۔ آخر عمر ابن سعد کے حکم سے خیموں کو جلا ڈالا گیا۔ امام حسینؓ نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ ان لوگوں کو جلا لینے دو۔ کیونکہ خیموں کو جلا کر ان لوگوں کو یہ ہمت نہ ہو گی کہ تمہاری طرف بڑھ سکیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

کلبی کی زوجہ باہر نکل کر اپنے شوہر کے پاس آئیں اور ان کے چہرے سے خاک صاف کرتی جاتی تھیں اور کہتی جاتی تھیں کہ آپ کو جنت مبارک ہو۔ یہ دیکھ کر شمر نے اپنے غلام رستم کو حکم دیا جس نے کلبی مرحوم کی بیوی کے سر پر ایک ڈنڈا مارا اور وہ وہیں فوت ہو گئیں۔ پھر شمر حملہ کرتے کرتے امام حسینؓ کے خیموں تک پہنچ گیا۔ کہ ان خیموں کو باشندوں سمیت جلا دیا جائے۔ عورتیں چیخنے اور نکل نکل کر بھاگنے لگیں۔ امام حسینؓ نے بلند آواز سے اس سے کہا کہ تو میرے گھر والوں پر خیمہ جلاتا ہے خدا تجھے آگ میں جلائے۔ حمید ابن مسلم نے شمر سے کہا کہ یہ درست نہیں ہے کہ تم ان کو خدا کا عذاب دیتے ہو۔ اور بچوں اور عورتوں کو قتل کرتے ہو خدا کی قسم صرف مردوں ہی کے قتل سے تم اپنے امیر کو خوش کر لو گے۔ مگر شمر نے نہ مانا۔ پھر شبث ابن ربعی نے اسے اس حرکت سے روکا تو وہ رک گیا اور واپس جانا چاہا۔ زہیر ابن قین نے اس کو واپس جاتے دیکھ کر دس آدمیوں کے ساتھ اس پر حملہ کیا اور خیموں کے پاس سے مار کر ہٹا دیا۔ اسی معرکے میں انھوں نے ابو عزت الضبابی کو قتل کیا جو شمر کے ہمراہیوں میں سے تھا۔ پھر ان پر شمر کے بہت سے آدمیوں نے حملہ کیا۔ ان میں ایک یا دو اشخاص شہید ہوتے تو ان کی قلت تعداد کی وجہ سے صاف ظاہر ہو جاتا تھا۔ مگر چونکہ اُن لوگوں کی تعداد کثیر تھی ان میں پتہ نہ چلتا تھا کہ کیا ہوا۔

جب نماز کا وقت قریب آیا تو ابو ثمامۃ الصائدی نے امام حسینؓ سے کہا کہ میری جان آپ پر قربان ہو۔ میں دیکھتا ہوں کہ یہ لوگ آپ کے قریب قریب آتے جاتے ہیں۔ خدا کی قسم جب تک میں آپ کے آگے قتل نہ ہوں آپ ہرگز شہید نہ ہوں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ خدائے تعالےٰ سے ایسی حالت میں ملوں کہ میں اس وقت کی نماز ادا کر چکا ہوں۔ امام حسینؓ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا کہ تم نے اس وقت نماز کو یاد کیا ہے خدا تم کو مصلیوں اور ذاکروں میں داخل کرے۔ ہاں اب نماز کا وقت شروع ہے۔ مگر ان لوگوں سے کہہ دو کہ ذرا ہم پر حملہ آوری سے رک جائیں تاکہ ہم نماز پڑھ لیں حصین نے پکار کر کہا کہ تمھاری نماز قبول نہ ہو گی۔ حبیب ابن مظاہر نے جواب دیا او گدھے! تو سمجھتا ہے

کہ آل رسول اللہ (صلعم) کی نماز قبول نہ ہوگی اور تیری قبول ہو جائیگی۔ یہ سن کر حصین نے ان پر حملہ کیا۔ حبیب نے آگے بڑھ کر اس کے گھوڑے کے چہرے پر تلوار ماری۔ حصین لڑکھڑا کر گرا۔ مگر اس کے ہمراہیوں نے اسے بچا لیا۔ حبیب نے نہایت جانفشانی سے لڑتے ہوئے بنو تمیم کے بدیل ابن صریم نام ایک شخص کو قتل کیا۔ حبیب پر بنو تمیم کے ایک اور شخص نے نیزے سے حملہ کیا۔ وہ گر گئے۔ اور اٹھنا چاہتے تھے کہ حصین نے سر پر وار کیا جس سے وہ پھر گر گئے۔ تمیمی نے آگے بڑھ کر ان کا سر کاٹ لیا۔ حصین نے اس سے کہا کہ اس شخص کے قتل میں میں تمہارا شریک ہوں۔ اس نے کہا خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ حصین نے کہا کہ اس کا سر مجھ کو دیدو۔ میں اسے اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکاؤنگا۔ تاکہ لوگ دیکھ لیں کہ اس کے قتل میں میں شریک ہوں۔ پھر تو سر کو لے لے اور اس کو ابن زیاد کے پاس لے جا۔ جو انعام ملیگا اس کی مجھے حاجت نہیں ہے۔ غرض کہ اس شخص نے حبیب کا سر حصین کے سپرد کر دیا۔ اور جب وہ لوگ کوفے واپس پہنچے۔ تو وہ اس سر کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکا کر ابن زیاد سے ملنے کے لئے اس کے قصر کی طرف چلا۔ قاسم بن حبیب نے جو اس وقت قریب بہ بلوغ تھا اس کو دیکھ لیا۔ سوار کے ساتھ ہو لیا۔ اور اس سے جدا نہ ہوتا تھا۔ اس مرد کو قاسم پر شبہ ہو گیا اور اس سے حال پوچھا۔ انھوں نے جواب دیا اور اس سر کو مدفون کرنے کے لئے طلب کیا۔ اس نے کہا کہ امیر اس کے دفن کئے جانے سے خوش نہ ہوگا۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ امیر مجھے اسکا صلہ دیگا۔ قاسم نے کہا لیکن خدا تجھ کو بہت بری جزا دیگا۔ وہ برابر اپنے باپ حبیب کے قاتل کے خون کے درپے رہے۔ تاآنکہ مصعب کا زمانہ آیا۔ مصعب نے ان کو اپنے لشکر میں داخل کر لیا۔ ان کو مصعب کے ہمراہ باجمیرا کی جنگ کو جانا پڑا۔ وہاں انھوں نے اپنے باپ کے قاتل کو اس کے خیمے میں دیکھا۔ اور ایک دن دوپہر کو اس کے خیمے میں جا کر اسے قتل کر دیا۔

حبیب کی شہادت سے امام حسینؓ کو سخت رنج ہوا۔ انھوں نے کہا کہ میں اپنے حامیوں کا خدا کے پاس محاسبہ کرونگا۔ حر اور زہیر ابن قین نہایت شدت سے لڑنے لگے۔ جب ان میں سے ایک لڑتے لڑتے دشمن کی صفوں میں داخل ہو جاتا تو دوسرا اس کی خلاصی کے لئے حملہ کرتا۔ کچھ عرصے تک تو ان کو اسی طرح غلبہ رہا۔ پھر غنیم کے پیادوں نے حر پر حملہ کر کے ان کو شہید کر دیا۔ ابو ثمامۃ الصائدی

نے اپنے چچیرے بھائی کو مارا جو انکا دشمن تھا۔ پھر انھوں نے ظہر کی نماز پڑھی۔ اور امام حسینؓ نے ان کے ساتھ صلواۃ الخوف ادا کی۔ *

دو پہر کے بعد پھر جنگ جاری ہوئی۔ اور سخت ہوئی۔ وہ لوگ امام حسینؓ تک پہنچ گئے۔ حنفی نے امام حسینؓ کے سامنے ہو کر اپنے کو تیروں کا نشانہ بنا دیا۔ وہ لوگ ان پر تیر چلاتے رہے۔ مگر وہ بھی برابر امام حسینؓ کے سامنے ڈٹے رہے۔ اور آخر کار شہید ہوئے۔ زہیر ابن قین نے بھی نہایت بے جگری سے لڑنا شروع کیا۔ مگر کثیر ابن عبد الشعبی اور مہاجر ابن اوس نے حملہ کر کے ان کو بھی شہید کر دیا۔ نافع ابن ہلال البجلی نے اپنے زہر آلودہ تیروں پر اپنا نام لکھ دیا تھا۔ ان سے انھوں نے غنیم کے بارہ آدمیوں کو ہلاک کیا۔ اور جو لوگ زخمی ہوئے وہ علیحدہ تھے۔ ان پر بھی حملے ہوئے جن سے ان کے دونوں ہاتھ کٹ گئے۔ اور وہ اسیر ہو گئے۔ شمر ابن ذی الجوشن ان کو پکڑ کر عمر ابن سعد کے پاس لے گیا۔ خون ان کے چہرے پر سے بہ رہا تھا اور وہ یہ کہتے جاتے تھے کہ زخمیوں کے علاوہ میں نے تمہارے بارہ آدمیوں کو قتل کیا ہے۔ اور اگر میرے ہاتھ اور بازو باقی رہتے تو تم مجھے قید نہ کر سکتے۔ شمر نے ان کے قتل کے لئے اپنی تلوار سونتی تو انھوں نے کہا کہ خدا کی قسم اگر تم مسلمان ہوتے تو تم پر یہ بات بہت گراں گذرتی کہ تم ہمارے خونوں کے ساتھ اللہ سے ملو۔ شکر ہے اس خدا کا جس نے اپنے پیدا کردہ شریر النفس لوگوں کے ہاتھوں ہماری موتیں مقدر کیں۔ شمر نے ان کو قتل کر دیا۔ *

پھر شمر نے امام حسینؓ کے ہمراہیوں پر حملہ کیا۔ جنھوں نے دشمن کی تعداد کو بڑھتا ہوا دیکھ کر۔ اور امام حسینؓ اور اپنے لئے مدافعت کی سبیل نہ پا کر۔ امام حسینؓ کے سامنے کھڑے ہونے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ سب سے پہلے عروۃ الغفاری کے دو بیٹے عبد اللہ اور عبد الرحمن الغفاری نے ان کے پاس آکر کہا کہ لوگوں نے ہمیں گھیر کر آپ کے پاس آنے پر مجبور کیا ہے۔ یہ کہہ کر ان کے سامنے ہو کر لڑنے لگے۔ پھر دو جابری جوان یعنی سیف ابن حارث بن سریع اور مالک ابن عبد ابن سریع آئے۔ وہ دونوں چچازاد بھائی مگر ایک ہی ماں کے بیٹے تھے۔ ان دونوں کو روتا دیکھ کر امام حسینؓ نے کہا کہ تم کیوں رو رہے ہو؟

مجھے امید ہے کہ تھوڑی دیر میں تم میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو گے۔ انھوں نے کہا کہ ہم اپنی جانوں کے لیئے نہیں روتے بلکہ آپ کے لیئے روتے ہیں کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ کو ہر طرف سے گھیر لیا گیا ہے۔ اور ہم آپ کی طرف سے مدافعت نہیں کر سکتے۔ امام حسینؓ نے کہا کہ خدا تم کو متقین کی سی جزا دے۔ پھر حنظلہ ابن اسعد الشبامی آئے اور امام حسینؓ کے سامنے کھڑے ہو کر۔ بلند آواز سے کہنے لگے۔ اے لوگو! میں تمہارے لیئے یوم الاحزاب اور اقوام نوح و عاد و ثمود اور ان کے بعد کی اقوام کی طرح انجام پذیر ہونے سے ڈرتا ہوں۔ اور خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرنا چاہتا۔ اے لوگو مجھے تمہاری طرف سے روز قیامت کا ڈر ہے۔ جس دن تم بھاگتے پھرو گے۔ اور سوائے خدا کے تم کو کوئی بچانے والا نہ ہو گا۔ اور جس کو خدا ہی گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ اے لوگو۔ امام حسینؓ سے جنگ نہ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ خدا تم کو سخت عذاب میں مبتلا کر دے۔ افترا پرداز ہمیشہ ناکام ہی رہتا ہے۔ امام حسینؓ نے ان سے فرمایا کہ خدا تم پر رحم کرے۔ ان لوگوں نے عذاب کو اسی وقت سے اپنے اوپر واجب کر لیا ہے جب سے کہ انھوں نے میری دعوت حق کو رد کیا ہے اور اب وہ اس ارادے سے اٹھے ہیں کہ تم کو اور تمہارے ہمراہیوں کو شہید کر دیں۔ پھر اب کہ انھوں نے تمہارے دوسرے برادران صالحین کو قتل کر دیا ہے وہ کیسے باز آ سکتے ہیں۔ حنظلہ نے امام حسین اور ان کے اہل بیت پر سلام و درود بھیجا اور آگے بڑھ کر لڑنے لگے اور شہید ہو گئے۔ اس کے بعد دونوں جابری جوان آگے بڑھے۔ امام حسینؓ سے رخصت ہوئے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ پھر عابس ابن ابی شبیب الشاکری اور شوذب (شاکری کا غلام) آگے بڑھے اور جنگ میں مشغول ہوئے۔ شوذب شہید ہو گئے مگر عابس نے دست بدست جنگ کا مطالبہ کیا۔ لوگ ان کی شجاعت کی وجہ سے الگ الگ ہونے لگے۔ تو عمر نے ان سے کہا کہ اس پر سنگباری کرو۔ اس لیئے انھوں نے ہر طرف سے ان پر سنگباری شروع کی عابس نے یہ دیکھ کر اپنی زرہ اور خود اتار کر ان پر حملہ کیا۔ اور ان کو بھگا دیا۔ مگر وہ

لوگ پھر پلٹ کر ان پر حملہ آور ہوئے اور ان کو شہید کر دیا۔ اور متعدد لوگوں نے ان کو شہید کرنے کا دعوےٰ کیا۔

ضحاک ابن عبداللہ المشرقی امام حسینؓ کے پاس آئے۔ اور کہا کہ اے ابن رسولؐ آپ کو معلوم ہے کہ میں نے آپ سے کہا تھا کہ جب تک آپ کے خلاف لڑنے والے باقی رہیں گے میں آپ کی طرف سے جنگ کرتا رہونگا۔ لیکن جب کسی کو لڑتا نہ دیکھوں گا تو میرے لئے واپس چلا جانا جائز ہوگا۔ امام حسینؓ نے فرمایا کہ ہاں تم سچ کہتے ہو۔ لیکن اگر تم ایسا کر بھی سکے تو جان بچا کر کیسے جا سکو گے۔ گو کہ تمھارے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔ کہا جب میں نے اپنے ہمراہیوں کے گھوڑوں کو کٹتے دیکھا تو میں اپنے گھوڑے کو ایک خیمے میں چھوڑ آیا تھا اور میں پیدل ہی لڑتا رہا اور دو کو تو مارا اور ایک کا ہاتھ کاٹ دیا۔ انھوں نے کئی بار امام حسینؓ کی طرف سے لوگوں کو دعوت دی پھر کہنے لگے کہ میں نے اپنا گھوڑا باہر نکال لیا اور اس پر بیٹھ کر اپنے مقابل کے آدمیوں پر حملہ کر دیا۔ وہ میرے سامنے سے ہٹ گئے۔ ان میں سے پندرہ آدمی میرے ساتھ ہو گئے۔ اسی طرح میں آگے بڑھتا چلا گیا اور بچ گیا۔

ابو شعثاء الکندی یعنی یزید ابن ابی زیاد امام حسینؓ کے آگے کھڑے ہو کر دوزانو ہو گئے اور تو بر تو ایک سو تیر چلائے۔ جن میں سے پانچ تیر بھی ساقط نہیں ہوئے۔ اور جب جب وہ تیر چلاتے تھے تو امام حسینؓ یہ دعا کرتے تھے کہ اے خدا ان کے تیروں کو مضبوط کر اور ان کو جنت کا ثواب عطا کر۔ یہ یزید عمر ابن سعد کے ہمراہ روانہ ہوئے تھے۔ مگر جب ان لوگوں نے امام حسینؓ کے شرائط کو رد کر دیا تو وہ امام حسینؓ کی طرف آ گئے۔ اور ان کے آگے ہو کر لڑنے لگے۔ اور وہی سب سے پہلے شہید ہوئے۔ مگر عمرو ابن خالد الصیداوی۔ جبار بن حارث السلمانی سعد (مولائے عمرو ابن خالد) اور مجمع بن عبیداللہ العائذی نے سب سے پہلے جنگ شروع کی۔ لیکن جب یہ سب ان لوگوں میں گھستے چلے گئے۔ تو ان لوگوں نے ان کو ان کے ہمراہیوں سے علیحدہ کر دیا۔ یہ دیکھ کر عباس ابن علیؓ نے حملہ کیا۔ اور ان کو ان کے ہاتھوں سے چھڑا لائے۔ گو کہ وہ سب

اس وقت تک زخمی ہو چکے تھے۔ جب اُن کے دشمن ان کے قریب آئے۔ اور انھوں نے ان پر حملہ کیا۔ تو وہ بھی زور و شور سے لڑے اور لڑتے لڑتے آغاز جنگ ہی میں ایک مقام پر مارے گئے۔ امام حسینؓ کے اصحاب میں سے آخری شخص جو بچا وہ سوید ابن ابی المطاع الخثعمی تھا۔

بنو ابی طالب کے خاندان میں سے اس دن سب سے پہلے علی اکبر ابن حسینؓ شہید ہوئے۔ جن کی والدہ لیلےٰ بنت ابی مرۃ بن عروۃ بن مسعود الثقفیہ تھیں سبب یہ ہوا کہ وہ حملہ کرتے ہوئے یہ شعر پڑھتے تھے۔ (ترجمہ) :-

"میں علی ابن حسینؓ ابن علیؓ ہوں۔ خانہ کعبہ کے رب کی قسم ہے کہ ہم نبی کے ساتھ اولےٰ ہیں۔ قسم ہے اللہ کی کہ ہم پر کوئی دوغلے کا بچہ حاکم نہیں ہو سکتا" ان کے کئی مرتبہ ایسا کرنے پر مرۃ ابن منقذ العبدی نے ان پر نیزے کا وار کیا۔ وہ گر گئے۔ اور لوگوں نے بڑھ کر ان کو تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ امام حسینؓ ان کی یہ حالت دیکھ کر کہنے لگے۔ کہ اے میرے بچے جنھوں نے تجھے قتل کیا ہے۔ خدا ان کو قتل کرے۔ اُف یہ لوگ خدا کے مقابلے میں اور رسول اللہ کی آبرو ریزی میں کیسے دلیر ہیں۔ تیرے بعد دنیا ایک چٹیل میدان ہے۔ پھر امام حسینؓ اپنے چند جوانوں کو ہمراہ لے کر ان کی طرف گئے اور فرمایا اپنے بھائی کو اٹھا کر لے چلو۔ چنانچہ وہ اٹھا کر لے گئے۔ اور جن خیموں کے سامنے وہ لڑ رہے تھے۔ انھیں کے پاس لے جا کر رکھ دیا۔ پھر عمرو ابن صبیح نے عبداللہ ابن مسلم ابن عقیل کے تیر مارا انھوں نے اپنا ایک ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھ لیا جسے وہ نہ اٹھا سکے۔ عمرو نے پھر ایک تیر مارا اور ان کو شہید کر دیا۔

اس کے بعد ان لوگوں نے ہر طرف سے حملہ کیا۔ چنانچہ عبداللہ ابن قطبۃ الطائی نے عون ابن عبداللہ ابن جعفر کو شہید کیا۔ عثمان ابن خالد ابن اسیر الجہنی اور بشر ابن سوط الہمدانی نے عبدالرحمٰن ابن عقیل ابن ابی طالب کو شہید کیا اور عبداللہ ابن عروۃ الخثعمی نے جعفر ابن عقیل کو نشانہ بنایا۔ قاسم ابن حسنؓ ابن علیؓ تلوار لے کر حملہ آور ہوئے۔ مگر عمرو ابن سعد ابن نفیل نے ان کے حملے کا جواب دیا۔ اور تلوار سے ان کے سر پر ایسا وار کیا کہ قاسم منہ کے بل زمین پر گر پڑے اور

"یا عماہ" کہہ کر پکارا۔ امام حسینؓ ان کی آواز سن کر بے تحاشا بھاگے ہوئے گئے۔ اور شیر کی طرح حملہ کر کے عمرو پر تلوار سے وار کیا۔ اس نے ہاتھ پر لیا کہنی سے اس کے ہاتھ کو جدا کر دیا۔ اس نے غل مچایا۔ کوفے کے سواروں نے عمرو کو چھڑانے کے لئے اپنے سینوں سے اس کا استقبال کیا۔ اور گھوڑوں کی دوڑ میں عمرو روندا گیا اور مر گیا۔ جب غبار کھل گیا تو امام حسینؓ قاسم کے سرہی کے پاس کھڑے تھے اور قاسم کے پیر حرکت کر رہے تھے اور امام حسینؓ کہتے تھے وہ قوم خدا کی رحمت سے دور ہو جائے جس نے تم کو شہید کیا۔ اور جن کے مدعی تمہاری طرف سے تمہارے دادا ہوں گے۔ ہاں تو اپنے چچا کو صبر کرے۔ جو تیرے بلانے پر جواب ہی نہیں دیتا۔ اور جواب دیتا بھی ہے تو اس کی آواز تجھ کو فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ خدا کی قسم مارنے والے تو بہت ہیں مگر مددگار کوئی بھی نہیں۔ پھر وہ قاسم کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگا کر لے گئے اور ان کو اپنے صاحبزادے علی اکبر اور دیگر شہدائے اہل بیت کے پاس ڈال دیا۔

امام حسینؓ ٹھیرے رہے اور صبح کا زیادہ حصہ گذر گیا۔ جب کبھی کوئی شخص ان کی طرف آتا تو واپس چلا جاتا۔ ان کو ضرر پہنچانے سے کراہیت کرتا اور اپنے سر یہ گناہ عظیم نہ لینا چاہتا۔ آخر کار بنو کندہ کا ایک شخص جس کو مالک ابن نسیر کہا کرتے تھے ان کے پاس آیا اور تلوار سے ان کے سر پر وار کیا۔ جس سے ان کی ٹوپی (برنس) کٹ گئی ان کا سر خون آلودہ ہو گیا۔ اور ٹوپی خون سے بھر گئی۔ امام حسینؓ نے اس کو کہا کہ اس ہاتھ سے تجھ کو کھانا پینا نصیب نہ ہو اور خدا ظالموں کے ساتھ تیرا حشر کرے پھر انھوں نے اسے اُتار کر پھینک دیا اور قلنسوہ (ٹوپی) پہن لیا۔ کندی نے وہ پہلی ٹوپی اٹھالی اور اپنے اہل و عیال میں پہنچکر اسے دھونے بیٹھا تو اس کی بیوی نے کہا کیا ابن رسول اللہ سے چھینا ہوا لباس تو میرے گھر میں داخل کرتا ہے۔ میرے پاس سے چلا جا۔ کہتے ہیں کہ اس شخص نے موت تک نہایت بدحالوں فقیری میں بسر کی۔

امام حسینؓ نے اپنے صاحبزادے عبداللہ کو (جو ابھی صغیر سن ہی تھے) بلا کر اپنی گود میں بٹھا لیا۔ بنو اسد کے ایک شخص نے انھیں تیر سے ذبح کر دیا۔ امام حسینؓ نے

عبداللہ کا خون زمین پر گرا دیا۔ اور کہا کہ اے میرے پروردگار۔ اگر تو نے آسمان سے ہماری مدد بالکل بند کر دی ہے۔ تو اس امر کو ہماری بہتری کا ذریعہ بنا دے۔ اور ان ظالموں سے بدلہ لے۔ پھر عبداللہ ابن عقبۃ الغنوی نے ابو بکر ابن حسینؓ ابن علیؓ کو تیر سے شہید کر دیا۔ عباس ابن علی نے اپنے ہم مادر بھائیوں یعنی عبداللہ۔ جعفر۔ اور عثمان سے کہا کہ تم آگے بڑھو تا کہ میں تمہارا وارث بنوں۔ کیونکہ تمہارے اولاد نہیں ہے۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اور شہید ہوئے۔ ہانی بن ثبیت الحضرمی نے حملہ کر کے عبداللہ بن علی کو اور پھر جعفر بن علی کو شہید کر دیا۔ اور خولی بن یزید الاصبحی نے عثمان بن علی پر تیر مارے اور بنی ابان بن دارم کے ایک شخص نے ان پر حملہ کیا۔ اور شہید کر کے ان کا سر اٹھا کر لے گیا۔ بنو ابان ہی کے ایک فرد نے محمدؓ ابن علیؓ ابن ابی طالب پر حملہ کر کے ان کو شہید کیا۔ اور سر لے گیا۔ وہاں کے ایک خیمے میں سے ایک لڑکا اپنے ہاتھ میں ایک لکڑی لئے کچھ خوف زدہ سا ہو کر نکلا اس پر ایک شخص (کہتے ہیں کہ وہ ہانی ابن ثبیت الحضرمی تھا) نے حملہ کیا اور قتل کر دیا۔

امام حسینؓ کی پیاس نے شدت اختیار کی تو پانی کی غرض سے دریائے فرات کی طرف گئے۔ حصین ابن نمیر نے ان پر ایک تیر پھینکا جو ان کے منہ پر جا کر لگا۔ امام حسینؓ نے اپنے خون کو اپنے ہاتھ میں جمع کر کے آسمان کی طرف پھینکا اور خدائے تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا کہ یا اللہ۔ میں تیرے پاس اس سلوک کی شکایت کرتا ہوں جو تیرے نبی (صلعم) کے نواسے سے ہو رہا ہے۔ یا الٰہی ان لوگوں کو گن گن کر مار اور چن چن کر ہلاک کر۔ اور ان میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑ۔ کہتے ہیں کہ جس شخص نے ان کے تیر مارا تھا۔ وہ (حصین ابن نمیر نہ تھا۔ ملک) بنو ابان ابن دارم میں سے کوئی شخص تھا۔ اور یہ کہ تھوڑے ہی عرصے کے بعد خدائے تعالیٰ نے اسے پیاس کے مرض میں مبتلا کر دیا کہ کبھی وہ پانی سے سیر ہی نہ ہوتا تھا۔ حالانکہ اس کے لئے پنکھے ہلائے جاتے تھے اور اس کو ٹھنڈا پانی اور شربت دیا جاتا تھا بڑے قدح میں دودھ دیا جاتا تھا پھر بھی وہ کہتا تھا۔ کہ مجھے پانی دو۔ اسے پانی کا کوزہ یا بڑا قدح دیا جاتا۔ اور وہ پی جاتا۔ تھوڑی دیر آرام سے لیٹتا اور پھر یہی کہتا کہ مجھے پانی دو۔

مجھے پیاس نے مار ڈالا قلیل عرصے میں اس کا شکم اونٹ کے شکم کی طرح پھول کر پھٹ گیا۔ ان شہادتوں کے وقوع کے بعد شمر ابن ذی الجوشن تقریباً دس پیادوں کو لے کر امام حسینؓ کی فرودگاہ کی طرف بڑھا اور سب ان کے اور ان کی فرودگاہ (خیمہ) کے مابین حائل ہو گئے۔ یہ دیکھ کر امام حسینؓ نے ان سے کہا کہ خدا تمھیں برباد کرے۔ اگر تمھارا کوئی دین مذہب نہیں ہے اور تم روز قیامت سے نہیں ڈرتے تو کم از کم شریف اور ذی حسب انسان تو بنو۔ تم اپنے طاغیوں اور جاہلوں کو میرے سامان اور اہل و عیال سے تو روکو۔ انھوں نے جواب دیا کہ اے ابن فاطمہؓ تمھاری یہ درخواست منظور کیجاتی ہے۔ پھر شمر اپنے آدمیوں کو لے کر جن میں ابو الجنوب (جس کا نام عبدالرحمن الجعفی تھا) قشعم ابن نذیر الجعفی۔ صالح ابن وہب الیزنی سنان ابن انس النخعی۔ اور خولی ابن یزید الاصبحی شامل تھے۔ امام حسینؓ کی طرف بڑھا اور ان کو امام حسینؓ کے خلاف برانگیختہ کرنے لگا۔ امام حسینؓ ان پر حملہ کرتے تھے اور وہ ہٹ ہٹ جاتے تھے۔ پھر ان لوگوں نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ امام حسینؓ کے اہل کا ایک لڑکا ان کے پاس آکر پہلو بہ پہلو کھڑا ہو گیا۔ بجر ابن کعب ابن تیم اللہ بن تعلبہ نے امام حسینؓ پر تلوار سے حملہ کیا۔ لڑکے نے کہا کہ اے خبیثہ کے بچے کیا تو میرے چچا کو شہید کرتا ہے۔ بجر نے لڑکے پر تلوار سے وار کیا۔ جسے اس نے ہاتھ پر لیا۔ مگر پھر بھی وہ جلد کو کاٹ ہی گئی۔ لڑکے نے "یا اماہ" کہہ کر چیخ ماری۔ امام حسینؓ نے اسے گلے سے لگایا اور کہا کہ اے میرے بھتیجے جو تجھ پر پڑ رہی ہے اس پر صبر کر۔ خدائے تعالے تجھے تیرے طاہر اور صالح آباؤ اجداد۔ یعنی رسول اللہ صلعم۔ علیؓ۔ حمزہؓ۔ جعفرؓ۔ حسنؓ سے ملا دے گا۔ پھر کہا کہ یا الٰہی ان لوگوں سے آسمان کی بارش کو روک دے اور زمین کے برکات ان کے لئے بند کر دے۔ خدایا۔ اگر تو ان لوگوں کو کچھ عرصے تک رہنے دینا چاہتا ہے تو بھی ان کے کئی فرقے کر دے۔ ان کے طریقوں میں اختلاف پیدا کر دے اور ان سے حکام کو کبھی خوش نہ کر۔ کیونکہ انھوں نے ہم کو اس لئے بلایا تھا کہ وہ ہماری مدد کرینگے۔ مگر انھوں نے ہم سے عداوت کی اور ہم کو قتل کیا۔ پھر انھوں نے

غنیم کے پیادوں پر شمشیر زنی کی اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔

جب امام حسینؓ کے پاس صرف تین یا چار آدمی رہ گئے تو انھوں نے ایک پاجامہ منگوایا۔ اس کو کسی قدر پھاڑ کر پہن لیا تاکہ کوئی شخص آپ کے بدن سے اُسے اتار نہ لے جائے کسی نے کہا کہ کاش آپ اس کے نیچے چھوٹا پائجامہ پہنتے کہا کہ وہ ذلت کا لباس ہے مجھے نہیں پہننا چاہئے۔ جب وہ شہید ہو گئے تو بجر ابن کعب نے انکا ازار لے لیا۔ کہتے ہیں کہ اس کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ موسم سرما میں اس کے دونوں ہاتھوں میں سے پانی ٹپکا کرتا تھا۔ اور موسم گرما میں وہ بالکل لکڑی کی طرح خشک ہو جاتے تھے۔ غرض کہ لوگوں نے ان پر ان کے جانب راست وچپ سے حملہ کرنا شروع کیا۔ پہلے انھوں نے اپنی داہنی طرف سے لوگوں پر حملہ کر کے ان کو بھگا دیا۔ پھر بائیں طرف کے دشمنوں سے بھی ایسا ہی کیا گیا۔ کبھی کسی بے یار و مددگار شخص کو (کیونکہ ان کے بیٹے۔ اہل بیت۔ اور اصحاب سب کے سب شہید ہو چکے تھے) ان سے زیادہ مربوط۔ پرجوش۔ قوی دل۔ اور جری نہیں دیکھا گیا۔ کیونکہ ان پر حملہ کرنے والے ان کے چپ و راست سے اس طرح چھنٹ چھنٹ کر الگ ہو جاتے تھے کہ جیسے کوئی بھیڑیا بکریوں میں جا پڑے اور وہ ڈر ڈر کر بھاگیں اس اثناء میں کہ ان کی یہ کیفیت تھی حضرت زینب باہر نکلیں اور کہنے لگیں۔ اے کاش کہ آسمان زمین پر گر پڑتا اور اس کو ڈھانپ لیتا۔ اتنے میں عمر ابن سعد قریب آ گئے حضرت زینب نے ان سے کہا کہ اے عمر۔ کیا ابو عبداللہ شہید ہوں گے اور تم دیکھتے رہو گے۔ یہ سن کر عمر کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور ان کے رخساروں اور ڈاڑھی پر گرنے لگے۔ اور انھوں نے زینب کی طرف سے اپنا منہ پھیر لیا حضرت امام حسینؓ ایک اونی جبہ پہنے ہوئے تھے اور عمامہ باندھے ہوئے تھے وسمے سے خضاب لگایا تھا۔ اور ایک بہادر شہسوار کی طرح پا پیادہ ہی لڑ رہے تھے۔ وہ تیروں کے واروں کو روکتے جاتے تھے اور دشمنوں کی صفوں میں جس قدر خلل ہو جاتا تھا اسے غنیمت شمار کرتے ہوئے ان پر حملہ کرتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے: کیا تم میرے قتل کے لئے جمع ہوئے ہو۔ ہاں خدا کی قسم تم میرے بعد خدا کے کسی ایسے بندے

کو نہ قتل کرو گے جس کے قتل سے میرے قتل سے زیادہ تم پر خدا کو غضب آئے۔
اور خدا کی قسم مجھے امید ہے کہ خدائے تعالیٰ تمہاری ذلت و خواری سے مجھے مکرم
بنائیگا۔ پھر میری طرف سے تم سے بدلہ لیگا۔ اور ایسا لیگا جس کا تمھیں سان و گمان
نہ ہوگا۔ بخدا اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو خدا تمہارے آپس میں جنگ و جدال برپا
کر دے گا۔ اور تمہارے خون بہائے گا اس کے بعد بھی تم سے راضی نہ ہوگا۔
اور تم کو دُگنا دردناک عذاب دے گا۔

امام حسینؓ ان میں بہت دیر تک بیٹھے رہے۔ اور اگر لوگ چاہتے تو ان کو شہید کر سکتے تھے۔
مگر ان لوگوں کی حالت یہ تھی کہ ایک دوسرے کی پناہ لیتا پھرتا تھا۔ اور چاہتا تھا کہ باقی اور
لوگ یہ کام کریں اور وہ خود نہ کرے۔ یہ کیفیت دیکھکر شمر نے لوگوں کو للکار کر کہا
کہ تمھارا بُرا ہو تم لوگ کس انتظار میں ہو۔ اس شخص کو قتل کیوں نہیں کر دیتے۔
تمھاری مائیں تم کو روئیں۔ یہ سن کر ان لوگوں نے ہر طرف سے حملہ کیا۔
چنانچہ زرعہ بن شریک التمیمی نے امام حسینؓ کے بائیں ہاتھ اور کندھے پر تلوار
ماری اور پھر سب ان کے پاس سے ہٹ گئے۔ امام حسینؓ کی یہ حالت تھی کہ کبھی
وہ کھڑے ہوتے کبھی منہ کے بل گر جاتے۔ ایسی حالت میں سنان ابن انس
النخعی نے ان پر نیزے سے وار کیا اور وہ گر گئے۔ سنان نے خولی ابن یزید سے
کہا کہ ان کا سر کاٹ لو۔ اس نے چاہا کہ ایسا کرے۔ مگر ضعف اور کپکپی کی وجہ سے
ایسا نہ کر سکا۔ سنان بولا کہ خدا کرے تیرا ہاتھ کٹ جائے۔ اور گھوڑے سے
اتر کر امام حسینؓ کو شہید کیا (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ) اور ان کا سر کاٹ کر
خولی کو دیدیا۔ پھر جو کچھ کہ ان کے جسم پر تھا لوٹ لیا گیا۔ چنانچہ بحر ابن کعب نے
ان کا پاجامہ تک اتار لیا۔ قیس ابن اشعث نے ان کی پشمینے کی چادر اتار لی
(اور اسی وجہ سے اس واقعے کے بعد اس کا نام قیس قطیفہ یعنی چادر والا قیس ہوگیا)
اسود الاودی نے ان کے پاپوش لے لئے اور بنو دارم کے ایک شخص نے ان
کی تلوار لی۔ اس کے بعد لوگ فرشوں اور لباسوں اور اونٹوں کی طرف متوجہ
ہوئے اور سب کچھ لوٹ لیا۔ پھر یہی نہیں کہ ان کے مال و اسباب ہی کو لوٹا
بلکہ جو کچھ عورتوں کے پاس تھا وہ بھی لے لیا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی عورت

اپنی کمر کو ڈھکنے کے لئے کوئی کپڑا اوڑھتی تو وہ بھی اس سے چھین لیا جاتا۔
امام حسینؓ کے جسم میں تینتیس نیزوں کے زخم اور تیروں کے نشانوں کے علاوہ چونتیس تلوار کے ضرب تھے۔ سوید ابن مطاع کا یہ حال ہوا کہ وہ زخمی ہو کر مقتولین کے درمیان گر پڑے اور زخموں سے سخت بیتاب تھے۔ اسی اثناء میں انھوں نے کسی کو یہ کہتے سنا کہ امام حسینؓ مارے گئے۔ اس سے ان کو کچھ ہلکا پن سا معلوم ہوا۔ اور وہ پھر جسبت کر کے اٹھے اور ہاتھ میں جو چھری لئے ہوئے تھے (کیونکہ ان کی تلوار پہلے ہی چھینی جا چکی تھی) کچھ دیر تک اسی سے لوگوں سے لڑتے رہے۔ اور آخر کار شہید ہوئے۔ ان کو عروہ ابن بطان التغلبی اور یزید ابن رقاد الجنبی نے شہید کیا اور امام حسینؓ کے ہمراہیوں میں وہ آخری شخص تھے جو شہید ہوئے۔
اس کے بعد وہ لوگ علی ابن حسینؓ ابن علیؓ (زین العابدین) کی طرف چلے اور شمر نے ان کو بھی قتل کرنا چاہا۔ مگر حمید ابن مسلم نے اس سے کہا کہ کیا تم بچوں کو بھی قتل کرنا چاہتے ہو۔ اس وقت علی زین العابدین مریض تھے۔ پھر عمر ابن سعد نے آ کر کہا کہ ان عورتوں کے خیمے میں ہرگز کوئی نہ جائے۔ اور نہ کوئی اس مریض لڑکے سے کسی قسم کا تعرض کرے۔ اور اگر کسی نے ان کے مال و متاع سے کچھ لیا ہو تو اسے چاہئے کہ واپس کر دے۔ مگر کسی نے کوئی چیز واپس نہ کی۔
لوگوں نے سنان ابن انس النخعی سے کہا کہ تم نے حسینؓ ابن علیؓ بلکہ حسینؓ ابن فاطمہؓ بنت رسول اللہ (صلعم) کو قتل کر کے سب سے بڑے خطرناک عرب کو شہید کیا ہے۔ جو ان لوگوں کی سلطنت کو مٹانا چاہتا تھا۔ اب تم اپنے امراء کے پاس جاؤ۔ اور ان سے اپنا انعام طلب کرو۔ کیونکہ اگر وہ لوگ تم کو اپنے تمام بیت المال کو بھی اس قتل کے انعام میں دیدیں تب بھی کم ہے۔ یہ سن کر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ وہ ایک شجاع اور شاعر آدمی تھا۔ مگر اس کے دماغ میں کچھ خلل تھا۔ وہ جا کر عمر ابن سعد کے خیمے کے دروازے کے پاس کھڑا ہوا۔ اور بلند آواز سے یہ شعر پڑھنے لگا۔ (ترجمہ):۔
"میری رکاب کو سونے اور چاندی سے بھر دو۔ کیونکہ میں نے ایک

نامور سردار کو قتل کیا ہے۔ میں نے ایک ایسے شخص کو قتل کیا ہے۔ جو بہ لحاظ مادر و پدر اور نسب میں بہترین آدمی تھا"۔

عمر ابن سعد نے کہا میں جانتا ہوں کہ تو مجنون ہے۔ پھر لوگوں سے کہا کہ اسے میرے پاس لے آؤ۔ جب وہ عمر کے پاس گیا۔ تو انھوں نے ایک لکڑی سے مار کر اسے بٹھلا دیا۔ اور کہا کہ اے مجنون۔ کیا تو ایسی باتیں کرتا ہے۔ خدا کی قسم اگر ابن زیاد تیری یہ باتیں سن لے تو وہ تیری گردن مار دے گا۔

عمر ابن سعد نے عقبہ ابن سمعان یعنی رباب بنت امری القیس زوجۂ امام حسینؓ کے غلام کو گرفتار کر کے اس سے پوچھا کہ تو کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں ایک عبد مملوک ہوں۔ یہ سن کر انھوں نے اسے چھوڑ دیا اور ان لوگوں کے ہاتھ سے یا تو یہ شخص بچا یا مرقع ابن تمامہ الاسدی محفوظ رہا۔ جس نے اپنے تیروں کو بکھیر دیا اور برابر لڑتا رہا تھا۔ پھر اس کی قوم کے چند لوگ اس کو امان دلوا کر اپنے ہمراہ لے گئے۔ لیکن ابن زیاد کو اس کا حال معلوم ہوا تو اس نے زارہ کی طرف اسے جلاوطن کر دیا۔

بعد ازاں عمر ابن سعد نے اپنے ہمراہیوں سے پکار کر پوچھا کہ کون اس بات کے لئے آمادہ ہے کہ حسینؓ کی طرف جائے اور اپنے گھوڑے سے اس کو روند ڈالے۔ دس آدمی اس کے لئے آمادہ ہو گئے۔ ان میں اسحٰق ابن حیوۃ الحضرمی بھی تھا۔ جس نے امام حسینؓ کی قمیص چھینی تھی۔ اور بعد میں مرض برص میں مبتلا ہو گیا تھا۔ غرض کہ ان لوگوں نے آکر امام حسینؓ کو گھوڑے سے روندا یہاں تک کہ ان کی کمر اور سینہ بالکل ریزہ ریزہ ہو گیا۔

امام حسینؓ کے اصحاب میں سے جو لوگ مارے گئے تھے ان کی تعداد بہتر تھی۔ امام حسینؓ اور ان کے اصحاب مقتولین کو ان کی شہادت کے ایک دن بعد اہل غاضریہ نے دفن کیا جو قبیلہ بنو اسد سے تھے۔ عمر ابن سعد کے ہمراہیوں میں سے علاوہ زخمیوں کے اٹھاسی آدمی مارے گئے۔ عمر نے انکی

عمر نے امام حسینؓ کی شہادت کے دو دن بعد تک وہیں اقامت کی۔ پھر کوفے گئے۔ اور اپنے ہمراہ امام حسینؓ کی بیٹیوں اور بہنوں اور دیگر متعلقین کو بھی لیتے گئے۔ علی ابن حسینؓ اس وقت بیمار تھے۔ وہ لوگ ان سب کو لئے ہوئے امام حسینؓ اور مقتولین کی لاشوں کے پاس سے گذرے تو عورتوں نے رونا اور منہ پیٹنا شروع کیا۔ امام حسینؓ کی ہمشیرہ حضرت زینب نے رو کر کہا کہ اے محمدؐ! ملائکہ آپ پر درود بھیجیں۔ یہ دیکھئے۔ بیچارے حسینؓ اس چٹیل میدان میں خون میں لتھڑے ہوئے اور اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہوئے پڑے ہیں۔ آپ کی بیٹیاں قیدی ہیں۔ اور آپ کی اولاد مقتول ہے اور تیز ہوائیں ان پر مٹی اڑا رہی ہیں۔ انھوں نے اپنے بین سے ہر دشمن دوست کو رلا دیا۔ جب ان سب کو ابن زیاد کے پاس پیش کیا گیا تو حضرت زینب نے نہایت ذلیل لباس پہن کر اپنی بالکل بری حالت بنالی اور ان کی لونڈیاں انھیں گھیرے ہوئے تھیں۔ عبیداللہ نے پوچھا کہ یہ کون عورت بیٹھی ہے۔ مگر انھوں نے اس سے کلام نہ کیا۔ ابن زیاد نے تین مرتبہ یہی سوال کیا مگر انھوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر ان کی ایک لونڈی نے کہا کہ یہ زینب بنت فاطمہ ہیں۔ ابن زیاد نے ان سے کہا کہ تمام تر شکر ہے اس خدا کا جس نے تم کو رسوا کیا اور قتل کیا اور تمہارے اس نئے فساد کو باطل کر دیا۔ حضرت زینب نے جواب دیا کہ تمام تر حمد ہے اس اللہ کی جس نے ہم کو محمد (صلعم) کے ذریعے مکرم بنایا اور پاک صاف کیا۔ بات وہ نہیں جو تو کہتا ہے بلکہ فاسق رسوا ہوتا ہے اور فاجر جھٹلایا جاتا ہے۔ ابن زیاد نے کہا کہ یہ بتلاؤ کہ اللہ نے تمہارے اہل بیت کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ کہا کہ ان کے مقدر میں قتل ہونا لکھدیا تھا اس لئے وہ اپنے مقام قتل میں گئے۔ عنقریب خدا تجھ کو اور ان کو جمع کر دیگا۔ پھر تم سب اس کے سامنے آپس میں جھگڑوگے۔" ابن زیاد یہ سنکر غصے میں آگیا اور کہا کہ تمہارے طاغیہ (یعنی امام حسینؓ) اور تمہارے اہل بیت کے مردود اور نافرمان لوگوں سے خدا نے میرا غصہ ٹھنڈا کر دیا ہے۔ یہ سن کر وہ رونے لگیں اور کہا کہ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ تو نے میرے متوسط السن لوگوں کو قتل کیا میرے اہل و عیال کو جنگ میں مبتلا کیا۔

نماز جنازہ ادا کی اور ان کو دفن کیا۔ ؎

امام حسینؓ کی شہادت کے بعد عمر ابن سعد نے ان کے اور ان کے اصحاب کے سر خولی بن یزید اور مسلم ابن حمید کے ہاتھ ابن زیاد کے پاس روانہ کیے۔ خولی قصر کو بند پاکر اپنے گھر کو گیا۔ اور سر کو وہیں ایک درخت کے تھانولے میں رکھ دیا۔ اپنی خوابگاہ میں داخل ہوا اور اپنی زوجہ نوار سے کہا کہ میں تیرے لئے ہمیشہ کی دولتمندی لایا ہوں یہ دیکھ امام حسینؓ کا سر تیرے گھر میں رکھا ہوا ہے۔ اس نے کہا کہ ڈوب مرو۔ لوگ تو سونا چاندی لائے ہیں اور تم ابن رسول اللہ صلعم کا سر لے کر چلے ہو۔ خدا کی قسم میرا اور تمھارا سر دونوں ایک مکان میں جمع نہیں ہو سکتے۔ یہ کہکر وہ اٹھ کر باہر مکان میں گئی۔ اس کا بیان ہے کہ میں دیکھ رہی تھی کہ ایک نور برابر آسمان سے اس تھانولے تک عمود کی طرح آرہا تھا۔ اور ایک سفید پرند اس کے ارد گرد منڈلا رہا تھا۔ الغرض جب صبح ہوئی تو خولی اس سر کو لے کر ابن زیاد کے پاس گیا۔ ایک بیان یہ بھی ہے کہ سروں کو وہ نہیں۔ بلکہ شمر قیس ابن اشعث۔ عمرو ابن حجاج اور عروہ ابن قیس لے گئے۔ بہر کیف ابن زیاد نے مجلس قائم کر کے لوگوں کو اپنے پاس بلایا۔ تمام سر اس کے سامنے پیش کیے وہ امام حسینؓ کے سامنے والے دانتوں پر ایک چھڑی سے گھنٹہ بھر تک ٹھوسنیاں دیتا رہا۔ جب زید ابن ارقم نے دیکھا کہ وہ کسی طرح اس لکڑی کو ہٹاتا ہی نہیں تو انھوں نے کہا کہ تم اس لکڑی کو ان دانتوں سے ہٹالو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں کہ میں نے رسول اللہ کے لبہائے مبارک کو دیکھا ہے کہ وہ ان لبوں کو چومتے تھے۔ یہ کہہ کر وہ رونے لگے۔ ابن زیاد نے کہا کہ خدا تمھاری آنکھوں کو رلائے۔ اگر تم سترے بہترے نہ ہوتے اور تمھاری عقل زائل نہ ہو گئی ہوتی۔ تو میں ضرور تمھاری گردن مار دیتا۔ یہ سن کر زید ابن ارقم وہاں سے باہر آگئے اور یہ کہنے لگے کہ اے اہل عرب۔ آج کے دن سے تم سب غلام ہو۔ تم نے ابن فاطمہ کو قتل کر کے ابن مرجانہ کو اپنا حاکم بنایا ہے۔ جو تمھارے بہترین آدمیوں کو قتل کرتا اور بدترین لوگوں کو غلام بناتا ہے۔ اور تم اس ذلت سے خوش ہو۔ خدا کرے کہ مٹ جائے وہ جو ذلت و خواری سے خوش ہو۔ ؎

میری شاخ کو کاٹا اور میری جڑ کو اُکھاڑ کر پھینک دیا۔ اگر ان ہی باتوں سے تجھے شفا ہوتی ہے تو تو نے ضرور شفا پائی۔ ابن زیاد نے کہا کہ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ یہ دلیر ہے تیرا باپ بھی ایک دلاور آدمی تھا۔ انھوں نے کہا کہ بھلا شجاعت کو عورت سے کیا واسطہ۔ جب ابن زیاد نے علی ابن حسینؓ کو دیکھا تو پوچھا کہ تمھارا کیا نام ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ علی ابن حسینؓ۔ پوچھا کیا اللہ نے علی ابن حسینؓ کو قتل نہیں کیا۔ اس کے جواب میں وہ خاموش رہے۔ ابن زیاد نے کہا تم بولتے کیوں نہیں۔ کہا کہ میرا ایک بھائی تھا اس کا نام بھی علی تھا۔ لوگوں نے اسے قتل کر دیا۔ ابن زیاد نے کہا کہ نہیں بلکہ اسے اللہ نے قتل کر دیا۔ علی خاموش ہو گئے۔ ابن زیاد نے پھر کہا۔ تم کلام کیوں نہیں کرتے۔ علی ابن حسینؓ بولے۔ کہ ہاں اللہ ہی سب کو موت کے وقت مارتا ہے۔ اور کوئی نفس اس وقت تک نہیں مر سکتا جبتک کہ اللہ کا حکم نہ ہو ابن زیاد نے کہا تم بھی ان ہی میں سے ایک ہو۔ پھر ایک شخص سے کہا کہ خدا تمھیں سمجھے ذرا اس شخص کو تو دیکھو کیا یہ بالغ ہو گیا ہے میں اسکو بالغ سمجھتا ہوں۔ اس پر مری ابن معاذ الاحمری نے ان کو برہنہ کر کے کہا کہ ہاں بالغ ہو گیا ہے۔ ابن زیاد نے کہا کہ اسے قتل کر دو۔ علی ابن حسینؓ نے پوچھا کہ پھر عورتوں کا متکفل کون ہو گا۔ اس پر حضرت زینب ان سے چمٹ گئیں اور کہا کہ اے ابن زیاد بس اب ہم کو بخش دو۔ کیا تم ابھی تک ہمارے خونوں سے سیراب نہیں ہوئے۔ کیا تم نے ہم میں سے ایک کو بھی باقی چھوڑا ہے۔ یہ کہکر علی ابن حسینؓ کو گلے سے لگا لیا۔ پھر کہا کہ میں تم سے خدا کے نام پر سوال کرتی ہوں کہ اگر تم مومن ہو تو اس کو قتل کرتے ہوئے مجھے بھی قتل کر دینا علی نے ابن زیاد سے کہا کہ اے ابن زیاد اگر تم میں اور ان عورتوں میں کوئی قرابت ہو تو کسی متقی آدمی کو ان کے ساتھ کر دو۔ جو مسلمانوں کی طرح ان کے ساتھ رہے۔ ابن زیاد کچھ دیر تک زینب کو دیکھتا رہا۔ اور پھر بولا تعجب ہے ان کی محبت پر کہ خدا کی قسم میں تو سمجھتا ہوں کہ وہ یہ چاہتی ہیں کہ میں لڑکے کو قتل کروں تو ان کو بھی ساتھ ہی قتل کر دوں۔ اچھا اس لڑکے کو بھی عورتوں کے ساتھ ہی جانے دو۔

پھر جماعت کے لئے منادی کرائی۔ لوگ جمع ہوئے۔ اور ابن زیاد نے منبر پر چڑھکر یوں تقریر کی:-

"تمامتر حمد اس خدا کے لئے ہے جس نے حق اور اہل حق کو غالب کیا اور امیر المومنین یزید اور اس کی جماعت کی مدد کی۔ اور کذاب ابن کذاب (نعوذ باللہ) حسینؓ ابن علیؓ اور اس کی جماعت کو غارت کیا"؛

عبداللہ ابن عفیف الازدی جو آنکھوں سے معذور تھے (کیونکہ ان کی ایک آنکھ جنگ جمل میں اور ایک جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ لڑتے ہوئے جاتی رہی تھی۔ اور وہ ہر وقت مسجد میں رہا کرتے تھے اور رات کو جاتے تھے) ابن زیاد کو یہ کہتے سن کر جھپٹ کر اٹھے اور کہنے لگے کہ اے ابن مرجانہ! کذاب ابن کذاب تو ہے اور تیرا باپ۔ اور وہ جس نے تجھ کو والی بنایا اور اس کا باپ۔ اے ابن مرجانہ کیا تو انبیاء کے بیٹوں کو قتل کرتا ہے اور صدیقین کی طرح کا کلام کرتا ہے۔ ابن زیاد نے کہا کہ اسے میرے پاس پکڑ لاؤ لوگوں نے ان کو پکڑ لیا انھوں نے ازد کا شعار۔ "یا مبرور" کہہ کر آواز دی۔ فوراً بنی ازد کے چند جوان جھپٹے اور ان کو چھین کر لے گئے۔ عبیداللہ بن زیاد نے کسی کو بھیجا جوان کو لے آیا اور قتل کردیا۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ عبداللہ کو لٹکا دیا جائے۔ چنانچہ انھیں وہیں مسجد کے صحن میں لٹکا دیا گیا۔؛

اور ابن زیاد کے حکم سے امام حسینؓ کا سر تمام کوفے میں گشت کرایا گیا۔ ایک بیان کے مطابق امام حسینؓ کا سر پہلا سر تھا جس کو اسلام کے زمانے میں ایک لکڑی پر رکھ کر شہر میں تشہیر کیا گیا۔ مگر صحیح امر یہ ہے کہ اسلام کے دور میں سب سے پہلے عمرو ابن حمق کا سر اس طرح پھیرا گیا تھا۔ پھر ابن زیاد نے امام حسینؓ اور ان کے اصحاب کے سروں کو زحر ابن قیس کے ہمراہ یزید کے پاس بھیجنے کیلئے شام کی طرف روانہ کر دیا۔ اور اس کے ساتھ ایک جماعت بھی گئی۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تمام شمر کے ہاتھ بھیجے گئے تھے۔ اور وہ جماعت اسی کے ہمراہ تھی۔ علاوہ ازیں ابن زیاد نے عورتوں اور

بچوں کو بھی ان کے ہمراہ روانہ کر دیا۔ علی ابن حسینؓ بھی ہمراہ تھے۔ ابن زیاد نے ان کے ہاتھوں اور گلے میں زنجیریں ڈال دی تھیں۔ اور سب کو کجاؤں پر بٹھلا دیا تھا۔ علی ابن حسینؓ نے جب تک کہ وہ شام نہ پہنچ گئے ان لوگوں سے مطلق کلام نہ کیا۔
زحر ابن قیس جب یزید کے پاس گیا تو یزید نے پوچھا کہ کہو کیا خبر ہے۔ کہا کہ اے امیر المومنین آپ خدائے تعالٰے کی فتح و نصرت سے خوش ہو جئے۔ حسینؓ ہمارے مقابلے میں اپنے اہل بیت میں سے اٹھارہ اور اپنی جماعت میں سے ساٹھ آدمی لائے تھے۔ ہم ان کے پاس گئے اور ان سے سوال کیا کہ وہ امیر عبید اللہ کے حکم کو مانتے ہیں یا جنگ کرتے ہیں۔ انھوں نے جنگ اختیار کی۔ لہٰذا ہم نے آفتاب کے طلوع ہوتے ہی ان پر دھاوا کر دیا۔ ہم نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ یہاں تک کہ تلواروں نے لوگوں کی کھوپریوں میں اپنی جگہ کرلی اور وہ سب اس طرح بھاگنے اور جنگل میں پناہ لینے لگے کہ جیسے چرغ سے کبوتر۔ خدا کی قسم بس اتنی ہی دیر۔ کہ جیسے کوئی اونٹ کو ذبح کرے یا بات کرتے کرتے اونگھ جائے۔ ہم ان کے آخری آدمی تک پہنچ گئے۔ دیکھو وہ ان کے اجسام برہنہ۔ ان کے کپڑے خون میں لتھڑے ہوئے ان کے چہرے خاک میں ملے ہوئے سورج ان کو جھلستا ہوا۔ ہوا ان پر خاک برساتی ہوئی عقاب اور گدھ ان کی زیارت کرتے ہوئے ایک چٹیل میدان میں پڑے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ بات سن کر یزید کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اس نے کہا کہ میں حسینؓ کے قتل کے بدون ہی تمھاری طاعت سے خوش ہوتا۔ خدا ابن سمیہ پر لعنت کرے۔ اور خدا کی قسم اگر میں حسینؓ کا جنگ میں مقابل ہوتا تو میں اسے ضرور معاف کر دیتا۔ خدا حسینؓ پر رحم کرے اور زحر کو کسی قسم کا انعام نہیں دیا۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب امام حسینؓ کا خاندان کوفے پہنچا تو ابن زیاد نے ان کو قید کر دیا۔ اور یزید کے پاس اس امر کی اطلاع بھیجی۔ اسی اثناء میں کہ وہ قید میں تھے ان پر ایک پتھر آکر گرا۔ جس میں ایک خط بندھا ہوا تھا۔ اور اس میں لکھا تھا کہ قاصد تمھارے امر کی خبر لے کر یزید کے پاس گیا ہے وہ فلاں دن وہاں پہنچیگا اور فلاں دن وہاں سے واپس آجائے گا۔ اگر تم تکبیر کی

آواز سنو تو اپنے قتل کا یقین کر لینا۔ اور اگر تم تکبیر نہ سنو تو سمجھ لینا کہ تم کو امان دی گئی ہے۔ پھر قاصد کے آنے سے دو یا تین دن قبل ایک اور پتھر گرا اس میں بھی ایک خط بندھا ہوا تھا۔ اور اس میں لکھا تھا۔ کہ اب وصیت اور عہد و پیمان کر لو۔ کیونکہ قاصد کی آمد قریب آرہی ہے۔ اس کے بعد قاصد یزید کا حکم لے کر آیا کہ ان کو یزید کے پاس بھیج دیا جائے۔ لہذا ابن زیاد نے محفر بن ثعلبہ اور شمر ابن ذی الجوشن کو بلا کر تمام اسباب اور سر ان کے ہمراہ روانہ کر دیئے۔ اور جب وہ دمشق پہنچے تو محفر ابن ثعلبہ نے یزید کے دروازے پر آواز دی کہ ہم تمام لوگوں کے بیوقوف ترین اور بدبخت ترین شخص کا سر لے کر آئے ہیں۔ یزید نے کہا کہ محفر کی ماں نے اس شخص سے بھی زیادہ بیوقوف اور بدبخت ترین بیٹا پیدا نہیں کیا۔ مگر وہ قاطع اور ظالم ہے۔ اس کے بعد وہ لوگ اندر داخل ہوئے اور سر کو یزید کے سامنے رکھ کر تمام واقعہ بیان کیا۔ یہ سب باتیں ہند بنت عبداللہ ابن عامر بن کریز نے سنیں جو یزید کی بیوی تھی۔ وہ چادر اوڑھ کر باہر آئی اور کہا کہ اے امیر المومنین کیا یہ حسینؓ ابن علیؓ یعنی ابن فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلعم کا سر ہے۔ کہا ہاں اب تم اسے روؤ۔ اور اس ابن بنت رسول اللہ صلعم اور خالص النسب قریشی پر سوگ کرو۔ جسے ابن زیاد نے جلد بازی میں قتل کر دیا ہے۔ خدا اسے غارت کرے۔ پھر لوگوں کو اندر آنے کی اجازت دی۔ لوگ اندر داخل ہونے شروع ہوئے۔ سر یزید کے سامنے رکھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس سے امام حسینؓ کے دانتوں کو کھٹکھٹاتا تھا۔ اس نے کہا کہ اب تو یہ اور ہم ایسے ہیں جیسا کہ حصین ابن حمام کہتا ہے (ترجمہ اشعار)

"ہماری قوم نے انصاف کرنے سے انکار کر دیا۔ لہذا ان تلواروں نے فیصلہ کر دیا جو ہمارے داہنے ہاتھوں میں ہیں۔ اور جن سے خون ٹپکتا ہے۔ وہ ایسے لوگوں کی کھوپریاں توڑتی ہیں جو ہم پر غالب تھے۔ اور وہ نہایت نافرمان اور ظالم تھے۔"

ابو برزۃ الاسلمی نے کہا کیا تو اپنی چھڑی سے امام حسینؓ کے دانتوں پر کھٹکھٹاتا ہے۔ خبردار تیری چھڑی ان کے دانتوں میں اس مقام کو مس کر رہی ہے جس کو

میں نے بارہا دیکھا ہے کہ رسول اللہ ان کو چوسا کرتے تھے۔ ہاں اے یزید تم قیامت کے دن ایسی حالت میں آؤ گے کہ ابن زیاد تمھارا شفیع ہوگا۔ مگر یہ حسینؓ آئیں گے اور خود محمدؐ ان کے شفیع ہوں گے۔ اور یہ کہکر وہ اٹھکر چلے گئے۔ یزید نے کہا کہ اے حسینؓ۔ خدا کی قسم اگر تم میرے ہاتھ میں ہوتے تو میں ہرگز تم کو قتل نہ کرتا۔ پھر لوگوں سے کہا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیوں قتل ہوئے۔ بات یہ ہے کہ وہ یہ کہا کرتے تھے۔ کہ میرا باپ علیؓ اس کے باپ سے اچھا ہے۔ میری ماں فاطمہؓ اس کی ماں سے اور میرے نانا (صلعم) اس کے نانا سے بہتر ہیں۔ اور میں خود اس سے بہتر اور اس امر کا اس سے زیادہ حقدار ہوں۔ ان کا یہ کہنا کہ ان کا باپ میرے باپ سے اچھا ہے۔ اس بارے میں میرے باپ اور ان کے باپ دونوں نے خدائے تعالےٰ کے پاس احتجاج کیا اور لوگوں نے بخوبی جان لیا کہ فیصلہ کس کے حق میں صادر ہوا۔ ان کا یہ قول کہ ان کی ماں میری ماں سے بہتر ہیں۔ مجھے اپنی ہی جان کی قسم کہ فاطمہ بنت رسول اللہ ضرور میری ماں سے بہتر ہیں پھر ان کا یہ کہنا کہ ان کے نانا رسول اللہ صلعم میرے نانا سے بہتر ہیں۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ کوئی شخص جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے ہم میں سے کسی کو رسول اللہ صلعم کے برابر یا ہمسر نہ سمجھیگا۔ لیکن وہ اپنی ذاتی سمجھ کی وجہ سے گھائل ہوگئے۔ اور یہ آیت نہ پڑھی کہ۔ قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ۔ اس کے بعد حضرت امام حسینؓ کی عورتیں اس کے سامنے پیش کی گئیں۔ سر اس کے آگے ہی رکھا ہوا تھا۔ امام حسینؓ کی صاحبزادیاں فاطمہ اور سکینہ گردنیں بلند کرکے سر کو دیکھنے لگیں۔ یزید بھی اونچا ہونے لگا تا کہ یہ سر ان سے چھپا رہے۔ لیکن وہ لڑکیاں سر کو دیکھ کر چیخ اٹھیں۔ علیٰ ہذا القیاس یزید کی عورتیں اور امیر معاویہ کی بیٹیاں بھی چیخنے اور چلانے لگیں۔ فاطمہ بنت حسینؓ جو سکینہ سے بڑی تھیں کہنے لگیں۔ کہ اے یزید کیا رسول اللہ کی بیٹیاں قیدی ہیں۔ یزید نے کہا کہ اے میری بھتیجی میں اس بات کو تو ناگوار سمجھتا تھا۔ فاطمہ نے کہا کہ خدا کی قسم ہمارے پاس ایک زنبیل تک نہیں رہی۔ یزید نے جواب دیا کہ جو کچھ تم کو مل گیا ہے وہ اس سے بہت زیادہ ہے جو تم سے چھین لیا گیا ہے۔

اہل شام میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ اس لڑکی (یعنی فاطمہ) کو مجھے دیدو۔
یہ سنکر وہ اپنی ہمشیرہ زینب کے کپڑوں سے چمٹ گئیں۔ جو ان سے بھی بڑی تھیں
زینب نے کہا کہ تم نے جھوٹ کہا۔ تم بد بخت ہو۔ یہ کام نہ تجھ کو جائز ہے۔
اور نہ اس (یزید) کو یزید نے غصے میں آکر کہا کہ خدا کی قسم تم خود جھوٹی ہو۔
خدا کی قسم یہ بالکل میرے اختیار میں ہے۔ اور اگر میں ایسا کرنا چاہوں تو کر سکتا
ہوں۔ انھوں نے کہا کہ خبردار۔ خدا کی قسم خدا نے یہ کام تمھارے لئے
جائز نہیں کیا۔ یہ اور بات ہے کہ تم ہماری ملت سے خارج ہو جاؤ۔ اور کوئی اور دین
ہمارے دین کے سوا اختیار کر لو۔ یزید غصے کے مارے دیوانہ ہو گیا۔ اور کہا
کہ تم مجھ سے اس طرح مقابلہ کرتی ہو۔ دین سے تو خارج ہوا تھا۔ تمھارا باپ
اور تمھارا بھائی۔ زینب نے جواب دیا کہ اللہ کے اور میرے باپ۔ بھائی اور
میرے نانا ہی کے دین سے تو تم نے۔ تمھارے باپ اور دادا نے ہدایت پائی تھی۔
یزید نے کہا اے خدا کی دشمن تو جھوٹ بکتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ تم امیر ہو۔
ظالمانہ گالیاں دیتے ہو۔ اور اپنی بادشاہت کی وجہ سے قہر کرتے ہو۔
یزید اس سے شرمندہ ہو کر خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد ان سب عورتوں کو
باہر لے جا کر یزید کے مکان میں داخل کر دیا گیا۔ پھر یزید کے گھرانے کی
کوئی عورت ایسی نہ تھی جو ان سے ملنے نہ آئی ہو۔ انھوں نے آکر ماتم کیا اور
ان سے دریافت کیا کہ ان سے کیا کیا چیز لی گئی ہے۔ اور ان کو اس سے
دُگنا دیا۔ سکینہ کہا کرتی تھیں کہ میں نے یزید ابن معاویہ سے بہتر خدا کے
کسی نافرمان بردار کو نہیں دیکھا۔ پھر یزید کے حکم سے علی ابن حسینؓ کو پا بجولاں داخل
کیا گیا۔ انھوں نے کہا کہ اگر رسول اللہ ہم لوگوں کو پا بجولاں دیکھتے تو ضرور ہماری
بیڑیوں کو نکال دیتے۔ یزید نے کہا تم سچ کہتے ہو۔ پھر یزید کے حکم سے ان کی
زنجیریں اتار لی گئیں۔ پھر علی نے کہا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ہم کو اس قدر دور و درماندہ دیکھتے تو ہم کو ضرور اپنے قریب کر لیتے چنانچہ یزید
کے حکم سے ان کو قریب کر دیا گیا۔ پھر یزید نے ان سے کہا کہ مگر ہاں اے علی
ابن حسینؓ! تمھارے باپ نے مجھ سے قطع رحم کیا۔ میرے حق کو بھلا دیا۔ اور

مجھ سے میری بادشاہت میں منازعہ کیا۔ اس لئے خدا نے ان کے ساتھ وہ کیا جو تم نے دیکھ لیا۔ علیؓ نے قرآن شریف کے ان الفاظ میں جواب دیا:۔ مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ۔ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُــوْرِۨ۔ یزید نے جواب میں یہ آیت پڑھی۔ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ۔ اور یہ کہکر چپ ہو گیا۔ اور علی اور اُن کی ہمراہی عورتوں کو ایک علیحدہ مکان میں اتارنے کا حکم دیا۔ یزید کبھی صبح یا شام کا کھانا نہ کھاتا تھا۔ جبتک کہ علی کو بلا کر شامل نہ کرے۔ چنانچہ اسی طرح ایک دن ان کو بلایا تو ان کے ساتھ عمرو ابن حسینؓ بھی تھے۔ جو اس وقت صغیر سن تھے۔ یزید نے عمرو سے پوچھا کہ تم اس سے (یعنی خالد ابن یزید سے) لڑو گے۔ عمرو نے جواب دیا کہ تم مجھے اور اس کو ایک ایک چھری دیدو تب لڑیں گے۔ یزید نے ان کو اپنی چھاتی سے لگایا اور کہا کہ آخر اپنے باپ ہی کا بیٹا تو ہے۔ سچ ہے سانپ کے سپولے کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

کہتے ہیں کہ جب امام حسینؓ کا سر یزید کے پاس پہنچا تو ابن زیاد کا حال اس کے ہاں بہت اچھا ہو گیا۔ ابن زیاد کی عزت بڑھ گئی۔ اس پر انعام و اکرام ہوئے۔ اور جو کچھ اس نے کہا اس سے یزید خوش ہو گیا۔ مگر تھوڑے ہی عرصے بعد یزید کو لوگوں کے بغض اور ان کے لعن طعن اور سب و شتم کرنے کی اطلاعیں ملنا شروع ہوئیں تب اس کو امام حسینؓ کی شہادت پر ندامت ہوئی چنانچہ یزید کہا کرتا تھا کہ کاش میں اپنے اوپر تکلیف برداشت کر لیتا۔ اور حسینؓ کو اپنے مکان میں اتار لیتا۔ اور وہ جس جس چیز کو چاہتے اس کو پورا کر دیتا۔ پھر خواہ رسول اللہ کی حفاظت اور ان کے حق و قرابت کی نگہداشت میں میری بادشاہت ہی میں ضعف کیوں نہ آجاتا۔ خدا کی مار ہو ابن مرجانہ پر اسی نے ان کو مصیبت میں ڈالا۔ حالانکہ انھوں نے سوال کیا تھا کہ وہ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں رکھدیں۔ یا اپنی موت تک کے لئے کسی دوسرے ملک کو چلے جائیں۔ مگر اس نے نہ مانا۔ آخر ان کو قتل کر کے مسلمانوں کے قلوب میں

میرے بغض وعداوت کا بیج بو دیا۔ اور ہر نیک و بد آدمی حسینؓ کی شہادت کی وجہ سے میرا دشمن ہو گیا۔ اور میرا مرجانہ کے بچے سے کیا تعلق ہے؟ خدا اس پر لعنت کرے۔ اور اس پر اس کا غضب ٹوٹ پڑے۔"

جب یزید نے ان کو مدینے بھیجنے کا ارادہ کیا تو نعمان ابن بشیر کو حکم دیا کہ ان کے لئے مناسب حال سامان بہم پہنچائیں۔ اور اہل شام میں سے کسی ایک ایمان دار شخص کو چند سوار دے کر مدینے تک ان کے ہمراہ روانہ کریں۔ رخصت کرتے وقت اس نے علی ابن حسینؓ سے کہا کہ خدا کی پھٹکار ہو ابن مرجانہ پر خدا کی قسم اگر حسینؓ میرے قبضے میں ہوتے تو وہ جو جو کچھ مجھ سے طلب کرتے میں ان کو دیتا۔ اور چاہے میرے کسی بچے کی ہلاکت ہی کی ضرورت ہوتی۔ مگر میں ان کی موت کو ضرور دفع کرتا۔ لیکن بیٹا کیا کیا جائے جو کچھ خدا نے چاہا وہی ہوا۔ تمھیں جو ضرورت پیش آئے وہ مجھے لکھا کرو۔ پھر اس قاصد کو ان کے متعلق نصیحتیں کیں۔ اور وہ ان کو لے کر روانہ ہو گیا۔ وہ رات کے وقت اس طرح ان کے ساتھ ساتھ چلتا تھا۔ کہ وہ سب اس کے آگے آگے رہتے تھے۔ مگر اس طرح کہ اس کی نظر سے اوجھل نہ ہوں۔ لیکن جب وہ کہیں قیام کرتے تو وہ اور اس کے ہمراہی ان سے علٰحدہ ہو کر ان کو نگہبانوں کی طرح ہر طرف سے گھیر لیتے تھے۔ اور ان کے مدینے پہنچنے تک ان کی ضروریات دریافت کرتا تھا اور ان سے مہربانی سے پیش آتا تھا۔ مدینے پہنچنے پر فاطمہ بنت علی نے اپنی بہن زینب سے کہا کہ اس شخص نے ہمارے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے کیا آپ کی مرضی ہے کہ ہم اسے کچھ انعام دیں۔ انھوں نے کہا کہ خدا کی قسم ہمارے پاس زیور کے سوا اور کچھ چیز نہیں جو ہم اسے انعام میں دے سکیں۔ چنانچہ ان دونوں نے اپنے دو کنگن اور دو بازوبند اتار کر معذرت کرتے ہوئے اس شخص کے پاس بھیجے مگر اس نے یہ کہکر سب واپس کر دیا کہ جو کچھ میں نے کیا ہے اگر دنیا کے لئے کرتا تو یہ چیزیں ایسی ہیں کہ مجھے خوش کر دیتیں۔ مگر خدا کی قسم میں نے سب کچھ خدا کے لئے اور رسولخدا صلعم سے آپ کی قرابت کی وجہ سے کیا ہے۔"

امام حسینؓ کے ہمراہ ان کی زوجہ رباب بنت امری القیس بھی تھیں جو ان کی

صاحبزادی سکینہ کی والدہ تھیں۔ وہ ان کو اپنے اہل بیت کے ساتھ شام کو لے گئے تھے۔ بعد میں وہ مدینے واپس آئیں۔ تو وہاں کے سر برآوردہ آدمیوں نے ان کو نکاح کرنے کے پیغام دیئے۔ مگر انھوں نے یہ کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو اپنا سسرال نہ بناؤں گی وہ امام حسینؓ کے بعد ایک سال زندہ رہیں۔ مگر کسی گھر کی چھت نے ان پر سایہ نہ کیا۔ اور آخر اسی رنج میں گھل گھل کر فوت ہو گئیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ ایک سال تک ان کی قبر پر مقیم رہیں اور پھر مدینے واپس آ کر انھیں کے سوگ میں انتقال کر گئیں۔

عبید اللہ ابن زیاد نے ایک شخص کو امام حسینؓ کی شہادت کی خوشخبری دینے کے لئے عمرو ابن سعید کے پاس روانہ کیا۔ راستے میں اسے قریش کا ایک شخص ملا۔ جس نے کہا "کہو کیا خبر ہے"۔ کہا کہ خبر امیر کے پاس چلکر سن لینا۔ اس قریشی نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ!۔ امام حسینؓ شہید ہو گئے۔ غرضکہ وہ خوشخبری لانے والا عمرو ابن سعید کے پاس گیا۔ عمرو ابن سعید نے پوچھا کہ کیا خبر ہے؟ کہا کہ ایک ایسی خبر ہے جسکو سنکر امیر خوش ہونگے یعنی حسینؓ ابن علیؓ قتل کئے گئے۔ عمرو ابن سعید نے اس کو کہا کہ اسکی منادی کر دے چنانچہ اس نے منادی کر دی۔ یہ سنکر بنو ہاشم کی عورتیں رونے چیخنے لگیں۔ اور عقیل ابن ابی طالب کی صاحبزادی اور عورتوں کو ہمراہ لئے ہوئے برہنہ سر اور دامن کشاں باہر نکلیں۔ اور یہ اشعار پڑھتی جاتی تھیں (ترجمہ):-

"یہ بتاؤ کہ تم اس وقت کیا کہو گے جب نبی (صلعم) تم سے یہ کہیں گے کہ تم تو امت آخرین تھے۔ یہ تم نے میری اولاد اور اہل وعیال کے ساتھ کیا کیا کہ ان میں قیدی اور خون میں لتھڑے ہوئے افراد موجود ہیں۔ میری نصیحتوں کا یہ بدلا نہیں تھا کہ تم میرے ہی عزیزوں سے میرے بعد ایسا سلوک کرتے ہو"۔

عمرو ان کی آوازیں سنکر ہنس پڑا اور یہ شعر پڑھا۔ (ترجمہ):-

"بنو زیاد کی عورتوں نے ویسا ہی شور وغوغا کیا جیسا کہ جنگ ارنب کی صبح کو ہماری عورتوں نے کیا تھا۔"

ارنب ایک جنگ تھی جس میں بنو زبید نے بنو زیاد پر حملہ کیا تھا۔ جو بنو حارث ابن کعب میں سے تھے۔ اور یہ شعر عمرو ابن معدیکرب کا ہے۔ پھر عمرو نے

کہا کہ یہ خبر مرگ بھی ویسی ہے جیسی کہ عثمانؓ کی تھی۔ اس کے بعد اس نے منبر پر پڑھ کر امام حسینؓ کی شہادت کی اطلاع دی۔

جب عبداللہؓ ابن جعفر کو خبر ملی کہ ان کے دونوں صاحبزادے امام حسینؓ کے ساتھ شہید ہوئے تو اور لوگوں کے علاوہ ان کا ایک غلام بھی تعزیت کے لئے آیا۔ اس نے کہا کہ ہم کو امام حسینؓ سے یہ ملا۔ ابن جعفر نے ایک جوتہ اس کے پھینک کر مارا اور کہا کہ او بدذات کے بچے۔ کیا تو امام حسینؓ کے بارے میں ایسا کہتا ہے۔ خدا کی قسم اگر میں ان کے پاس موجود ہوتا تو جب تک ان کے ساتھ ہی نہ مرجاتا ان سے علیحدہ نہ ہونا چاہتا۔ قسم ہے اللہ کی اسی سے تو میرے نفس کو چین آتا ہے اور ان دونوں بچوں کی مصیبت کا خیال اسی وجہ سے میرے لئے آسان ہو جاتا ہے کہ انھوں نے میرے بھائی میرے چچیرے بھائی کے ساتھ غمخواری کرتے اور اس کے ساتھ ثابت قدمی کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے جان دی۔ اگر میرے ہاتھوں نے امام حسینؓ سے غمخواری نہیں کی تو کم از کم میرے بچوں نے تو کی۔"

جب اہل کوفہ سر کو لے کر شام پہنچے اور دمشق کی مسجد میں داخل ہوئے تو مروان ابن حکم نے آکر ان سے پوچھا تم نے کیا کچھ کیا۔ انھوں نے واقعات سے اطلاع دی۔ وہ سن کر واپس چلا گیا۔ پھر اس کا بھائی یحییٰ ابن حکم آیا اور یہی سوال کیا۔ اس کو بھی وہی جواب دیا گیا۔ اور وہ یہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا کہ تم قیامت کے دن محمدؐ (صلعم) سے منہ چھپاتے پھروگے۔ میں ہرگز تم کو کسی امر پر کبھی جمع نہ کرونگا۔ جب وہ لوگ یزید کے پاس گئے تو یحییٰ ابن حکم نے یہ اشعار پڑھے۔ (ترجمہ) :۔

"مقام طف میں جو سر ہیں وہ ابن زیاد جیسے غلام اور کھوٹے نسب والے آدمی سے زیادہ قرابت دار ہیں۔ سمیہ کی نسل تو سنگریزوں کی تعداد سے بھی زیادہ ہو گئی ہے۔ مگر مصطفیٰ (صلعم) کی نسل میں سے آج کوئی بھی باقی نہیں ہے۔"

یزید نے اس کے سینے پر ہاتھ مار کر کہا "بس چپ رہو"

کہا جاتا ہے کہ امام حسینؓ کی شہادت کی رات اہل مدینہ میں سے ایک شخص نے کسی کو باآواز بلند یہ کہتے ہوئے سنا۔ (ترجمہ اشعار) :۔

"اے حسینؓ کو جہالت سے قتل کرنے والو! عذاب اور وبال کی خوشخبری سن لو۔ تمام اہل آسمان تمھیں بدعائیں دے رہے ہیں۔ اور ان میں نبی اور فرشتے اور قبائل شامل ہیں۔ تم پر ابن داؤد اور حضرات موسےٰ و عیسےٰ کی زبانیں لعنت بھیج رہی ہیں۔" ؎

دو تین ماہ تک یہ حال رہا کہ طلوع آفتاب کے وقت سے دوپہر تک لوگوں کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے دیواریں خون میں لتھڑی ہوئی ہیں۔ راس جالوت کا بیان ہے کہ میں کربلا سے گذرتے ہوئے ہمیشہ اپنے گھوڑے کو دوڑایا کرتا تھا تا آنکہ اس مقام کو پیچھے نہ چھوڑ دوں کیونکہ ہم لوگ آپس میں باتیں کیا کرتے تھے کہ اس جگہ ایک نبی کا بیٹا قتل ہوگا اور اس وجہ سے مجھے خوف آتا تھا۔ لیکن جب حسینؓ قتل ہوگئے تو میں بے خوف ہوگیا۔ پھر میں دوڑتا نہ تھا بلکہ چلتا تھا۔ ؎

کہتے ہیں کہ شہادت کے دن امام حسینؓ کی عمر (۵۵) برس کی تھی۔ ایک بیان یہ بھی ہے کہ اکسٹھ برس کی عمر میں شہید ہوئے۔ مگر یہ محض لغو بات ہے۔ ان کی شہادت ۶۱ھ کی دسویں محرم کو واقع ہوئی۔ ؎

تیمی جو تیم مرہ میں سے تھا اور بنو ہاشم کا طرفدار تھا امام حسینؓ اور ان کے اہل و عیال کا مرثیہ کرتے ہوئے یہ اشعار کہتا ہے (ترجمہ اشعار) :۔

میں آل محمدؐ (صلعم) کے مکانوں کے پاس سے گذرا۔ مگر میں نے ان کو ویسا نہ پایا جیسا کہ وہ ان کی رہائش کے زمانے میں تھے۔ خدا نہ کرے کہ یہ دیار اور اس کے اہالی دور ہوں۔ گو کہ وہ اپنے اہل سے خالی ہوگئے ہیں۔ اہل ہاشم کے مقام طف کے قتیل نے مسلمانوں کی گردنوں کو ذلیل کیا اور وہ ہوگئیں۔ وہ لوگ سب کی امید تھے۔ مگر پھر مبتلائے آفت ہوگئے۔ وہ آفتیں اور مصیبتیں عظیم و جلیل تھیں۔ کسی غنی کے پاس ہمارے خون کا ایک قطرہ بھی ہو تو یہ اس کو اس کا بدلہ دیں گے۔ جب قیس میں کوئی فقیر ہو جاتا ہے تو ہم اس کے لیے فقیر کی حاجت روائی کرتے ہیں۔ مگر جب جوتا ٹوٹ جاتا ہے تو قیس ہم کو قتل کرتے ہیں۔ ؎

حضرت امام حسینؓ کے ساتھ جو لوگ شہید ہوئے ان کے اسماء

سلیمان کا بیان ہے کہ امام حسینؓ اور ان کے ہمراہیوں کی شہادت کے بعد

ان سب کے سر ابن زیاد کے پاس لائے گئے۔ جس کی تفصیل یہ ہے :- بنو کندہ تیرہ عدد سر لے گئے۔ اور ان کا سردار قیس ابن اشعث تھا۔ بنو ہوازن بیس سر لے گئے۔ ان کے ساتھ شمر ابن ذی الجوشن الضبابی تھا۔ بنو تمیم سترہ۔ بنو اسد سولہ۔ بنو مذحج سات اور باقی تمام لشکر ساتھ سر لے گئے۔ یہ سب مل کر ستر سر ہوئے۔

شہداء میں امام حسینؓ شہید ہوئے۔ ان کو سنان ابن انس النخعی (لعنۃ اللہ) نے شہید کیا۔ عباسؓ ابن علیؓ (جن کی والدہ بنت حزام ام البنین تھیں) کو زید ابن داؤد الجنبی اور حکیم ابن طفیل السنی نے شہید کیا۔ جعفرؓ ابن علیؓ۔ عبداللہؓ ابن علیؓ۔ اور عثمانؓ ابن علیؓ بھی شہید ہوئے۔ ان تینوں کی والدہ بھی ام البنین تھیں۔ ان کو خولہ ابن یزید نے تیر مار کر شہید کیا۔ ابو بکرؓ ابن علیؓ بھی جن کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود الدارمیہ تھیں شہید ہوئے مگر ان کی شہادت مشکوک فیہ ہے۔ علی ہذا القیاس علیؓ ابن حسینؓ ابن علیؓ بھی شہید ہوئے۔ ان کی والدہ لیلیٰ بنت ابی مرہ ابن عروۃ الثقفی تھیں جو میمونہ بنت ابی سفیان ابن حرب کے بیٹے تھے۔ ان کو منقذ بن نعمان العبدی نے شہید کیا۔ عبداللہ ابن حسینؓ ابن علیؓ کو جن کی والدہ رباب بنت امرئ القیس الکلبی تھیں۔ ہانی ابن ثبیت نے شہید کیا۔ امام حسینؓ کے بھائی حضرت امام حسنؓ کے صاحبزادے ابو بکر بھی سعد ابن عمرو ابن نفیل الازدی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ عون ابن ابی جعفر ابن ابی طالب (جن کی والدہ جماعت بنت مسیب بن نجبہ الفزاری تھیں) کو عبداللہ بن قطبۃ الطائی نے۔ محمد ابن عبداللہ ابن جعفر (جو خوصاء بنت خصفہ بن تیم اللہ ابن ثعلبہ کے بیٹے تھے) کو عامر ابن نہشل التمیمی نے۔ جعفر ابن عقیل ابن ابی طالب کو جن کی والدہ بنت شقر بن ہضاب ام البنین تھیں۔ بشر ابن خوط الھمدانی نے عبدالرحمٰن ابن عقیل (جن کی والدہ ام ولد تھیں) کو عثمان ابن خالد الجہنی نے اور عبداللہ ابن عقیل کو جو ایک ام ولد خاتون کے بیٹے تھے عمرو ابن صبیح الصیداوی نے ایک تیر سے شہید کیا۔ مسلم ابن عقیل جن کی والدہ بھی ام ولد تھیں کوفے میں شہید ہوئے۔ اور عبداللہ ابن مسلم ابن عقیل (جو رقیہ بنت علی ابن ابی طالب کے صاحبزادے تھے) کو عمرو ابن صبیح الصیداوی نے شہید کیا اور بعض کا خیال ہے کہ وہ مالک ابن اُسید الحضرمی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔

علاوہ ان کے محمدؒ ابن ابی سعید ابن عقیل کو جن کی والدہ ام ولد تھیں لقیط ابن یاسر الجہنی نے شہید کیا۔ حسن ابن حسین ابن علی اور عمرو ابن حسین جو بالترتیب خولہ بنت منظور ابن زبان الفزاری اور ایک ام ولد خاتون سے تھے صغر سنی کی وجہ سے شہید نہیں کیئے گئے۔ امام حسینؓ کے موالی میں سے حسین۔ منجح۔ اور عبداللہ ابن یقطر شہید ہوئے۔ حسین کو سلیمان ابن عوف الحضرمی نے شہید کیا اور آخر الذکر امام حسینؓ کے دودھ شریک بھائی بھی تھے۔

ابن عباس کا بیان ہے کہ جس روز امام حسینؓ شہید ہوئے ہیں اسی رات کو میں نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے۔ جس میں وہ خون جمع کرتے جاتے ہیں۔ تو میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ کیا ہے۔ فرمایا کہ یہ حسینؓ اور اس کے ہمراہیوں کا خون ہے۔ میں اس کو خدائے تعالیٰ کے سامنے پیش کرونگا۔ ابن عباس نے صبح کو لوگوں کو امام حسینؓ کی شہادت سے اطلاع دی۔ اور اپنا خواب بیان کیا۔ چنانچہ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ اسی دن شہید ہوئے تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو امام حسینؓ کی خاک میں سے کچھ مٹی دی تھی جو حضرت جبرئیلؑ ان کے پاس لائے تھے۔ اور یہ فرمایا تھا۔ کہ جب یہ مٹی خون ہو جائے تو سمجھ لینا کہ حسینؓ شہید ہو گئے۔ چنانچہ ام سلمہؓ اس خاک کو بحفاظت ایک شیشی میں اپنے پاس رکھے ہوئے تھیں۔ جب امام حسینؓ شہید ہوگئے تو وہ خاک خون بن گئی۔ اور اسی بنا پر انھوں نے بھی لوگوں کو امام حسینؓ کی شہادت کی اطلاع دی تھی۔ حضرت ام سلمہ کا یہ واقعہ ان مورخین کے قول کے مطابق درست معلوم ہوتا ہے جو ان کی وفات کو امام حسینؓ کی شہادت کے بعد بتلاتے ہیں۔

عمر ابن سعد کے امام حسینؓ کی شہادت کے بعد واپس آنے پر ابن زیاد نے ان سے کہا کہ عمر مجھے وہ خط دیدو جو میں نے تم کو حسینؓ کے قتل کے بارے میں لکھا تھا۔ انھوں نے کہا کہ میں تمہارا حکم بجا لا چکا ہوں اور وہ خط ضائع ہو چکا ہے۔ ابن زیاد نے کہا نہیں ضرور دے دو۔ کہا کہ وہ ضائع ہو گیا ہے۔ اس نے پھر کہا کہ تمھیں ضرور دینا پڑیگا۔ کہا وہ تو وہیں چھوٹ گیا۔ اور خدا کی قسم مدینے کی

بڈھی عورتیں اسے پڑھ کر ضرور مجھے معذور سمجھیں گی۔ خدا کی قسم میں نے تم کو حسینؓ کے بارے میں نصیحت کی تھی۔ اگر میں اپنے باپ سعد ابن ابی وقاص کو یہ نصیحت کرتا تو میں ضرور ان کا حق ادا کر دیتا۔ عثمان ابن زیاد عبید اللہ کے بھائی نے کہا سچ کہتے ہیں۔ خدا کی قسم میں یہ بہتر سمجھتا ہوں کہ بنی زیاد کا کوئی مرد ایسا نہ ہوتا جسکی ناک میں روز قیامت تک مہار پڑی ہوتی۔ مگر حضرت امام حسینؓ شہید نہ ہوتے۔ اور عبید اللہ ابن زیاد نے یہ گفتگو سن کر کوئی سرزنش نہ کی۔

ابوبلال مرداس بن جدیر الحنظلی کے قتل کا بیان

ابو بلال ابن مرداس کے خروج۔ عبید اللہ ابن زیاد کے اس کے مقابلے کے لئے دو ہزار آدمیوں کی فوج بھیجنے ان افواج کے مقام آسک پر مقابل ہونے اور ابن زیاد کے لشکر کی ہزیمت کے حالات ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ جب ابو بلال نے اس کی فوج کو ہزیمت دی۔ اور اسکی اطلاع ابن زیاد کو ہوئی تو اس نے تین ہزار کی ایک اور فوج اس کے مقابلے کے لئے روانہ کی۔ جس کے سردار عباد ابن اخضر تھے۔ اخضر عباد کی والدہ کا ایک خاوند تھا۔ اور اسی کی طرف وہ منسوب ہے۔ اس کا اصلی نام عباد ابن علقمہ ابن عباد التمیمی تھا۔ غرضکہ عباد نے مقام توج پر ان کو جا لیا۔ اور صف آرائی کر کے جنگ شروع کر دی۔ ادھر ابو بلال نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ان پر حملہ کیا۔ اور وہ لوگ نہایت ثابت قدمی اور سختی کے ساتھ لڑنے لگے۔ سہ پہر کے وقت ابو بلال نے کہا کہ آج جمعہ کا دن ہے۔ اور وہ بڑا دن ہے۔ اور پھر اس وقت نماز عصر کا وقت بھی ہے۔ اس لئے تم ہم کو اتنی مہلت دے دو۔ کہ ہم نماز ادا کر لیں۔ ابن اخضر نے قبول کیا اور اپنے آدمیوں کو لے کر پیچھے ہٹ گیا۔ ابن اخضر نے ان کی نماز کو غنیمت جان کر جلدی کی بلکہ کہتے ہیں کہ ابھی خوارج نماز پڑھ ہی رہے تھے۔ کہ ابن اخضر اور اس کے اصحاب نے ان پر حملہ کر دیا۔ ان میں سے کوئی قائم تھا۔ اور کوئی رکوع اور کوئی سجود میں مشغول تھا۔ مگر کوئی ٹس سے مس نہ ہوا۔ اور عباد نے حملہ کر کے ان کے ایک ایک آدمی کو قتل کر دیا۔ عباد ابو بلال کے سر کو لے کر بصرے واپس روانہ ہوا۔ ابھی عباد اپنے چھوٹے لڑکے کو ہمراہ لئے ہوئے

قصر امارت کی طرف جا ہی رہا تھا کہ اس کو عبیدہ ابن بلال نے دیکھ پایا جس کے ساتھ تین آدمی تھے۔ عبیدہ نے عباد سے کہا کہ ٹھیرو ہم تم سے مسئلہ پوچھنا چاہتے ہیں۔ عباد ٹھیر گیا تو اس نے کہا کہ ہم چار بھائی ہیں ہمارا ایک بھائی مارا گیا ہے۔ اب بتلاؤ تمھاری کیا رائے ہے۔ کہا کہ امیر سے اس کی مدد طلب کرو۔ اس نے جواب دیا کہ ہم نے طلب کی مگر اس نے نہیں دی۔ پھر عبیدہ نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ اسے مار ڈالو۔ خدا اسے مارے۔ وہ تینوں اس پر ٹوٹ پڑے اور اس پر مسلط ہو گئے۔ اس نے اپنے لڑکے کو پھینک دیا۔ اور اس طرح وہ خود بچ گیا۔ مگر ابن عباد قتل ہوا۔ یہ دیکھ کر لوگ ہر طرف سے خوارج پر گر پڑے اور عبیدہ کے سوا سب کو قتل کر دیا۔ ابن عباد کے قتل کے وقت ابن زیاد کوفے میں تھا مگر اس کا نائب عبید اللہ ابن ابی بکرہ بصرے میں مقیم تھا۔ ابن زیاد نے اس کو لکھا کہ خوارج کا تعاقب کرے۔ اس نے اس حکم کی پیروی کی اور خوارج کو پکڑنا شروع کیا۔ اگر کوئی شخص خوارج میں سے کسی آدمی کی سفارش کرتا۔ تو وہ ابن زیاد کی آمد تک اس کا ضامن ہوتا تھا۔ اور جس خارجی کی کوئی کفالت نہ کرتا وہ اسے قید کر دیتا تھا۔ عروہ ابن ادیہ کو اس کے پاس لایا گیا تو اسنے اسے چھوڑ دیا۔ اور کہا کہ میں خود تمھارا ضامن ہوں۔ ابن زیاد نے آکر ان تمام خوارج کو بلا کر قتل کر دیا جو حبس میں تھے۔ پھر تمام ضامنوں کو بلایا۔ جو شخص کسی خارجی کو لاتا تھا۔ وہ اسے چھوڑ دیتا تھا اور خارجی کو قتل کر دیتا تھا۔ لیکن اگر کوئی شخص کسی خارجی کو نہ لاتا۔ تو وہ اسی کو قتل کر دیتا۔ پھر اس نے عبید اللہ ابن ابی بکرہ سے عروہ ابن ادیہ کو طلب کیا۔ اس نے کہا کہ مجھے اس پر قدرت حاصل نہیں۔ ابن زیاد نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو میں اس کے بدلے میں تم ہی کو قتل کر دونگا۔ ابن ابی بکرہ نے عروہ بن ادیہ کا کھوج لگاتے لگاتے پکڑ لیا اور ابن زیاد کے سامنے پیش کر دیا۔ ابن زیاد نے عروہ سے کہا کہ میں تم کو قطع اعضاء کے بعد قتل کروں گا۔ عروہ نے جواب دیا۔ تم خود اپنے نفس کے لیے جس قسم کا قصاص چاہتے ہو اختیار کرو۔ اس پر ابن زیاد کے حکم سے پہلے عروہ کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ ڈالے گئے۔ اور پھر سولی پر لٹکا دیا گیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے۔

کہ وہ ۵۸ھ میں قتل ہوئے۔

سلم ابن زیاد کے خراسان اور سجستان کے والی ہونے کا بیان

کہتے ہیں کہ اس سال یزید نے سلم ابن زیاد کو خراسان کا حاکم بنایا اس کا سبب یہ ہوا کہ سلم یزید کے پاس گیا تو اس نے کہا کہ اے ابو حرب وہ مقامات (خراسان و سجستان) تمھارے ہی بھائیوں کی حکومت میں ہیں سلم نے کہا کہ جو کچھ امیرالمومنین چاہیں کریں اس پر یزید نے اس کو خراسان اور سجستان کا حاکم بنا دیا۔ سلم نے حارث ابن معاویہ الحارثی (جد عیسٰے ابن شبیب) کو خراسان بھیجا اور خود بصرے میں آکر خراسان جانیکے لئے تیاری کرنے لگا اور اپنے بھائی یزید کو سجستان روانہ کیا۔ ادھر عبیداللہ ابن زیاد نے اپنے بھائی عباد کو خط کے ذریعے سے سلم کے والی مقرر ہونے کی اطلاع دی۔ عباد نے بیت المال کا تمام مال اپنے غلاموں کو تقسیم کر دیا۔ اور پھر بھی جو کچھ بچ گیا اس کے لئے منادی کر دی کہ جو شخص پیشگی تنخواہ لینا چاہتا ہے آکر لے لے۔ چنانچہ جو جو آیا اس نے اسکو پیشگی تنخواہ دیدی۔ اس کے بعد عباد سجستان کی طرف روانہ ہوا۔ مقام جیرفت میں پہنچ کر اس کو سلم کے آنے کی اطلاع ملی۔ اس وقت ان دونوں کے مابین ایک پہاڑ حائل تھا۔ عباد اس طرف سے ہٹ گیا۔ اس رات کو عباد کے ایک ہزار غلام روانہ ہوئے۔ ہر ایک غلام کے پاس کم سے کم دس ہزار کی رقم تھی۔ عباد چند سوار ہمراہ لیکر روانہ ہوا اور یزید کے پاس گیا تو یزید نے اس سے مال کے متعلق سوال کیا۔ اس نے کہا کہ میں سرحد کی گھاٹیوں کا حاکم تھا جو کچھ حاصل ہوا سب وہاں کے لوگوں میں تقسیم کر دیا۔

جب سلم خراسان کی طرف روانہ ہوا تو یزید نے اس کو اس کے بھائی عبیداللہ کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھ کر دیا کہ وہ سلم کو چھ ہزار چیدہ سوار دے دے۔ اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس نے چھ ہزار نہیں بلکہ صرف دو ہزار کے لئے لکھا تھا۔ اور سلم بڑے بڑے سرداروں کو منتخب کرتا تھا۔ چنانچہ عمران بن فضیل البرجمی۔ مہلب ابن ابی صفرہ عبداللہ ابن خازم السلمی۔ طلحہ ابن عبیداللہ ابن خلف الخزاعی۔ حنظلہ

ابن عرادہ۔ یحییٰ ابن یعمر العدوانی۔ صلہ بن اشیم العدوی وغیرہ اس کے ہمراہ ہوئے
سلم خراسان کی طرف روانہ ہوا اور دریا کو جنگ کرنے کے لئے عبور
کیا۔ اس کے قبل بھی عمال خراسان جنگ کیا کرتے تھے۔ اور موسم
سرما میں مرو شاہجان کو واپس چلے جاتے تھے۔ جب مسلمان چلے
جاتے تو خراسان کے ملوک خوارزم کے قریب ایک شہر میں جمع ہو کر
آپس میں عہد و پیمان کرتے تھے کہ ایک دوسرے کے خلاف جنگ نہ کرینگے
اور اس کے علاوہ اپنے امور میں ایک دوسرے سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ جب مسلمان
ان میں سے کسی شہر پر حملہ آور ہونے کا مطالبہ کرتے تو وہ ایسا کرنے سے
انکار کر دیتے۔ غرض کہ سلم نے وہاں پہنچ کر جنگ کی اور اس کی ایک جنگ میں
موسم سرما آ گیا۔ مہلب ابن ابی صفرہ نے سلم سے نہایت لجاجت کے ساتھ اس
شہر کی طرف لشکر کشی کرنے کو کہا تو اس نے اس کو چھ (اور بقول بعض چار)
ہزار آدمیوں کے ساتھ ادھر روانہ کیا۔ مہلب نے وہاں کے باشندوں کا
محاصرہ کیا۔ ان لوگوں نے اس شرط پر صلح کا مطالبہ کیا کہ وہ اپنی جانوں کا فدیہ
پیش کر دیں گے۔ چنانچہ ان سے دو کروڑ سے زیادہ رقم پر صلح کر لی گئی۔ شرائط
صلح میں یہ بھی شامل تھا کہ (بعوض نقد رقم کے) ہر قسم کا سامان بھی لے لیا جائیگا۔
چنانچہ مہلب نے (راس) لونڈی غلام۔ چوپائے جانور اور ہر قسم کا سامان اس کی
اصلی قیمت سے نصف پر ان سے لے لیا۔ جس قدر مہلب ان سے وصول کر چکا
تھا اس کی مجموعی قیمت پانچ کروڑ ہوتی تھی۔ ان وجوہ سے مہلب کو سلم کے
ہاں بہت کچھ اقتدار حاصل ہو گیا۔ اور سلم نے ان چیزوں سے جو جو
اس کو اچھی معلوم ہوئیں لے لیا اور ان کو یزید کے پاس بھیجدیا۔

سلم نے سمرقند پر فوج کشی کی۔ اس وقت عبور دریا میں اس کی بیوی
ام محمد بنت عبداللہ ابن عثمان بن ابی العاص الثقفی اس کے ہمراہ تھیں۔ اور
عرب میں وہ پہلی خاتون تھیں جن کو ہمراہ لے کر دریا کو عبور کیا گیا۔ وہاں ام محمد
سے سلم کے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام اس نے صغدی رکھا۔ اس کی زوجہ نے
صاحب صغد کی عورت سے اس کے زیورات عاریتاً لئے تھے۔ مگر واپس

نہیں گئے۔ بلکہ بے کر وہاں سے روانہ ہوگئیں۔ سلم نے ایک اور لشکر خجندہ کی طرف روانہ کیا۔ جس کا سردار اعشیٰ ہمدان تھا۔ مگر اس کو ہزیمت ہوئی اس پر اعشیٰ نے یہ اشعار کہے۔ (ترجمہ):۔

"اے کاش کہ جنگ خجندہ میں میرے سواروں کو ہزیمت نہ ہوتی۔ اور مقام کُلّر میں مجھے قتل کرکے میرا لباس لے لیتے۔ میری لاش کے پاس پرند جمع ہوتے اور میں خدا کے پاس خون سے رنگا ہوا جاتا۔"

یزید ابن زیاد و طلحۃ الطلحات کے والی سجستان ہونے کا بیان

جب یزید بن معاویہ نے سلم ابن زیاد کو خراسان پر حاکم مقرر کیا تو سلم نے اپنے بھائی یزید کو سجستان کی حکومت پر متعین کیا۔ مگر اہل کابل نے غدر کیا اور عہد شکنی کرکے ابو عبیدہ بن زیاد کو قید کر دیا۔ اس لئے یزید ابن زیاد ایک فوج لیکر ان کے مقابلے کے لئے گیا۔ جنگ ہوئی۔ مگر مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی اور بہت سے شہید ہوئے۔ ان شہداء میں یزید ابن عبداللہ ابن ابی ملیکہ اور صلہ بن اشیم ابو صہباء العدوی (یعنی معاذہ عدویہ کا شوہر) شامل تھے۔ سلم کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ تو اس نے طلحۃ ابن عبداللہ ابن خلف الخزاعی کو (جسے طلحۃ الطلحات کہتے تھے۔) روانہ کیا۔ اس نے پانچ لاکھ درہم زر فدیہ ادا کرکے ابو عبیدہ ابن زیاد کو چھڑا لیا۔ اس کے بعد طلحہ والی سجستان ہو کر کابل سے سجستان کو گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے رعایا سے خراج وصول کیا اور اپنے پاس آنے والوں کو مال و نعمت دیا کرتا تھا۔ اسکا انتقال بھی سجستان ہی میں ہوا وہ بنو یشکر کے ایک شخص کو اپنا جانشین بنا گیا تھا۔ مگر بنو مضر نے اسے خارج کر دیا۔ اور ان میں باہم قومی تعصب پیدا ہوگیا۔ جسکی وجہ سے رتبیل کو ان پر حملہ کرنے کا حوصلہ پیدا ہوا۔

ولید ابن عتبہ کے والی مدینہ و حجاز ہونے اور عمرو ابن سعید کی معزولی کا بیان

کہتے ہیں کہ اس سال یزید نے مدینے سے عمرو ابن سعید کو معزول کرکے اس کی جگہ ولید ابن عتبہ ابن ابی سفیان کو مقرر کیا۔ اور سبب یہ تھا کہ عبداللہ ابن زبیر نے

یزید کے خلاف مظاہرہ کیا اور امام حسینؓ کی شہادت کے بعد مکے میں ان سے بیعت
لی گئی۔ چنانچہ جب ان کو امام حسینؓ کی شہادت کی خبر ملی تو انھوں نے لوگوں کے
سامنے کھڑے ہو کر تقریر کی جس میں ان کی شہادت کو بہت اہمیت دی
اہل کوفہ کو خصوصاً اور اہل عراق کو عموماً عیب ناک بتلایا۔ اور خدائے تعالےٰ
کی حمد و ثناء اور رسول اللہ صلعم پر صلوٰۃ و سلام کے بعد کہا کہ اہل عراق
میں سوائے قلیل التعداد لوگوں کے باقی سب غدار اور فاجر ہیں۔ اور اہل کوفہ
میں اہل عراق کے بڑے بڑے شریر النفس لوگ موجود ہیں۔ انھوں نے
امام حسینؓ کو اس وعدے پر بلایا تھا کہ وہ ان کی مدد کرینگے۔ اور ان کو اپنا والی
بنالینگے۔ لیکن جب وہ ان کے پاس پہنچ گئے تو انھوں نے ان پر حملہ کیا۔
اور کہا کہ یا تو تم اپنا ہاتھ ہمارے ہاتھوں میں رکھ دو کہ ہم تم کو ابن زیاد
ابن سمیہ کے پاس روانہ کردیں۔ تاکہ وہ تم پر حکم لگائے۔ اور یا تم ہم سے جنگ
کرو۔ امام حسینؓ نے دیکھا کہ وہ اور ان کے اصحاب تھوڑی تعداد میں ہیں۔
اور ان کے مقابلے میں ایک کثیر التعداد جماعت ہے۔ اگرچہ خدائے تعالےٰ
نے علم غیب سے کسی کو واقف نہیں کیا۔ کہ وہ مقتول ہوگا۔ مگر انھوں نے عزت
کی موت کو ذلت کی حیات پر ترجیح دی۔ خدائے تعالیٰ امام حسینؓ پر رحم فرمائے
اور ان کے قاتل کو ذلیل و خوار کرے۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے ان لوگوں کی
مخالفت اور نافرمانی جو انھوں نے امام حسینؓ سے کی دوسرے شخص کے لئے جو ان
ہی کی جیسی حالت رکھتا ہو نصیحت حاصل کرنے اور اہل عراق سے باز رہنے کے لئے کافی
ہے۔ لیکن جو کچھ مقدر میں ہے وہ پورا ہونے والا ہے۔ اور جب خدا کسی امر کا ارادہ کرتا ہے
تو اسے روکا نہیں جاسکتا۔ کیا امام حسینؓ کے بعد ہم ان لوگوں سے مطمئن ہوسکتے ان کے قول
کو سچا سمجھ سکتے اور ان کے وعدے کو درست خیال کرسکتے ہیں؟ خدا کی قسم ہم ان کو
اس کا اہل نہیں سمجھتے۔ خدا کی قسم انھوں نے امام حسینؓ کو قتل کرکے ایک ایسے
قائم اللیل اور صائم النہار شخص کو شہید کیا ہے جو ان کے امور کا ان سے زیادہ
حقدار تھا۔ اور اپنے دین و فضل میں ان سے بہتر تھا۔ خدا کی قسم وہ قرآن شریف
کے عوض گمراہی پھیلانے والے نہ تھے۔ خدائے تعالیٰ کے خوف سے ان کے گریہ و بکا کی

کوئی انتہا نہ تھی - اور نہ وہ روزوں کو شراب پینے سے بدلا کرتے تھے اور نہ انکی مجلسوں میں نصائح کے عوض شکاری کتوں کا ذکر ہوا کرتا تھا - (اس تقریر سے یزید پر طعن کرنا مقصود تھا) یہ لوگ عنقریب اپنی گمراہی کو پالیں گے - یہ سن کر ان کے ہوا خواہ انکی طرف دوڑ پڑے اور کہا کہ آپ اپنی بیعت قائم کرنے کا اعلان کیجئے - کیونکہ اب کوئی باقی نہیں ہے اور امام حسین رضؓ بھی نہیں کہ آپ بیعت کے معاملے میں منازعہ کریں اب تک ابن زبیر لوگوں سے پوشیدہ طور پر بیعت لیا کرتے تھے اور لوگوں میں یہ ظاہر کرتے تھے کہ وہ خانہ کعبہ میں پناہ گزیں ہیں اب بھی انھوں نے لوگوں سے یہی کہا کہ تم جلدی نہ کرو - اس کی وجہ یہ تھی کہ عمرو ابن سعید مکے کے عامل تھے اور وہ ابن الزبیر کے لئے نہایت سخت تھے - گو بظاہر رفق و مدارات سے پیش آتے تھے - جب یزید کو یہ معلوم ہو گیا کہ ابن زبیر نے مکے میں اتنی بڑی جماعت جمع کر لی ہے تو اس نے خدا سے پختہ عہد کیا کہ وہ ابن زبیر کو ضرور زنجیروں میں جکڑیگا - چنانچہ اس نے ابن عطاء سعد اور ان کے ہمراہیوں کے ہاتھ ایک نقرئی زنجیر ابن زیاد کے پاس بھیجی اور ان کے ساتھ پشمینے کی ایک ٹوپی بھی کر دی کہ وہ ان کو اڑھا دی جائے تاکہ لوگوں پر ظاہر نہ ہو - ابن عطاء نے مدینے پہنچ کر مردان ابن حکم کو جو اس وقت وہاں موجود تھا - اطلاع دی کہ وہ وہاں کس غرض سے آیا ہے - مردان نے اس کے ساتھ اپنے دو بیٹوں کو جن میں سے ایک کا نام عبد العزیز تھا کر دیا - اور ان دونوں کو سمجھا دیا کہ جب یزید کا قاصد ابن زبیر کے پاس پہنچے تو تم ان کے سامنے جاؤ اور تم میں سے ایک مثال کے طور پر یہ اشعار پڑھے - (ترجمہ) :-

۱ یہ بات گرہ میں باندھ لو عزت دار کے لئے ایسی روش مناسب نہیں جس روش میں ذلیل آدمی کی کرتوت (شامل) ہو -

۲ اے عامر لوگوں نے تم پر ایک معیوب طریقے میں الزام لگایا ہے - اور یہ ہمسایوں کے سامنے ہو رہا ہے - مگر الگ تھلگ -

۳ تم جو لوگوں کے خیر خواہ بنتے ہو میں تم کو ایسے شخص کی حالت میں دیکھ رہا ہوں جس سے کہا جاتا ہے کہ ڈول لئے ہوئے پیچھے ہٹ اور آگے بڑھ -

چنانچہ جب یزید کا قاصد ابن زبیر کے پاس پیغام لیکر پہنچا تو عبد العزیز نے

یہ اشعار پڑھے۔ ابن زبیر نے کہا کہ اے مروان کے بیٹو۔ جو کچھ تم نے کہا میں نے سن لیا ہے۔ تم جا کر اپنے باپ سے کہدو کہ (اشعار کا ترجمہ):۔

۱۔ میں تو اس معاملے میں بالکل خاموش بہرا بنا ہوا ہوں۔ اونٹنیاں نوحہ کرتی ہیں تو کریں۔

۲۔ بجز اس حق کے جس کا میں طلبگار ہوں اور تو کسی کیلئے میں نرم نہ ہوں گا جب تک کہ چبانے والے کے دانت کے لئے پتھر نرم نہ ہو جائے۔

ابن الزبیر نے یزید کے پیغام رسانوں سے خود کو محفوظ کر لیا۔ اس پر ولید ابن عتبہ اور بنو امیہ کے چند آدمیوں نے یزید سے کہا۔ اگر عمرو چاہتا تو ابن زبیر کو پکڑ کر یزید کے پاس بھیج سکتا تھا۔ لہذا یزید نے عمرو کو معزول کر کے ولید کو والی حجاز مقرر کر دیا۔

ولید نے عمرو کے غلمان اور موالی کو قید کر دیا عمرو نے سفارش کی۔ مگر انکو چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ اسلئے عمرو نے مدینے سے دو رات کا سفر طے کر کے اپنے غلاموں کے پاس اونٹ بھیجدیئے اور وہ قید خانے کو توڑ کر عمر کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور شام پہنچکر اس سے جا ملے۔ پھر عمرو یزید کے پاس گیا۔ اور ابن الزبیر نے سٹھ میں جو مکر پھیلا رکھا تھا۔ اس سے اس کو مطلع کیا۔ یزید نے اس کے عذر کو قبول کیا اور اس کے قول کو صحیح سمجھ لیا۔

واقعات متعددہ کا بیان

اس سال ولید نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔

ان دنوں عراق میں عبید اللہ ابن زیاد۔ اور خراسان میں سلم ابن زیاد والی تھے۔ اور کوفے میں شریح اور بصرے میں ہشام ابن ہبیرہ محکمہ قضاء پر مقرر تھے۔

اس سال علقمہ ابن قیس النخعی صاحب ابن مسعود نے انتقال کیا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ۶۲ھ یا ۶۵ھ میں اس وقت ان کی عمر نوے سال کی تھی۔

اسی سال منذر ابن جارود العبدی اور جابر ابن عتیک الانصاری (اور بقول بعض جبر) نے انتقال کیا۔ اس وقت ان کی عمر اکانوے سال کی تھی۔ اور وہ جنگ بدر میں شریک تھے۔

اسی سال حمزہ ابن عمرو الاسلمی نے اکہتر (اور بقول بعض اسّی) برس کی عمر میں انتقال کیا وہ صحابہ میں سے تھے۔

اسی سال خالد ابن عرفطہ اللیثی (اور بقول بعض العذری) حلیف بنو زہرہ نے انتقال کیا۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کا انتقال سنہ ۶۰ھ میں ہو چکا تھا۔ وہ صحابہ میں سے تھے۔

سنہ ۶۲ھ کے واقعات

اہل مدینہ کے وفد شام کا بیان

جب ولید والی حجاز ہوا تو وہ ابن الزبیر کی غفلت کی تاک میں رہا۔ مگر وہ ہمیشہ اس کے ہاتھوں سے محفوظ اور بچے رہے۔

امام حسینؓ کی شہادت پر نجدہ ابن عامر النخعی نے یمامہ اور ابن زبیر نے حجاز میں فتنہ برپا کیا۔ حج کے زمانے میں مقام عرفہ سے اوّلاً ولید تمام حجاج کے ساتھ گذر جاتا۔ ابن الزبیر اور نجدہ اپنے اپنے اصحاب کے ساتھ وہیں کھڑے ہوئے ہوتے پھر ابن الزبیر اپنے اصحاب کے ساتھ اور نجدہ اپنے اصحاب کے ساتھ معرف (میدان عرفہ) سے گذرتے۔ نجدہ ابن زبیر سے اس قدر بار بار ملتا تھا کہ لوگوں کو یہ گمان ہو گیا کہ وہ ابن زبیر سے بیعت کرلیں گے۔ اس کے بعد ابن زبیر نے ولید سے یہ چال چلی کہ یزید کو ایک خط میں یہ لکھا کہ تم نے ہمارے پاس ایک بیوقوف آدمی کو بھیجا ہے جو کسی کی ہدایت سے فائدہ نہیں اٹھاتا اور کسی مرد دانا کی نصیحت پر کان نہیں دھرتا۔ اگر تم ہمارے پاس ایک نرم مزاج آدمی کو بھیجتے تو تم کو یہ امید ہو سکتی تھی کہ جو اشکال وسختی واقع ہو گی وہ آسان ہو جائیگی۔ اور تفرقہ کی جگہ اجتماع پیدا ہو جائے گا۔ اس پر یزید نے ولید کو معزول کر کے عثمان ابن محمد ابن ابی سفیان کو مقرر کیا۔ وہ ایک بالکل کم عمر۔ ناواقف اور ناتجربہ کار آدمی تھا۔ اور ابھی اس کی عمر میں پختگی اور عقل نہیں آئی تھی۔ وہ اپنے رعب و داب امارت اور اپنے عمل کو بہ نظر غائر دیکھ اور سمجھ نہیں سکتا تھا۔ اس نے یزید کے پاس ایک وفد بھیجا جس میں اہل مدینہ میں سے عبد اللہ ابن حنظلہ

غسیل الملائکہ - عبداللہ ابن ابی عمرو بن حفص ابن مغیرہ المخزومی - منذر ابن زبیر اور کثیر التعداد اشراف شہر شامل تھے - وہ سب جب یزید کے پاس پہنچے - تو یزید نے ان کی بہت عزت کی ۔ان سے حسن سلوک سے پیش آیا اور بڑے بڑے انعامات دیئے - چنانچہ اس نے عبداللہ ابن حنظلہ کو جو ایک شریف النسب اور فاضل وعابد شخص تھے - ایک لاکھ درہم اور ان کے آٹھ بیٹوں کو جو ان کے ساتھ تھے دس ہزار درہم فی کس دئے - وہاں سے وہ سب تو مدینے واپس آگئے - مگر منذر ابن زبیر عراق پہنچکر ابن زیاد سے ملے - یزید نے ان کو بھی ایک لاکھ انعام دیا تھا - غرض کہ جب اس وفد کے افراد وہاں سے مدینے واپس پہنچے تو انھوں نے لوگوں میں کھڑے ہو کر یزید کو سب وشتم کیا - اور اس کی عیب جوئی کی اور کہا کہ ہم ایک ایسے شخص کے پاس سے آرہے ہیں جس کا کوئی دین نہیں ہے - وہ شراب پیتا ہے - طنبورہ بجاتا ہے - مغنی ومطرب اس کے پاس بیٹھے گاتے بجاتے رہتے ہیں - وہ کتوں سے کھیلتا رہتا ہے - اور رات میں بدمعاش اس کے پاس جمع ہو کر غپ شپ کیا کرتے ہیں - ہم تمھارے سامنے گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے اسے خلافت سے علٰحدہ کر دیا ہے - عبداللہ ابن حنظلہ غسیل الملائکہ نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں تمھارے پاس ایک ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں کہ اگر ان لڑکوں کے سوا میرے ساتھ اور کوئی نہ ہوتا تو میں ضرور اس سے جہاد کرتا - اس نے مجھے انعامات دیئے ہیں - اور میری عزت وتوقیر کی ہے - مگر میں نے اس کی بخشش صرف اس لئے قبول کی ہے کہ اس سے اپنی خوراک کا سامان بہم پہنچاؤں - یہ سن کر لوگوں نے یزید سے خلع کر کے عبداللہ ابن حنظلہ غسیل الملائکہ سے یزید کے خلع کرنے کے لئے بیعت کی اور ان کو اپنا والی بنایا -

ادھر منذر ابن زبیر نے یہ کیا کہ وہ ابن زیاد کے ہاں پہنچے - تو اس نے اُن کی بہت خاطر ومدارات کی اور اچھی طرح پیش آیا کیوں کہ وہ زیاد کے دوست تھے - چونکہ اس عرصے میں یزید نے مدینے کا تمام واقعہ سن لیا تھا

اس لئے ابن زیاد کے پاس یزید کا اس مضمون کا خط پہنچا کہ منذر کو قید کر دیا جائے۔
ابن زیاد کو یہ بات ناگوار گذری کیونکہ منذر اس کے مہمان اور اس کے باپ
کے دوست تھے۔ تاہم ابن زیاد نے منذر کو بلا کر اس خط کے فحوا سے آگاہ کیا۔
اور ان سے کہا کہ جب لوگ میرے پاس جمع ہوں آپ کھڑے ہو کر
یہ کہیں کہ اب مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنے وطن کو واپس چلا جاؤں۔
میں کہوں گا کہ نہیں بلکہ ابھی میرے پاس آپ اور ٹھیریں۔ کیونکہ آپ میرے
بزرگ اور ہمدرد ہیں۔ آپ یہ جواب دیں کہ نہیں وہاں میری جائداد وغیرہ
ہے اور مجھے ایسے کام درپیش ہیں کہ میرا وہاں جانا ضروری ہے۔ یہ سُن کر
میں آپ کو روانگی کی اجازت دے دوں گا۔ اور آپ اپنے ہاں چلے جائیے گا۔
چنانچہ جب لوگ ابن زیاد کے پاس جمع ہوئے تو منذر نے ایسا ہی کیا۔
اور ابن زیاد کے اجازت دینے پر وہ وہاں سے روانہ ہو کر مدینے آگئے۔
اور وہاں لوگوں کو یزید کے خلاف برانگیختہ کرنے والوں میں شامل ہو گئے۔
انھوں نے لوگوں سے کہا کہ یزید نے مجھے ایک لاکھ انعام دیا ہے۔ مگر
اس کا یہ احسان بھی مجھے اس امر سے باز نہیں رکھ سکتا کہ میں تم کو اس کا حال
سناؤں۔ خدا کی قسم وہ شراب پیتا ہے۔ بخدا اسے اس قدر نشہ ہو جاتا ہے۔
کہ وہ نماز ترک کر دیتا ہے۔ اور اسی طرح کی اور باتیں کر کر کے اپنے دیگر
ہمراہیوں کے مانند نہایت سختی سے یزید کے عیوب ظاہر کئے۔

یزید نے نعمان ابن بشیر الانصاری کو بلا کر کہا کہ مدینے کے باشندوں کی
زیادہ تعداد تمھاری ہی قوم سے ہے۔ جو بات وہ کرنا چاہیں کوئی شخص ان کو
اس سے باز نہیں رکھ سکتا۔ اور اگر اس امر میں وہی نہ اٹھ کھڑے ہوتے
تو لوگ ہرگز میری مخالفت کرنے کی جرأت نہ کرتے۔ نعمان وہاں سے روانہ ہوئے
اور اپنی قوم میں آ کر لزوم طاعت کی تاکید اور فتنہ و فساد سے خوف دلاتے
ہوئے کہا کہ اہل شام کے مقابلے میں تمھاری کچھ بھی طاقت نہیں ہے۔ عبداللہ
ابن مطیع العدوی نے جواب دیا کہ اے نعمان یہ بتلاؤ کہ اس وقت ہمارے
امر کی صلاحیت پذیر ہو جانے کے بعد تم کو کس چیز نے فساد برپا کرنے اور ہماری

جماعت میں تفرقہ ڈالنے پر آمادہ کیا؟ نعمان نے کہا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا میں تمہارے پاس کھڑا ہوں۔ جب تمہارے پاس بہت سی جماعتیں آجائیں گی اور وہ تمہارے لئے اپنے گھٹنوں پر ڈٹ جائیں گی قوم کے سر اور پیشانیاں تلوار سے کٹنے لگیں گی اور فریقین میں موت کی چکی چلنے لگے گی۔ تب تم اپنے خچر پر سوار ہو کر مکے کی طرف بھاگنے لگو گے۔ اور ان بے چارے مساکین (یعنی انصار) کو ایسی حالت میں چھوڑ دو گے جو اپنے گھروں کی گلیوں میں اور اپنی مسجدوں میں اور اپنے گھروں کے دروازوں پر قتل ہو رہے ہیں۔ مگر لوگوں نے انکی بات نہ مانی اور وہ چلے گئے۔ آخر ہوا وہی جو کچھ کہ انھوں نے کہا تھا۔

عقبہ ابن نافع کے دوبارہ افریقیہ پر عامل مقرر ہونے انکی فتوح اور قتل کا بیان

ہم اس سے قبل عقبہ کے افریقیہ سے معزول ہو کر شام واپس چلے جانے کا ذکر کر چکے ہیں۔ جب وہ امیر معاویہ کے پاس پہنچے تو انھوں نے ان کو افریقیہ واپس بھیجنے کا وعدہ کیا۔ لیکن عقبہ ابھی شام ہی میں تھے کہ امیر معاویہ نے انتقال کیا۔ یزید نے ان کو اسی سال دوبارہ (سنہ ۶۲ھ) افریقیہ کا عامل بنا کر بھیجا۔ وہ قیروان تک نہایت شان سے گئے۔ اور وہاں امیر ابو المہاجر کو گرفتار کر کے زنجیروں میں جکڑ دیا پھر قیروان میں ایک فوج اور اپنے فرزندوں اور اموال کو چھوڑ کر زہیر ابن قیس البلوی کو اپنا جانشین بنایا اور اپنی اولاد کو بلا کر کہا کہ "میں نے اپنی جان کو خدائے تعالیٰ کے لئے فروخت کر دیا ہے۔ میں کافروں سے جہاد کرتا رہوں گا۔ پھر جو کچھ اس کے بعد کیا جانا چاہئے اس کے لئے وصیت کر جاؤنگا۔"

اس کے بعد عقبہ وہاں سے ایک لشکر جرار لے کر روانہ ہوئے اور شہر باغایہ پہنچے۔ وہاں اہل روم کی ایک زبردست جماعت ان کے مقابلے کے لئے تیار تھی۔ وہ لوگ عقبہ سے نہایت شد و مد کے ساتھ جنگ آور ہوئے۔ مگر آخر کار منہزم ہوئے۔ عقبہ نے ان کو بڑی سختی کیساتھ قتل کیا۔ اور ان سے بہت سا مال غنیمت ان کے ہاتھ آیا۔ اہل روم ہزیمت کھا کر شہر میں داخل ہوگئے۔ عقبہ نے انکا محاصرہ کر لیا مگر بعد میں محاصرے کو قائم رکھنا

ناگوار سمجھ کر بلاد زاب کی طرف روانہ ہوئے۔ جو ایک وسیع ملک ہے۔ اور متعدد شہروں اور قریوں پر حاوی ہے۔ ان بلاد میں پہنچ کر وہ سید ہے اس کے صدر مقام اربہ کو گئے۔ وہاں بھی اہل روم ونصارے ان کو دخول سے مانع آئے انھوں نے مقابلہ کیا۔ اور ان لوگوں میں سے بعض پہاڑ کی طرف فرار کر گئے۔ مسلمان اور اس شہر کے نصارے میں متعدد مرتبہ جنگ ہوئی۔ انجام کار نصارے کو شکست ہوئی۔ عقبہ نے ان کے بہت سے سواروں کو قتل کیا اور تاہرت کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب اہل روم کو ان لوگوں کی ہزیمت کی خبر ملی تو انھوں نے اہل بربر سے مدد کی درخواست کی۔ انھوں نے قبول کیا اور کثیر التعداد میں انکی مدد کے لئے آئے۔ اور جان توڑ کر لڑنے لگے۔ دشمن کی کثرت کی وجہ سے مسلمانوں کو سخت مشکل کا سامنا پڑا۔ مگر خدائے تعالے نے ان کی مدد کی۔ اور اہل روم اور بربری بھاگ اٹھے۔ بہت سے تہ تیغ ہوئے اور مسلمانوں نے ان کے اموال واسلحہ لوٹ لئے۔

عقبہ وہاں سے طنجہ کو گئے۔ جہاں ان کو لیلیان نامی ایک رومی بطریق ملا۔ جس نے ان کو عمدہ عمدہ تحائف دئیے اور ان کا مطیع ہو گیا عقبہ نے اس سے اندلس کے متعلق سوال کیا۔ تو اس پر یہ سوال بہت گراں گذرا۔ پھر انھوں نے بربریوں کے متعلق سوال کیا۔ تو اس نے کہا کہ وہ کثیر التعداد ہیں انکا شمار سوائے اللہ کے کسی کو معلوم نہیں۔ وہ سوس ادنے میں رہتے ہیں۔ اور سب کے سب کفار ہیں۔ نصرانیت میں داخل نہیں۔ اور بڑے جنگجو ہیں۔ یہ معلوم کر کے عقبہ نے ان کے مقابلے کے لئے سوس ادنے کا رخ کیا جو طنجہ کے مغرب میں واقع ہے۔ ابھی وہ بربریوں کے ملک کے شروع حصے ہی میں تھے۔ کہ ان کے ایک مجمع کثیر نے ان کا مقابلہ کیا۔ عقبہ نے ان کو خوب پیٹ بھر کر قتل وغارت کیا۔ اور جس جس طرف وہ لوگ بھاگ کر گئے تھے اس اس طرف انھوں نے اپنے سوار بھیج دئیے۔ اور خود وہاں سے کوچ کر کے سوس اقصے پہنچے۔ وہاں بھی اہل بربر بے شمار تعداد میں انکے مقابلے کیلئے جمع تھے۔ عقبہ نے ان کا مقابلہ کیا۔ اور جنگ کر کے ان کو شکست دی مسلمانوں نے

ان میں سے اتنے آدمیوں کو قتل کیا کہ وہ تھک گئے۔ اور بہت سا مال غنیمت اور کثیر التعداد قیدی ان کے ہاتھ آئے۔

عقبہ وہاں سے چلکر مقام مالیان پہنچے اور وہاں سمندر کو دیکھ کر کہا کہ یا الٰہی اگر یہ سمندر نہ ہوتا تو میں تیرے راستے میں جہاد کرتا ہوا آگے کو بھی چلا جاتا۔ غرض کہ وہ وہاں سے واپس آ گئے۔ اور ایک مقام پر پہنچے جو آجکل ماء الفرس کہلاتا ہے۔ وہاں پانی دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کو اس قدر شدت کی پیاس لگی کہ ان کو ہلاکت کا اندیشہ ہونے لگا۔ عقبہ نے دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کی ان کے گھوڑے نے اپنے سم سے زمین کو کھودنا شروع کیا۔ جس کی وجہ سے ان کو ایک پتھر نظر آیا جس کے نیچے پانی بہ رہا تھا۔ عقبہ نے لوگوں کو آواز دی۔ لوگوں نے وہاں بہت سے جھیرے کھودے اور پانی پیا۔ اس وجہ سے اس مقام کا نام ماء الفرس (یعنی گھوڑیکا چشمہ) ہو گیا۔

عقبہ شہر طبنہ جہاں سے قیروان آٹھ دن کی مسافت ہے، پہنچے تو انھوں نے اپنے ہمراہیوں کو حکم دیا کہ وہ فوج فوج ہو کر آگے بڑھیں۔ کیونکہ دشمنوں کو پامال کر دینے کے بعد انکو یقین ہو گیا تھا کہ انھوں نے اب ایسا کوئی دشمن باقی نہیں رکھا ہے جس سے خوف کیا جائے۔ اسکے بعد وہ ایک چھوٹی سی جماعت کو لیکر تہوذا کو دیکھنے گئے اہل روم ان کی قلیل جماعت دیکھکر طمع میں گرفتار ہو گئے۔ اور قلعے کا دروازہ بند کر کے عقبہ کو سب و شتم کرنے اور ان سے لڑنے لگے۔ عقبہ ان کو اسلام کی طرف بلاتے تھے مگر انھوں نے قبول نہ کیا۔

کسیلہ ابن کمرم بربری کے عقبہ کے مقابلے میں خروج کا بیان

یہ کسیلہ ابن کمرم بربری ابو المہاجر کے زمانہ ولایت افریقہ میں مسلمان ہو گیا تھا۔ اور نہایت پکا مسلمان تھا۔ وہ بربریوں کے اکابر اور اہل الرائے لوگوں میں سے تھا۔ اور ابو المہاجر کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ جب عقبہ افریقیہ کے والی ہوئے تو ابو المہاجر نے ان کو کسیلہ کے رتبہ و منزلت سے آگاہ کیا۔

اور اس کی حفاظت کے لئے کہا۔ مگر عقبہ نے منظور نہ کیا۔ اور اسے ایک معمولی آدمی سمجھا۔ عقبہ کے پاس ایک بکری لائی گئی۔ انھوں نے کسیلہ کو اس کے ذبح کرنے اور کھال اتارنے کا حکم دیا۔ کسیلہ نے کہا کہ یہ میرے جوان اور غلام موجود ہیں۔ میری طرف سے تکلیف اٹھالیں گے۔ عقبہ نے اسے گالیاں دیں اور کھال اتارنے کا حکم دیا۔ کسیلہ نے ایسا ہی کیا۔ مگر ابو المہاجر کو عقبہ کی یہ حرکت ناگوار گذری۔ مگر عقبہ نے نہ مانا۔ ابو المہاجر نے کہا کہ اس شخص کا اچھی طرح خیال رکھیئے مجھے اس کی طرف سے آپ کے لئے خوف ہے۔ لیکن عقبہ نے سستی کی۔ اور کسیلہ نے یہ بات اپنے دل میں رکھی۔ آخر کار جب یہ موقع آیا۔ اور اہل روم نے عقبہ کے ہمراہیوں کی قلت تعداد دیکھی تو انھوں نے کسیلہ کے پاس پیغام بھیجا۔ اور عقبہ کی حالت سے اس کو اطلاع دی کسیلہ اسوقت اس کینہ کو دبائے ہوئے عقبہ کی فوج میں داخل تھا۔ اور کرم نے اپنے دل کے منصوبے سے رومیوں کو آگاہ کرکے انھیں طمع دلا چکا تھا۔ غرضکہ اہل روم کے نامہ و پیغام سے کسیلہ نے اپنا کینہ ظاہر کیا۔ اور اپنے اہل اور برادران عمزاد کو لے کر عقبہ کے مقابلے کے لئے چلا۔ ابو المہاجر نے کہا کہ جلدی کرو قبل اس کے کہ اس کی جماعت کو تقویت حاصل ہو۔ اس وقت ابو المہاجر زنجیروں میں دست و پابستہ عقبہ کے ہمراہ تھے۔ عقبہ کسیلہ کی طرف بڑھے۔ مگر کسیلہ ان کے راستے سے ایک طرف کو ہٹ گیا۔ تاکہ اس کے آدمیوں کی تعداد زیادہ ہو جائے۔ یہ دیکھ کر ابو المہاجر نے ابو محجن الثقفی کے یہ اشعار بطور مثال پڑھے۔ (ترجمہ):-

"میرے لئے یہی غم کافی ہے کہ وہ سوار نیزہ لئے ہوئے آ اور جا رہے ہیں۔ اور میں مضبوط تسموں سے بندھا ہوا ہوں۔ میں کھڑا ہوتا ہوں تو زنجیریں مجھے تکلیف دیتی ہیں۔ اور میرے سامنے کے سب راستے نہایت سختی سے بند ہو جاتے ہیں"۔

عقبہ کو ان اشعار کی اطلاع ملی۔ تو انھوں نے ابو المہاجر کو رہا کر دیا۔ اور کہا کہ تم مسلمانوں میں مل جاؤ اور ان کے امر کا انتظام کرو۔ کیونکہ میں شہادت حاصل کرنا چاہتا ہوں مگر ابو المہاجر نے ایسا نہ کیا اور کہا کہ میں بھی شہادت

حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر عقبہ اور سب مسلمانوں نے اپنی اپنی تلواروں کی میانیں توڑ ڈالیں اور بربریوں کے مقابلے کے لئے بڑھے ان سے جنگ کی اور تمام مسلمان شہید ہو گئے۔ کوئی ان میں بچ کر نہ بھاگ سکا۔ محمد ابن اوس الانصاری چند آدمیوں کے ہمراہ گرفتار ہو گئے۔ مگر صاحب قفصہ نے ان کو چھڑا لیا اور ان کو قیروان پہنچا دیا۔ زہیر ابن قیس البلوی نے جنگ آزمائی کا ارادہ کیا۔ مگر صنعانی کی فوج نے ان کی مخالفت کی اور وہ مصر کی طرف روانہ ہو گئے۔ بہت سے لوگوں اور زہیر کو ان کے ساتھ واپس آنے پر مجبور ہونا پڑا چنانچہ وہ وہاں سے واپس آکر برقہ گئے اور وہاں مقیم ہو گئے کسیلہ کا یہ ہوا کہ تمام اہل افریقہ اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس نے افریقہ کا قصد کیا جہاں مسلمانوں کے اصحاب انتقال اور ان کے زن و فرزند وغیرہ رہتے تھے۔ وہ سب کسیلہ سے امان کے طالب ہوئے۔ اور کسیلہ نے ان کو امان دے دی۔

اس کے بعد کسیلہ قیروان میں داخل ہوا اور افریقہ پر غلبہ حاصل کر کے اس وقت تک وہیں مقیم رہا کہ عبد الملک ابن مروان کی حکومت قوی ہو گئی۔ عبد الملک نے زہیر ابن قیس البلوی کو عامل افریقہ مقرر کیا۔ وہ اس وقت برقہ کی سرحد پر اسکی حفاظت و نگہداشت کے لئے مقیم تھے۔

زہیر ابن قیس کی ولایت افریقیہ اور ان کے اور کسیلہ کے قتل کا بیان

جب عبد الملک ابن مروان خلیفہ ہوا تو اس سے قیروان کے مسلمانوں کا ذکر کیا گیا۔ اور اس کے اصحاب نے اس کو افریقیہ میں فوج بھیجنے اور مسلمانوں کو نجات دلانے کا مشورہ دیا۔ عبد الملک نے زہیر ابن قیس البلوی کو بطور والی افریقیہ کی تقرری کا حکم لکھ بھیجا۔ اور ایک زبردست لشکر بھی روانہ کیا۔ چنانچہ زہیر ۶۹ھ میں افریقہ کو روانہ ہو گئے۔ کسیلہ کو اس امر کی اطلاع ملی تو اس نے محفل قائم کی۔ اور ہر طرف سے اہل بربر اور اہل روم کو جمع کر کے اپنے سر برآوردہ اصحاب کو بلایا اور کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں

ممش میں جا کر ٹھیریں۔ کیونکہ قیروان میں بہت سے مسلمان ہیں۔ ان کا ہم پر عہد ہے۔ ہم ان سے غدر نہ کریں گے۔ ہمیں خوف ہے کہ اگر ہم زہیر سے جنگ کریں تو یہ لوگ ہمارے پیچھے سے ہم پر حملہ کر دیں۔ اگر ہم ممش میں مقیم ہو جائیں تو ان لوگوں (اہل قیروان) سے بے فکر ہو جائیں گے۔ اور زہیر سے جنگ کرینگے۔ اگر ہم جیت گئے تو طرابلس تک ہم ان کا تعاقب کریں گے۔ اور افریقیہ سے ان کا نام و نشان میٹ دینگے۔ اور اگر وہ فتح مند ہوئے تو ہم پہاڑوں میں جا کر اپنی جان بچا لینگے ان سب نے منظور کیا اور کسیلہ نے ممش کی طرف کوچ کیا۔ زہیر کو جب اسکی خبر ہوئی تو وہ قیروان کے اندر نہیں گئے بلکہ تین دن تک اس کے باہر ہی پڑے رہے۔ اور جب اچھی طرح دم لے چکے اور سستا چکے تو کسیلہ کی طلب میں روانہ ہوئے۔ اس کے قریب پہنچکر وہ رک گئے اور اپنے ہمراہیوں کو باقاعدہ مرتب کر کے اس کے مقابلے کے لئے چلے۔ دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ نہایت شدت سے جنگ ہوئی فریقین میں سے اس قدر کثرت سے آدمی مارے گئے کہ لوگ زندگی سے مایوس ہو گئے۔ دن کے زیادہ حصے کے دوران میں یہی حال رہا۔ آخر کار اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو فتح دی اور کسیلہ اور اس کے ہمراہی منہزم ہوئے۔ پھر کسیلہ اور اسکے ہمراہیوں کی ایک جماعت ممش میں قتل ہوئی۔ مسلمانوں نے اہل بربر و روم کا تعاقب کیا۔ اور انھیں جو جو ملا قتل کرتے چلے گئے اور اس طرح بہت سے آدمیوں کو تہ تیغ کیا۔ اس جنگ میں روم و بربر کے آدمی اور ان کے ملوک واشراف سب چلے گئے۔ اور زہیر قیروان کی طرف مراجع ہوئے ؎

زہیر نے یہ دیکھ کر کہ افریقیہ ایک زبردست لق و دق ملک ہے قیروان میں پڑا رہنا نہ چاہا اور یہ کہا کہ میں تو یہاں جہاد کے لئے آیا ہوں۔ مجھے خوف ہے کہ میں دنیا کی طرف مائل ہو کر ہلاک نہ ہو جاؤں۔ وہ ایک عابد و زاہد آدمی تھے۔ الغرض انھوں نے قیروان میں ایک لشکر چھوڑ دیا کیونکہ یہاں کے تمام شہروں کے لوگ دشمن یا کسی اور ذی شوکت غنیم کے اندیشہ سے بالکل امن میں تھے۔ اور خود ایک جماعت کثیر ہمراہ لے کر مصر کی طرف روانہ ہوئے۔ اہل روم کو قسطنطنیہ میں یہ خبر مل گئی تھی کہ زہیر کسیلہ سے جنگ کرنے کی غرض سے

برقہ سے افریقیہ جا رہے ہیں۔ ان کے وجود سے خالی ہو جانے کو غنیمت جان کر جزیرۂ صقلیہ سے وہ بہت سے جہازوں میں بیٹھ کر اور زبردست طاقت و قوت فراہم کرکے برقہ پر حملہ آور ہوئے۔ بہت سے آدمیوں کو قید کیا۔ اور خوب قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ اتفاق سے اسی وقت زہیر افریقیہ سے برقہ پہنچے۔ ان کو یہ خبر ملی تو انھوں نے اپنی فوج کو سرعت اور جنگ میں جد وجہد کا حکم دیا۔ اور اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لیکر اسی طرف روانہ ہو گئے۔ اہل روم کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ مسلمانوں نے یہ کیفیت دیکھ کر زہیر سے استغاثہ کیا۔ مگر ان کے لئے واپس جانا ناممکن تھا۔ لاچار جنگ کرنی پڑی کام نہایت سخت اور حالات نہایت شدید تھے۔ اہل روم نے ہر طرف سے حملہ کرکے زہیر اور ان کے اصحاب کو شہید کر دیا۔ ان میں سے ایک بھی نہ بچا اور اہل روم اموال غنیمت لے کر قسطنطنیہ واپس چلے گئے۔

عبد الملک ابن مروان نے زہیر کی شہادت کا حال سنا تو اس کو سخت رنج ہوا۔ پھر اس نے حسان ابن نعمان الغسانی کو افریقیہ روانہ کیا۔ ہم انشاء اللہ سنہ ۷۴ھ کے تحت میں ان کا ذکر کریں گے۔ چاہئے تھا کہ ہم زہیر کی ولایت اور شہادت کا ذکر سنہ ۶۹ھ کے ذیل میں کرتے۔ لیکن یہاں اس لئے ذکر کیا کہ کسیلہ کا حال اور اس کے قتل کا ذکر متصل رہے۔ کیونکہ یہ تمام واقعہ ایک ہی ہے۔ اور اگر اسے علیحدہ علیحدہ کر دیا جاتا تو اس کی حقیقت سمجھ میں نہیں آتی۔

متعدد واقعات کا بیان

اس سال ولید ابن عتبہ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔

اس سال محمد ابن علی ابن عبد اللہ ابن عباس والد سفاح و منصور کی پیدائش ہوئی۔

اس سال عبد المطلب ابن ربیعہ بن حارث ابن عبد المطلب ابن ہاشم الہاشمی (جو صحابہ میں سے تھے) اور مسلمہ ابن مخلد الانصاری نے وفات پائی۔ رسول اللہ صلعم کی وفات کے وقت مسلمہ کی عمر دس برس کی تھی۔

اسی سال مسروق ابن اجدع نے مصر میں انتقال کیا۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ ان کا انتقال ۶۳ھ میں ہوا۔

۶۳ھ کے واقعات

جنگ حرہ کا بیان

حرہ کی جنگ کا آغاز وہ تھا جو ہم اس سے پیشتر یزید کے خلع کے بیان میں دکھلا چکے ہیں۔ اس سال اہل مدینہ نے یزید کے عامل عثمان ابن محمد ابن ابی سفیان کو مدینے سے نکال باہر کیا۔ اور عبداللہ بن حنظلہ سے بیعت کر لینے کے بعد تمام بنو اُمیہ کو اپنے محاصرہ میں لے لیا۔ اس لئے بنو اُمیہ۔ ان کے موالی اور ان کے تمام ہمراہی لوگ جن کی تعداد ایک ہزار تھی جمع ہوئے۔ اور مروان ابن حکم کے گھر میں ایک مجلس قائم کر کے متفقہ طور پر یزید کے پاس استغاثہ کیا۔ ان کا قاصد یزید کے پاس ایسی حالت میں آیا کہ وہ اپنے مرض نقرس کے علاج کے لئے ایک طشت میں جو پانی سے بھرا ہوا تھا پاؤں ڈالے ہوئے کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس نے خط دیکھ کر مثالاً یہ شعر پڑھا (ترجمہ) :-

"ان لوگوں نے اس حلم کو بدل دیا جو میری طبیعت کے مطابق تھا۔ اسی بنا پر میں نے بھی اپنی قوم میں بجائے نرمی کے سختی اختیار کر لی"۔

پھر کہا کیا بنو امیہ کی تعداد وہاں ایک ہزار بھی نہیں ہے۔ قاصد نے کہا بلکہ خدا کی قسم ان کی تعداد اور بھی زیادہ ہے۔ یزید نے کہا تب بھی ان سے اتنی ہمت نہ ہو سکی کہ وہ دن میں چند گھنٹے ہی لڑ سکتے۔ اس کے بعد اس نے عمرو ابن سعید کو بلایا اور وہ خط سنا کر چند آدمیوں کے ساتھ روانہ ہونے کا حکم دیا۔ عمرو نے کہا کہ میں نے تمہارے لئے امور و بلاد کا انتظام کیا تھا۔ مگر اب کہ اس سرزمین میں قریش کے خون بہائے جائیں گے میں نہیں چاہتا کہ میں اس امر کا والی بنوں۔ پھر یزید نے عبیداللہ ابن زیاد کے پاس مدینے کی طرف کوچ کرنے اور مکے میں ابن زبیر کا محاصرہ کرنے کا پیغام بھیجا۔ عبیداللہ ابن زیاد نے کہا خدا کی قسم میں اس (یزید) فاسق کے لئے قتل ابن رسول اللہ اور کعبہ میں

جنگ دونوں ملا کر نہ کرو لگا۔ پھر اس نے یزید کے پاس عذر خواہی کی۔ اور عقبہ ابن مسلم المری کی طرف پیغام بھیجا۔ یہ وہی ہے جس کو مسرف کہتے تھے اور اس وقت وہ مریض اور رَسِن تھا۔ اس کو خبر ہوئی تو اس نے کہا کہ کیا بنوامیہ میں سے ایک ہزار آدمی بھی نہیں ہیں؟ قاصد نے کہا ہاں۔ کہا کہ پھر یہ کیا بات ہے کہ ان لوگوں میں اتنی بھی طاقت نہ تھی کہ دن میں چند گھنٹے تک جنگ آزمائی کرتے۔ یہ لوگ اس قابل نہیں کہ ان کی مدد کیجائے۔ وہ سب ذلیل وخوار ہیں۔ اے امیر المومنین آپ انھیں یوں ہی چھوڑ دیجئے۔ کہ وہ اپنے دشمن سے جہاد کرنے میں اپنے مقدور بھر کوشش کرلیں۔ پھر اس سے آپ کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ ان میں کون کون آپ کی تابعداری میں لڑتا ہے اور کون آپ کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ یزید نے کہا کہ تم پر خدا کی سنوار ہو۔ ان لوگوں کے مرجانے کے بعد پھر زندگی میں کیا رکھا ہے؟ تم آدمیوں کو لے کر روانہ ہو جاؤ۔ کہتے ہیں کہ امیر معاویہ نے یزید سے کہا تھا۔ کہ تم کو ایک دن اہل مدینہ سے واسطہ پڑیگا۔ اگر وہ سرکشی کریں تو مسلم ابن عقبہ کو ان کی سرزنش کیلئے بھیجنا۔ کیونکہ وہ ایک ایسا شخص ہے کہ میں اس کی خیر خواہی سے بخوبی واقف ہوں۔ الغرض جب اہل مدینہ یزید کو خلافت سے خارج کر چکے تو یزید نے مسلم کو ان کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا۔ مسلم نے لوگوں میں حجاز کی طرف روانگی کی منادی کردی اور ہدایت کی کہ لوگ اپنے اپنے مقررہ وظائف کے علاوہ سو سو دینار بھی انعام حاصل کرلیں۔ اس کی اس منادی کے جواب میں بارہ ہزار آدمی آگے بڑھے۔ پھر یزید ان کے معائنے کے لئے گیا۔ وہ تلوار باندھے ہوئے تھا اور ایک عربی کمان پر ٹیکا لگائے ہوئے یہ اشعار پڑھتا جاتا تھا۔ (ترجمہ):۔

"ابو بکر کو خبر پہنچا دو جس وقت رات پھیل گئی اور قوم وادی القریٰ میں اتر پڑی۔ کیا تم ایک مست شراب قوم دیکھتے ہو۔ یا ایک ایسی جماعت کو دیکھتے ہو جو بیدار ہے اور ان کی نیند ان سے کوسوں دور ہے۔ تعجب پر تعجب اس ملحد سے ہے جو دین میں دھوکہ باز ہے۔ اور جو خارشتی اونٹ کو کھلاتا ہے

(یعنی ذلیل ہے)۔ لا

غرضکہ وہ لشکر چلا اور مسلم اس کا سردار تھا۔ یزید نے اس سے کہا کہ اگر تمہارے ساتھ کوئی حادثہ پیش آئے تو تم اپنے بعد حصین ابن نمیر السکونی کو اپنا جانشین بنانا۔ تم لوگوں کو تین مرتبہ دعوت دو اگر وہ قبول کریں تو بہتر ورنہ ان سے جنگ کرو۔ اگر تم ان پر غالب آؤ تو تین دن تک اپنے غلبہ کو مباح سمجھنا۔ اس عرصے میں جو کچھ مال واسباب یا چوپائے یا اسلحہ تمہارے ہاتھ آئے وہ تمہاری فوج کے لئے ہوگا۔ تین دن کے بعد لوگوں سے دست بردار ہو جاؤ علی ابن حسینؓ (رضی اللہ عنہما) کو تلاش کرو اور ان سے بھی دست بردار رہو۔ اور ان سے صلاح نیک طلب کرو۔ چونکہ وہ لوگوں کے ساتھ ملے نہیں میرے پاس ان کا خط آچکا ہے۔ کو

مروان ابن حکم نے ابن عمر سے اس وقت جبکہ اہل مدینہ نے یزید کے عامل اور بنو امیہ کو نکال باہر کیا تھا۔ یہ درخواست کی تھی کہ وہ اس کے اہل وعیال کو اپنے پاس چھپالیں۔ مگر ابن عمر نے ایسا نہ کیا۔ پھر اس نے علیؓ ابن حسینؓ سے گفتگو کی تو انھوں نے کہا کہ میرا بھی حرم ہے اور میرا حرم تمہارے حرم کے ساتھ رہے گا۔ انھوں نے کہا کہ ہاں میں ایسا ہی کرونگا۔ چنانچہ اس نے اپنی زوجہ یعنی عائشہ بنت عثمانؓ ابن عفان اور اپنے حرم کو علیؓ ابن حسینؓ کے ہاں بھیجدیا۔ اور علیؓ اپنے اور مروان کے حرموں کو لے کر ینبع چلے گئے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ یہ کیا کہ مروان کے حرم کو اپنے بیٹے عبداللہ ابن علیؓ کے ہمراہ طائف روانہ کردیا۔ لا

عبدالملک ابن مروان نے جب یہ سنا کہ یزید نے مدینے پر لشکر بھیجدیا ہے تو اس نے کہا کاش آسمان زمین پر گر پڑتا۔ عبدالملک نے اس کو ایک مصیبت عظمے سمجھا تھا۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ بعد میں وہ خود اسی حرکت میں مبتلا ہوگیا۔ جبکہ اس نے حجاج کو بھیجا جس نے مکے کا محاصرہ کیا کعبہ پر منجنیق سے سنگباری کی اور ابن زبیر کو شہید کیا۔ لا

ادھر مسلم جب اپنا لشکر لے آیا اور اہل مدینہ کو خبر

ہوئی تو انھوں نے مروان کے گھر میں جاکر بنوامیہ کے محاصرے کو زیادہ سخت کر دیا۔ اور کہا کہ ہم تم لوگوں کو نہ چھوڑیں گے۔ جب تک ہم تم اپنے حکم پر نہ اتارلیں اور تمھاری گردنیں نہ اڑادیں۔ ورنہ تم خدا کی قسم کھا کر ہم سے عہدو پیمان کرو۔ کہ تم ہم سے مکر و غدر نہ کروگے۔ ہماری پوشیدہ باتیں ظاہر نہ کروگے۔ اور ہمارے خلاف کسی دشمن کو مدد نہ دو گے۔ اگر ایسا کرتے ہو تو ہم تم سے تعارض نہ کرینگے اور تم سے الگ ہو جائیں گے۔ اُن سب نے ان سے ان ہی شرائط پر معاہدہ کرلیا۔ اور انھوں نے ان کو اپنے ہاں مدینے سے خارج کر دیا۔ اس کے علاوہ اہل مدینہ نے یہ کیا تھا کہ ان کے اور شام کے مابین جتنے چشمے تھے ان میں ایک ایک مشک قطران کی ڈال دی تھی۔ مگر خدائے تعالےٰ نے ان کو بارش سے ایسا سیراب کیا کہ مدینہ پہنچنے تک ان کو کبھی ایک ڈول پانی لےنے کی بھی ضرورت نہ پڑی۔ ۞۔

جب بنوامیہ کو اہل مدینہ نے اپنے شہر سے نکال دیا۔ تو وہ اپنا مال واسباب لے کر روانہ ہو گئے۔ مقام وادی القریٰ میں وہ مسلم ابن عقبہ سے ملاقی ہوئے۔ مسلم نے سب سے پہلے عمرو ابن عثمانؓ ابن عفان کو بلا کر پوچھا کہ کہو وہاں کے کیا حالات ہیں۔ مجھے کچھ مشورہ دو کہ کیا کیا جائے۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں ایسا نہ کچھ تبلا سکتا ہوں اور نہ کہہ سکتا ہوں۔ ہم سے پختہ وعدے لے لئے گئے ہیں کہ ان کے پوشیدہ امور کو ظاہر نہ کریں۔ اور دشمن کی ان کے خلاف امداد نہ کریں۔ مسلم نے عمرو کو ڈانٹا اور کہا کہ خدا کی قسم اگر تم عثمانؓ کے بیٹے نہ ہوتے تو میں تم کو جان سے مار ڈالتا۔ اور قسم ہے خدا کی اب تمھارے بعد میں کسی قریش کا ایسا قصور معاف نہ کروں گا۔ عمروؓ نے باہر جاکر اپنے ہمراہیوں کو اس امر کی اطلاع دی تو مروان ابن حکم نے اپنے بیٹے عبدالملک سے کہا کہ تم مجھ سے پہلے اندر جاؤ۔ ممکن ہے کہ وہ بعوض میرے تم سے تشفی پالے۔ چنانچہ عبدالملک اندر گیا تو مسلم نے اس سے کہا کہ بتلاؤ کہ تم کیا چیز سنا سکتے ہو۔ اس نے کہا کہ ہاں میری یہ رائے ہے کہ تم اپنے ہمراہیوں کو لئے چلے جاؤ۔ ذو نخلہ میں

پہنچ کر قیام کرو۔ اور لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ وہیں ٹھیریں۔ اور وہاں کے خرما اور مویز کھائیں۔ دوسرے دن صبح کو روانہ ہو اور مدینے کو اپنے بائیں ہاتھ چھوڑتے ہوئے حرہ کی طرف چلے جاؤ۔ جو مشرق کی سمت واقع ہے۔ پھر تم قوم (اہل مدینہ) کی طرف بڑھو۔ جب تم اس طرح ان کا مقابلہ کرو گے تو سورج ان کے سامنے اور تمہارے اصحاب کے پس پشت سے طلوع کریگا تمہارے اصحاب کو اسکی تکلیف نہ ہو گی اور وہ تکلیف میں ہونگے اس کے علاوہ تمہارے خودوں۔ نیزوں کی نوکوں۔ تلواروں اور بکتروں کی چمکاہٹ سے جو تکلیف انکو پہنچے گی وہ تم کو اس وقت نہیں پہنچے گی۔ جب تک تمہارا رخ مغرب کی طرف ہوگا۔ اور خدا سے ان پر غلبہ پانے کے لئے اعانت طلب کرو۔ مسلم نے کہا شاباش ہے تمہارے باپ کو کیسا بیٹا پیدا کیا ہے۔ اس کے بعد خود مروان اندر گیا۔ مسلم نے کہا کہو تم کیا کہتے ہو؟ مروان نے کہا کہ کیا مجھ سے پہلے عبد الملک تمہارے پاس نہیں آیا؟ کہا ہاں۔ سبحان اللہ عبد الملک خوب ہی آدمی ہے۔ میں نے قریش میں اس جیسے بات کرنیوالے بہت کم پائے ہیں۔ مروان نے کہا کہ بس جب تم نے عبد الملک کو دیکھ لیا تو گویا ہم کو دیکھ لیا۔ اس کے بعد مسلم نے سب کچھ اسی طرح کیا جس طرح عبد الملک نے کہا تھا۔ وہ ان لوگوں کے پاس مشرق کیطرف سے گیا۔ اور ان کو بلا کر کہا کہ امیر المومنین کا خیال ہے تم لوگ اصل ہو۔ اور مجھے تمہاری خونریزی کرنے سے کراہیت ہوتی ہے۔ میں تم کو تین دن کی مہلت دیتا ہوں اس عرصے میں جو شخص باز آ جائے گا اور حق کی طرف مراجعت کریگا۔ ہم اس کے فعل کو قبول کر لیں گے۔ اور میں تمہارے پاس سے ہٹ کر مکے کی طرف چلا جاؤنگا۔ لیکن اگر تم نے انکار کیا تو ظاہر ہے کہ ہم تم سے اعتذار تو کر ہی چکے ہیں۔ چنانچہ تین دن گذر جانے کے بعد مسلم نے کہا کہ اے اہل مدینہ اب تم کیا کرنا چاہتے ہو۔ صلح کرتے ہو یا لڑتے ہو۔ انھوں نے جواب دیا کہ نہیں ہم لڑینگے۔ مسلم نے کہا کہ خبردار ایسا نہ کرنا۔ بلکہ اطاعت میں داخل ہو جاؤ۔ اور ہم اپنی کوشش اور شوکت اس ملحد (یعنی ابن زبیر) پر صرف کر دیں گے۔ جس نے ہر طرف سے سرکشوں اور فاسقوں کو اپنے گرد جمع کر رکھا ہے

انھوں نے کہا کہ اے اللہ کے دشمنو اگر تم نے انکی طرف بڑھنے کا ارادہ بھی کیا تو ہم تم کو چھوڑنے والے نہیں ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ تم بیت اللہ شریف میں جاتے ہو اس کے باشندگان کو ڈرانا۔ اس میں کفر والحاد پھیلانا اور اس کی حرمت کو حلال کرنا چاہتے ہو۔ نہیں خدا کی قسم ہم ہرگز ایسا نہ کریں گے۔ اہل مدینہ نے پہلے ہی سے ایک خندق بنا رکھی تھی۔ جس پر ان کی ایک جماعت متعین تھی جس کے سردار عبدالرحمٰن ابن زہیر ابن عبد عوف یعنی عبدالرحمن ابن عوف کے برادر عمزاد تھے۔ ان کے علاوہ مدینہ کی جانب جماعت قریش پر عبداللہ ابن مطیع۔ مہاجرین پر معقل ابن سنان الاشجعی۔ جو صحابہ کرام میں تھے اور ان سب پر امیر جماعت عبداللہ ابن حنظلہ غسیل الملائکہ ان کی سب سے بڑی جماعت یعنی انصار پر تعینات تھے۔ ادھر مسلم بھی اپنے ہمراہیوں سے مدد لیتا ہوا حرہ کی طرف وارد ہوا۔ اور کوفے کی سڑک پر اپنے ڈیرے ڈال دیئے چونکہ وہ اس وقت مریض تھا۔ اس لئے دونوں صفوں کے درمیان اسکے لئے ایک کرسی بچھادی گئی۔ وہ بیٹھ گیا اور اہل شام سے کہا کہ اپنے امیر کی طرف سے لڑو اور بلاؤ چنانچہ ان کا یہ حال تھا کہ تمام حصوں کی طرف جدھر رخ کرتے تھے شکست دیدیتے تھے۔ پھر مسلم نے سواروں کو ابن غسیل کی طرف بھیجا۔ ابن غسیل نے اپنے سواروں کو لیکر انپر حملہ کیا۔ اور ان کو بھگا کر مسلم کیطرف چلے۔ مگر مسلم نے اپنے آدمیوں کو لیکر انکے روبرو ہو کر ان سے مقابلہ کیا۔ اور بلند آواز سے ان کو تاکید کی۔ چنانچہ وہ نہایت بے جگری سے لڑنے لگے۔ پھر فضل ابن عباس ابن ربیعہ ابن حارث ابن عبدالمطلب ابن غسیل کے پاس آئے اور اپنے تقریباً بیس سواروں کو لے کر ان کے ہمراہ ہو کر نہایت خوبی سے لڑنے لگے۔ اور ابن غسیل سے کہا کہ اگر آپ کے پاس کوئی شہسوار ہوں تو ان کو چاہئے کہ میرے پاس آکر کھڑے ہو جائیں۔ اور جب میں حملہ کروں تو وہ بھی کریں۔ خدا کی قسم پھر تو میں دم نہ لوں جب تک کہ مسلم کے پاس پہنچکر یا تو اسے قتل نہ کرلوں یا خود ہی اس کے سامنے نہ مرجاؤں۔ ابن غسیل نے یہی کیا کہ اپنے شہسواروں کو لاکر فضل کے پاس جمع کردیا۔ فضل نے انکی مدد سے اہل شام پر حملہ کیا۔

اور پیچھے ہٹا دیا۔ پھر اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ ہاں میں تم پر قربان ہو جاؤں ابھی ایک اور حملہ کرو خدا کی قسم اگر میں ان لوگوں کے امیر کو دیکھ پاؤں تو میں ضرور اسے قتل کر دوں یا اس کے سامنے خود ہی قتل ہو جاؤں یقین کر لو کہ صبر کے بعد سوائے فتحمندی کے اور کچھ نہیں ہوتا چنانچہ انھوں نے اور ان کے ساتھیوں نے حملہ کیا جس کی وجہ سے شام کے سوار مسلم ابن عقبہ کے پاس سے ہٹ گئے۔ اور اس کے پاس صرف پانچ سو پیادوں کے قریب رہ گئے۔ جو گھٹنوں کے بل نیزے تانے ہوئے اہل مدینہ کے مقابل کھڑے تھے۔ فضل اسی حیثیت میں مسلم کے جھنڈے کی طرف بڑھے۔ اور اس کے علم بردار کے سر پر ایسا وار کیا کہ تلوار خود کو توڑتی ہوئی سر پر پہنچی اور اسے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ جس سے وہ شخص فوراً گر کر مر گیا۔ فضل نے یہ سمجھ کر کہ وہ شخص مسلم ہی تھا وار کرتے ہوئے کہا کہ لے یہ میرا وار ہے۔ اور میں عبد المطلب ہی کی اولاد میں سے ہوں۔ اور اس شخص کو گرتا دیکھ کر کہا کہ رب کعبہ کی قسم میں نے طاغیہ قوم کو قتل کر دیا ہے۔ مسلم نے کہا کہ او بد معاش تو نے غلط کہا وہ ایک بہادر رومی غلام تھا۔ اور یہ کہہ کر مسلم نے اپنا جھنڈا ہاتھ میں لے کر اہل شام کو برانگیختہ کیا۔ اور کہا کہ اس جھنڈے کے ساتھ ساتھ حملہ کرو۔ یہ کہہ کر اپنے جھنڈے کو لئے ہوئے آگے بڑھے اہل شام نے اس جھنڈے کے آگے ہو کر سخت حملہ کیا۔ جس سے فضل ابن عباس گر کر انتقال کر گئے۔ اس وقت ان کے اور مسلم کے درمیان تقریباً دس بالشت کا فاصلہ ہوگا۔ انھیں کے ساتھ زید ابن عبد الرحمن ابن عوف بھی شہید ہوئے۔ پھر مسلم کے سوار اور پیادے ابن غسیل کی طرف لپکے اور مسلم اپنے اصحاب کو برانگیختہ کرتا اور اہل مدینہ کی مذمت کرتا ہوا اپنے لوگوں کو ابن الغسیل کی طرف بڑھاتا جاتا تھا۔ مگر ان لوگوں کو ابن غسیل کے اصحاب کے ہاتھوں میں نیزے اور تلواریں دیکھ کر آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ یہ دیکھ کر مسلم نے حصین ابن نمیر اور عبد اللہ ابن عضاۃ الاشعری کو بلایا اور حکم دیا کہ وہ اپنے اپنے دستہائے فوج کو لیکر آئیں۔ چنانچہ ان دونوں نے ایسا ہی کیا۔ اور اپنے دستوں کو لیکر آگے بڑھے۔ ابن غسیل نے اپنے اصحاب سے کہا کہ تمہارے دشمن نے لڑائی کا

وہی ڈھنگ اختیار کیا ہے جو وہ تمھارے خلاف جنگ کرنے میں اختیار کرنا چاہتا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اب وہ تھوڑی دیر اور ٹھیریں گے کہ اللہ تمھارے اور ان کے مابین فیصلہ کر دے گا۔ یا تو وہ فیصلہ تمھارے حق میں ہوگا یا تمھارے خلاف ہوگا۔ مگر تم اہل نصرت ہو اور دار ہجرت میں ہو۔ میں نہیں جانتا کہ خدائے تعالےٰ ارض مسلمین میں تم سے زیادہ کسی اور سے راضی یا ان لوگوں کی بہ نسبت جو تم سے لڑ رہے ہیں کسی اور سے زیادہ ناراض ہے۔ تم میں سے ہر شخص کو آخر مرنا ہے اور ضرور مرنا ہے۔ اور خدا کی قسم موت شہادت سے کوئی افضل چیز نہیں۔ اور اس وقت خدائے تعالےٰ نے تمھارے پاس موت شہادت ہی بھیجی ہے۔ اسے غنیمت سمجھو"۔ یہ سنکر وہ لوگ ایک دوسرے کے قریب ہو گئے۔ اہل شام نے ان پر تیر برسانا شروع کئے۔ ابن غسیل نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ تم کیوں اپنے آپ کو ان کے تیروں کا نشانہ بناتے ہو۔ تم میں سے جو کوئی شخص جنت میں جلد داخل ہونا چاہتا ہے۔ اُسے چاہئے کہ اس جھنڈے کے پاس پاس رہے۔ اس پر ان میں سے خواہشمندان مرگ اٹھے اور اسقدر شدت کے ساتھ لڑنے لگے۔ کہ اس جنگ میں اس سے قبل اسقدر سخت جنگ نہ ہوئی تھی۔ پھر ابن غسیل اپنے بیٹوں کو یکے بعد دیگرے آگے بڑھاتے رہے۔ یہاں تک کہ سب کے سب ان کی آنکھوں کے سامنے مارے گئے۔ اور وہ خود بھی وار کرتے جاتے تھے اور یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے۔ (ترجمہ):۔

"دوری ہو اس شخص کے لئے جو فساد اور بغاوت کا ارادہ کرے۔ اور حق اور آیات ہدایت سے ایک طرف کو ہٹ جائے۔ خدائے عالم سوائے نافرمان کے کسی اور کو دور نہیں کرتا"

اس کے بعد وہ شہید ہو گئے اور ان کے ساتھ ان کے برادر مادری محمد ابن ثابت ابن قیس ابن شماس بھی شہید ہوئے۔ اور وہ یہ کہتے جاتے تھے "میں نہیں چاہتا کہ ان لوگوں کی بجائے مجھے اہل دیلم قتل کرتے"۔ ان کے علاوہ عبداللہ ابن زید ابن عاصم اور محمد ابن عمرو ابن حزم الانصاری بھی شہید ہوئے۔

مروان بن حکم کا ان پر گذر ہوا کہنے لگا خدا تم پر رحم کرے۔ مسجد کے بہت سے ستون ایسے ہیں جن کے پاس میں نے تم کو نماز میں طویل قیام کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ جو لوگ ہزیمت کھا کر چلے گئے ان میں محمد ابن سعد ابن ابی وقاص بھی تھے۔ اسکے بعد مسلم نے تین دن تک مدینے کو مباح سمجھا۔ اور اس کے ہمراہی برابر لوگوں کو قتل کرتے اور متاع واموال کو لوٹتے رہے۔ اس وقت شہر میں جو صحابہ موجود تھے ان کو اس وجہ سے سخت گھبراہٹ ہوئی۔ چنانچہ ابو سعید الخدری باہر نکل کر پہاڑ کی کھو میں چلے گئے۔ ایک شامی شخص نے ان کا تعاقب کیا۔ اور غار پر آ پہنچا ابو سعید نے اپنی تلوار نکال کر اس شامی کو ڈرانے لگے۔ مگر وہ وہاں سے نہ ٹلا۔ اس پر ابو سعید الخدری نے اپنی تلوار کو میان میں ڈال دیا اور کہا اگر تو مجھے قتل کرنے کیلئے دست درازی کریگا تو میں ہرگز تجھے قتل کرنیکے لئے دست درازی نہ کرونگا شامی نے پوچھا کہ تم کون ہو کہا کہ میں ابو سعید خدری ہوں شامی نے کہا کیا صحابی رسول اللہ۔ ابو سعید نے کہا ہاں۔ یہ سن کر شامی ان کو چھوڑ کر چلا گیا۔

کہتے ہیں کہ جب مسلم مدینے میں آیا تو اہل مدینہ بڑی بڑی جماعتوں کے ساتھ خوب آراستہ ہو کر اس کے مقابلے کے لئے نکلے اہل شام ان سے ہیبت زدہ ہو گئے۔ اور ان سے جنگ کرنا پسند نہ کیا۔ مگر جب مسلم نے یہ حالت دیکھی اور وہ سخت بیمار بھی تھا۔ اس نے ان کو سب وشتم اور مذمت کرنا اور برانگیختہ کرنا شروع کیا۔ تب اہل شام ان سے لڑے۔ اس اثناء میں کہ لوگ اس جنگ میں مشغول تھے ان کی پس پشت مدینے میں ایک نعرۂ تکبیر بلند ہوا۔ جس کا سبب یہ ہوا کہ بنو حارث نے اہل شام کو مدینے میں داخل کرا دیا تھا۔ یہ سن کر میدان جنگ میں مقاتلین مدینہ کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور وہ بھاگ اٹھے۔ چنانچہ اس بھاگا بھاگی میں خندق میں گر جانے والوں کی تعداد مقتولین سے زیادہ تھی۔ پھر مسلم نے لوگوں کو یزید کی بیعت کے لئے اس شرط سے بلوایا کہ وہ سب یزید کے مملوک ہیں۔ اس کو اختیار ہے کہ ان کی جان ومال اور اہل وعیال میں جس طرح چاہے حکم کرے۔ جو شخص اس قسم کا اقرار کرنے سے رکا وہ قتل کر دیا گیا۔ یزید ابن عبد اللہ ابن ربیعہ ابن اسود۔ محمد ابن ابی جہم ابن حذیفہ

اور معقل ابن سنان الاشجعی کے لئے امان طلب کی گئی۔ یہ تینوں جنگ کے ایک دن بعد مسلم کے پاس حاضر کیے گئے۔ مسلم نے کہا کہ اسی شرط سے بیعت کرلو۔ دونوں قریشیوں نے کہا کہ ہم تم سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر بیعت کرتے ہیں۔ یہ سن کر مسلم نے ان دونوں کی گردنیں مار دیں۔ یہ دیکھ کر مروان ابن حکم نے کہا کہ سبحان اللہ! کیا تم ایسے دو قریشیوں کو قتل کرتے ہو جو تمھارے پاس امان پا کر آئے تھے۔ مسلم نے ان کے پہلو میں چھڑی چبھو کر کہا کہ خدا کی قسم اگر تم بھی ان دونوں کی سی باتیں کروگے تو میں تم کو بھی قتل کردونگا۔ پھر معقل ابن سنان آئے اور لوگوں کے پاس بیٹھ کر پینے کے لئے کچھ مانگا۔ مسلم نے پوچھا کہ تم کو پینے کی چیزوں میں کونسی چیز سب سے زیادہ پسند ہے۔ کہا شہد۔ مسلم نے کہا کہ انھیں شہد پلادو۔ چنانچہ معقل نے خوب سیر ہو کر شہد پیا۔ مسلم نے پوچھا کہ خوب اچھی طرح پی چکے۔ کہا ہاں۔ مسلم نے کہا کہ اب اس کے بعد تم نار جہنم میں داخل ہو کر ہی کچھ پیوگے ورنہ اور کچھ پینے کو نہ ملیگا۔ معقل نے کہا کہ میں تم کو خدا کا اور قرابت کا پاس دلاتا ہوں۔ مسلم نے کہا کہ تم وہی ہو کہ ایک مرتبہ جس رات کو تم یزید کے پاس سے نکلے مجھ سے طبریہ میں ملاقات کی اور کہا ہم نے آتے ہوئے ایک مہینہ اور جاتے ہوئے ایک مہینہ کا سفر کیا اور میں تو خالی ہاتھ رہ گیا۔ اب ہم مدینے جاکر اس فاسق ابن فاسق کو خلافت سے علیحدہ کرکے مہاجرین اور انصار میں سے ایک ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت کرینگے جو غطفان کا سردار سب سے زیادہ شجاع اور خلافت کا اہل ہے۔ میں نے بھی اسی دن سے قسم کھا رکھی تھی کہ اگر کبھی جنگ میں میرا اور تمھارا مقابلہ ہوا اور مجھے تم پر قدرت حاصل ہوئی تو میں ضرور تم کو قتل کردوں گا۔ چنانچہ مسلم کے حکم سے ان کو قتل کردیا گیا۔ پھر یزید ابن وہب اس کے سامنے پیش کئے گئے۔ ان سے کہا کہ بیعت کرلو۔ انھوں نے کہا کہ میں تم سے کتاب اور سنت پر بیعت کرتا ہوں۔ مسلم نے کہا کہ اسے قتل کردو۔ یزید نے کہا کہ میں تم سے بیعت کرتا ہوں۔ مسلم نے جواب دیا کہ نہیں ہرگز نہیں۔ مروان کو

کیونکہ ان سے سسرالی رشتہ تھا اس لئے اس نے ان کی سفارش کی مگر مسلم کے حکم سے مروان کی ناک گھسی گئی اور پھر یزید قتل کر دیا گیا۔ پھر مروان علی ابن حسینؓ کو مسلم کے پاس لایا۔ علی ابن حسینؓ مروان اور اس کے بیٹے عبد الملک کے درمیان میں چلے آتے تھے۔ اور اسی طرح آ کر بیٹھ گئے۔ مروان نے تواضع کے طور پر کچھ نوشیدنی چیز منگوائی اور اس میں سے تھوڑا سا پی کر پیالہ علیؓ ابن حسینؓ کو دے دیا۔ ابھی انھوں نے پیالہ لیا ہی تھا کہ مسلم نے کہا کہ خبردار ہمارا پانی نہ پینا۔ اس سے ان کا ہاتھ کانپنے لگا۔ ان کو اپنی جان کا اندیشہ ہو گیا اور انھوں نے پیالہ روک لیا۔ مسلم نے کہا کہ تم ان دونوں کے درمیان چلتے ہوئے کیا اس لئے آئے ہو کہ ان کی وجہ سے تم کو میرے پاس امان مل جائے۔ خدا کی قسم اگر امر ان لوگوں کے ہاتھ میں بھی ہوتا تب بھی میں تم کو قتل کرتا۔ لیکن بات یہ ہے کہ امیر المومنین نے مجھے تمھارے متعلق نصیحت کی ہے اور مجھے بتلایا ہے کہ تم نے ان سے خط و کتابت کی ہے لہذا تم اگر پینا چاہو تو پی لو۔ تب انھوں نے پیالہ پی لیا۔ پھر مسلم نے ان کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھلا لیا۔ اور کہا کہ تمھارے اہل و عیال تو شاید گھبرا گئے ہوں گے۔ کہا ہاں خدا کی قسم یہی ہوا۔ تب مسلم نے ایک گھوڑا منگایا اور اس پر زین وغیرہ کس کر ان کو بٹھلایا ان کو واپس بھیجدیا۔ اور ان سے بیعت یزید کے لئے وہ شرائط نہیں کیں جو اہل مدینہ کے سامنے پیش کی گئی تھیں۔ پھر علی ابن عبد اللہ ابن عباس بیعت کے لئے بلائے گئے حصین ابن نمیر السکونی نے کہا کہ میرا یہ بھانجا اسی طرح بیعت کریگا جس طرح علیؓ ابن حسینؓ نے کی ہے چونکہ علی ابن عبد اللہ کی والدہ کندیہ تھیں۔ اس لئے تمام بنو کندہ نے حصین کی تائید کی اور مسلم نے علی کو چھوڑ دیا۔ اس پر علی نے یہ اشعار کہے (ترجمہ)

"میرا باپ عباس بنو قصی کا سردار تھا۔ بنو ولیعہ جو شاہان یمن تھے میرے ماموں ہیں۔ انھوں نے اور نیز بنو لکیعہ نے میری عزت کی اس دن جبکہ مسرف کے دستہ ہائے فوج آئے تھے حفاظت کی وہ لوگ مجھ سے وہ سلوک کرنا چاہتے تھے جس میں عزت نہ تھی۔"

اس لئے چست اور تند ہاتھ ان کے اور میرے مابین حائل ہو گئے"۔

ان کے لفظ مسرف سے مسلم ابن عقبہ مراد ہے۔ کیونکہ جنگ حرہ کے بعد اس کا نام مسرف ہو گیا تھا۔ بنو ولیعہ بنو کندہ کا ایک چھوٹا سا قبیلہ ہے جس میں سے علی ابن عبد اللہ کی والدہ تھیں۔ اور بنو لکیعہ علی کی والدہ کی والدہ کا قبیلہ تھا۔

کہتے ہیں کہ عمرو ابن عثمان ابن عفان بنو امیہ کے ان افراد میں شامل نہ تھے جو مدینے سے نکل گئے۔ اسی دن ان کو بھی مسلم کے سامنے پیش کیا گیا۔ مسلم نے کہا کہ اے اہل شام۔ کیا تم اس شخص کو پہچانتے ہو۔ انھوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے۔ کہا کہ یہ خبیث ابن طیب ہے۔ یہ عمرو ابن عثمان ابن عفان ہے۔ کیوں عمرو! جب اہل مدینہ ظاہر ہوتے ہیں تو تم کہتے ہو کہ میں تم ہی سے ہوں۔ اور جب اہل شام نمودار ہوتے ہیں تو تم کہتے ہو کہ میں امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہوں۔ پھر اس کے حکم سے عمرو کی ڈاڑھی نوچی گئی۔ اس کے بعد مسلم نے اہل شام سے مخاطب ہو کر کہا کہ اس شخص کی ماں اپنے منہ میں ایک چھوارہ لیکر کہتی تھی کہ اے امیر المومنین میں آپ سے پہیلی پوچھتی ہوں۔ بوجھیئے کہ میرے منہ میں کیا ہے۔ حالانکہ اس کے منہ میں ایک مٹھی اور بھی چیز ہوتی تھی اور وہ بنو دوس ایس سے تھی۔ یہ کہہ کر ان کو رہا کر دیا گیا۔

جنگ حرہ ۶۳ھ میں ماہ ذی الحجہ کے ختم ہونے سے دو دن قبل واقع ہوئی تھی۔ محمد ابن عمارہ کا بیان ہے کہ میں تجارت کی غرض سے شام کو گیا تھا وہاں ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ تم کہاں سے آتے ہو۔ میں نے کہا کہ مدینے سے۔ اس نے کہا کہ خبیثہ سے۔ میں نے کہا کہ رسول اللہ نے تو اس شہر کا نام طیبہ رکھا تھا۔ اور تم اسے خبیثہ کہتے ہو۔ اس نے کہا کہ میں نے جو اسکا نام رکھا ہے۔ اس کی ایک خاص وجہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب لوگ جنگ حرہ کو جانے لگے تو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے محمد نام کے ایک شخص کو قتل کیا ہے اور میں اس کے شہید کرنے کی وجہ سے دوزخ میں جھونکا جاؤں گا۔ اس لئے میں نے کوشش کی کہ میں لوگوں کے ساتھ نہ جاؤں،

مگر میرا عذر قبول نہ کیا گیا۔ اور آخر میں ان کے ساتھ گیا۔ مگر میں جنگ کے آخر تک نہیں لڑا۔ پھر میں مقتولین میں سے ایک شخص کے پاس سے گذرا جس میں جان کی کچھ رمق سی باقی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا کہ اے کتے دور ہو جا۔ مجھے اس کے اس کہنے سے ایسی نفرت ہوئی کہ میں نے اسے قتل کر دیا۔ پھر مجھے اپنا خواب یاد آیا اتنے میں مدینے کے ایک شخص سے ملا جو مقتولین کو دیکھتا پھرتا تھا۔ جب اس نے اس شخص کو دیکھا جس کو میں نے مارا تھا اس نے کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ جس نے اس کو مارا ہے وہ جنت میں نہیں جائیگا۔ میں نے پوچھا یہ کون شخص ہے کہا یہ محمد ابن عمرو ابن حزم ہیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیدا ہوئے تھے۔ حضرت نے خود ان کا نام محمد اور کنیت عبد الملک رکھی تھی۔ میں محمد ابن عمرو کے اہل وعیال کے ہاں گیا اور کہا کہ وہ مجھے بھی قتل کر ڈالیں۔ مگر انھوں نے ایسا نہ کیا۔ پھر میں نے خون بہا پیش کیا۔ مگر انھوں نے وہ بھی نہ لیا۔

جنگ حرہ کے مقتولین میں عبد اللہ بن عاصم الانصاری تھے یہ صاحب اذان نہ تھے۔ بلکہ صاحب اذان ابن زید ابن ثعلبہ تھے۔ ان کے علاوہ عبید اللہ ابن عبد اللہ ابن موہب۔ وہب بن عبد اللہ بن زمعہ بن اسود۔ عبد اللہ ابن عبد الرحمن ابن حاطب۔ زبیر ابن عبد الرحمن ابن عوف اور عبد اللہ بن نوفل ابن حارث بن عبد المطلب بھی تھے۔

متعدد واقعات کا بیان

اس سال ربیع بن خثیم الکوفی زاہد نے انتقال کیا۔

اس سال عبد اللہ ابن زبیر نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ اس وقت لوگ ان کو عابد کہا کرتے تھے۔ لوگوں کی رائے تھی کہ خلیفہ کا انتخاب شوریٰ سے کیا جائے۔ ابن زبیر کو جنگ حرہ کی خبر محرم کی چاندرات کو مسور بن مخرمہ کے ذریعہ سے ملی۔ انھوں نے تیاری شروع کی۔ لوگوں نے ان کو بہت کچھ بڑھا چڑھا کر باتیں سنائیں۔ تو وہ اور ان کے

اصحاب تیار ہو گئے۔ کہ مسلم ان پر بھی فوج کشی کرے گا۔

۶۴ھ کے واقعات

مسلم کی ابن زبیر کے محاصرے کے لئے روانگی اور اس کی موت کا بیان

جب مسلم اہل مدینہ کے قتل و غارت سے فارغ ہو گیا تو اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لیکر ابن زبیر کے مقابلے کے لئے مکے کی طرف روانہ ہوا۔ اور مدینہ میں روح ابن زنباع الجذامی (اور بقولے عمرو بن محرمہ الاشجعی) کو اپنا نائب بنا کر چھوڑ گیا۔ لیکن ابھی مشلل تک ہی گیا تھا کہ موت نے اس کو آ لیا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ ثنیہ ہرشی میں فوت ہوا۔ موت کے قریب اس نے حصین ابن نمیر کو بلا کر کہا کہ اے گدھے کی جھول! اگر امر میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں تجھ کو اس لشکر کا والی نہ بناتا۔ مگر امیر المومنین نے ہی تجھے والی بنا دیا ہے۔ مجھ سے چار نصیحتیں سن لے تیز سفر کر، فوراً لڑائی شروع کر دے، خبروں کو خوب شہرت دے، اور کسی قریش کی بات پر کان مت دھر، پھر کہا کہ یا الٰہی۔ میں نے سوائے تیرے کسی اور کے معبود نہ ہونے اور محمد صلعم کے تیرے بندے اور رسول ہونے کی شہادت دینے کے بعد کوئی کام ایسا اچھا نہیں کیا۔ جیسا کہ اہل مدینہ کا قتل۔ اور نہ اس سے زیادہ ثواب آخرت کا امید دلانے والا۔ جب اس کا انتقال ہو گیا تو حصین ابن نمیر لوگوں کو لے کر ۶۴ھ میں اس وقت مکے پہنچا کہ ماہ محرم کے ختم ہونے میں صرف چار دن باقی تھے۔ اس وقت تک اہل مکہ اور اہل حجاز عبد اللہ ابن زبیر سے بیعت کر چکے تھے۔ اور لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ ان کے علاوہ مدینے کے ہزیمت یافتہ شخص بھی ان سے جا ملے تھے۔ اور نجدہ ابن عامر الحنفی بھی خوارج کو لے کر بیت اللہ کی حفاظت کیلئے آ گیا تھا۔ ابن زبیر اپنے بھائی منذر کے ہمراہ اہل شام کے مقابلے کے لئے نکلے۔ منذر نے اہل شام کے ایک شخص سے مقابلہ کیا اور دونوں نے ایک دوسرے پر کاری وار لگایا اور مر گئے۔ پھر اہل شام نے ان پر ایسا حملہ کیا کہ عبد اللہ ابن زبیر کے اصحاب کے پاؤں اکھڑ گئے۔ عبد اللہ کا خچر لڑکھڑایا۔

تو انھوں نے کہا ہائے رے ہلاکت" پھر اس پر سے اُتر کر اپنے اصحاب کو بلند آواز سے پکارا۔ جس کے جواب میں مسور بن مخرمہ اور مصعب ابن عبدالرحمٰن ابن عوف آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے دونوں قتل ہو گئے۔ ابن زبیر بھی ان کے ساتھ رات تک لڑتے رہے اور پھر وہ لوگ وہاں سے ہٹ آئے۔ یہ پہلے محاصرہ کا ذکر ہے۔ اس کے بعد اہل شام نے ماہ محرم کا باقی حصہ اور تمام ماہ صفر تک ان سے جنگ جاری رکھی۔ آخر کار جب ۶۴ھ کے ماہ ربیع الاول کے بھی تین دن گذر گئے تو انھوں نے خانہ کعبہ پر منجنیقوں سے گولہ باری شروع کی اور اس میں آگ لگا دی اس عمل کے ساتھ وہ رجز اور یہ شعر پڑھتے جاتے تھے۔ (ترجمہ):۔

"یہ منجنیق مثل موٹی کفدار اونٹنی کے ہے جس سے ہم اس مسجد کی لکڑیوں پر پتھر ماریں گے"

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خانہ کعبہ میں اس آگ سے آگ لگ گئی تھی جو عبداللہ کے اصحاب کعبے کے گرد جلائے رکھتے تھے۔ ہوا چلنے سے چنگاریاں اڑ کر کعبے تک پہنچیں جس سے کعبے کے کپڑے جل گئے۔ اور اس کی لکڑی میں بھی آگ لگ گئی۔ پہلا بیان صحیح ہے۔ کیونکہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے کہ ابن زبیر نے کعبے کو اس لئے چھوڑ دیا تھا کہ لوگ اس کو جلا ہوا دیکھیں اور وہ ان کو اہل شام کے خلاف بھڑکا سکیں۔ غرض کہ اہل شام برابر ابن زبیر کا محاصرہ کئے رہے۔ یہاں تک کہ ان کو ربیع الآخر کی چاند رات کو یزید ابن معاویہ کی موت کی خبر ملی۔

یزید ابن معاویہ کی موت کا بیان

اس سال یزید ابن معاویہ نے سرزمین شام کے مقام حوران میں ماہ ربیع الاول کی چودھویں تاریخ کو انتقال کیا۔ اسوقت اسکی عمر ایک قول کے مطابق اڑتیس اور ایک بیان کے موافق انتالیس برس کی تھی۔ اس کی حکومت کا زمانہ تین سال چھ ماہ (اور بقول بعض آٹھ ماہ) کا ہوا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے

کہ اس کا انتقال ربیع الاول ۶۳ھ میں ہوا۔ جب کہ اس کی عمر تریپن برس کی تھی اور اس کی خلافت دو سال آٹھ ماہ رہی۔ ان میں سے پہلا بیان صحیح ہے اس کی والدہ میسون بنت بجدل ابن انیف الکلبیہ تھی۔ اس کی اولاد میں معاویہ (جسکی کنیت ابوعبدالرحمن اور ابو لیلےٰ تھی اور جو اس کے بعد تخت نشین ہوا) خالد (جس کی کنیت ابوہاشم تھی اور جس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ علم کیمیا کا بڑا ماہر تھا۔ مگر یہ قول کسی کے لئے صحیح نہیں) اور ابوسفیان تھے جسکی والدہ ام ہاشم بنت عتبہ ابن ربیعہ تھی۔ اس کی وفات کے بعد مروان ابن حکم نے ام ہاشم سے نکاح کر لیا تھا۔ ان کے علاوہ اس کے اور اولاد عبداللہ ابن یزید (جو عرب کے زبردست تیراندازوں میں سے تھا اور جس کی والدہ ام کلثوم بنت عبداللہ ابن عامر تھی اسی کا لقب اسوار تھا۔ اور عبداللہ اصغر۔ عمرو۔ ابوبکر۔ عتبہ۔ حرب۔ عبدالرحمن۔ اور محمد بھی تھے۔ جو متفرق ماؤں کے بچّے تھے۔

اس کی بعض سیرت واخبار کا بیان

محمد ابن عبیداللہ ابن عمر العتبی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ امیر معاویہ یزید کو غور سے دیکھنے لگے اس وقت ان کی زوجہ بنت قرظہ ان کے ساتھ تھی۔ اور یزید کی ماں میسون یزید کے بالوں میں کنگھی کر رہی تھی۔ اور جب بال سنوارنے سے فارغ ہوئی تو اس کو چوم لیا۔ یہ دیکھ کر بنت قرظہ نے کہا کہ خدا تیری ماں کی پنڈلیوں کی سیاہی پر لعنت کرے۔ امیر معاویہ نے کہا کہ خدا کی قسم تمہارے پیدا کئے ہوئے بیٹے سے اس (یعنی میسون) کا پیدا کیا ہوا بیٹا اچھا ہے۔ بنت قرظہ سے امیر معاویہ کا ایک عبداللہ نامی بیٹا تھا جو احمق تھا۔ بنت قرظہ نے کہا کہ خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ آپ اس کو خواہ مخواہ ترجیح دیتے ہیں امیر معاویہ نے کہا کہ میں ابھی اس بات کو ثابت کئے دیتا ہوں۔ پھر عبداللہ کو بلایا اور جب وہ آگیا تو اس سے کہا کہ بیٹا میں چاہتا ہوں تم کو ایسی چیز دوں جس کے تم مستحق ہو اب تم جو کچھ مانگو دوں گا۔ اس نے کہا کہ میری حاجت یہ ہے کہ آپ مجھے ایک شکاری کتا اور

ایک گدھا خرید دیں۔ امیر معاویہ نے کہا کہ بیٹا تم خود ہی گدھے ہو۔ اور میں تم کو گدھا خرید دونگا۔ اچھا اب جاؤ۔ پھر یزید کو بلایا اور اس سے بھی یہی سوال کیا۔ یہ سنکر وہ فوراً سجدے میں گر پڑا پھر سر اٹھا کر کہا کہ تمام تعریف ہے اس خدا کی جس نے امیر المومنین کو اس عمر تک پہنچا دیا ہے اور ان کو میری نسبت ایسی رائے سوجھا دی میری خواہش یہ ہے کہ آپ مجھے آگ سے خلاصی دلوا دیں کیونکہ جو شخص تین دن کے لئے بھی امت کے امور کا والی ہو جاتا ہے۔ اُسے خدا آتش دوزخ سے آزاد کر دیتا ہے۔ آپ اپنے بعد جانشین ہونے کے لئے مجھے ولیعہد اور اس سال مجھے رومیوں سے جنگ کرنیوالوں کا سردار بنا دیجئے۔ اور جب میں واپس آؤں تو مجھے حج کرنے کی اجازت دیجئے۔ اور موسم حج کا والی مجھے ہی بنائیے۔ اہل شام کے ہر شخص کے لئے دس دس دینار کا اضافہ کیجئے۔ اور بنو جمیح۔ بنو سہم۔ بنو عدی کے یتامیٰ کے لئے فرائض مقرر کیجئے۔ کیونکہ وہ سب میرے حلیف ہیں۔ امیر معاویہ نے کہا کہ "ہاں میں نے ایسا ہی کیا" اور یہ کہکر اس کا منہ چوم لیا۔ پھر اپنی زوجہ بنت قرظہ سے کہا کہو اب کیا رائے ہے۔ کہا کہ اے امیر المومنیں آپ اس کو اس کی بھلائی کے لئے وصیت کر دیجئے۔ چنانچہ معاویہ نے ایسا ہی کیا۔

عمرو ابن سبئیہ بیان کرتے ہیں۔ کہ یزید نے اپنے والد کے حین حیات ایک حج کیا۔ مدینے پہنچ کر اس نے ایک مجلس شراب قائم کی۔ ابن عباس اور امام حسین (رضی اللہ عنہما) نے اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کی۔ یزید سے کسی نے کہا کہ اگر ابن عباس شراب کی بو بھی پالیں گے تو پہچان جائیں گے اس لئے ان کو روک دیا گیا۔ اور امام حسینؓ کو اندر آنے کی اجازت دی گئی۔ اندر پہنچ کر ان کو شراب کی بو دوسری خوشبو کے ساتھ ملکر آئی۔ اور کہا کہ سبحان اللہ۔ تمھاری یہ خوشبو کیسی اچھی ہے۔ لیکن یہ کیا چیز ہے؟ یزید نے کہا کہ یہ ایک خوشبو ہے جو شام میں بنتی ہے۔ یہ کہہ کر شراب کا ایک پیالہ منگایا اور اس کو پی گیا۔ پھر دوسرا پیالہ منگوایا۔ اور کہا کہ اے ابو عبد اللہ پیو۔ امام حسینؓ نے فرمایا اے شخص تو اپنی شراب اپنے ہی پاس رہنے دے۔ میں تیری جاسوسی نہیں

کرتا۔ یزید نے یہ اشعار پڑھے۔ (ترجمہ):۔

"اے دوست سخت تعجب ہے میں تجھ کو اس کی دعوت دیتا ہوں اور تو نہیں مانتا۔ میں تجھے جوان لڑکیوں۔ خواہشوں۔ شراب اور طرب اور ایک مرصع خم کی طرف دعوت دیتا ہوں جس پر عرب کے سردار جمع ہیں۔ انھیں نازنین عورتوں میں وہ بھی ہے جس نے تمھارے دل پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور پھر بھی تم توبہ نہیں کرتے"۔

یہ سن کر امام حسینؑ کھڑے ہو گئے اور کہا۔ بلکہ اے ابن معاویہ تمھارے دل پر قابض ہو گئی ہے

شقیق بن سلمہ کہتے ہیں کہ جب امام حسینؓ شہید ہو گئے تو عبداللہ ابن زبیر اٹھ کھڑے ہوئے اور ابن عباس کو اپنی بیعت کرنے کے لئے بلایا مگر انھوں نے بیعت نہ کی۔ اس سے یزید کو یہ خیال ہوا کہ ابن عباس کا عبداللہ بن زبیر کی بیعت سے باز رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ یزید کی بیعت پر قائم ہیں یہ سوچ کر ان کو یہ خط لکھا:۔

اَمَّا بَعْدُ:۔ میں نے سنا ہے کہ ملحد ابن زبیر نے تم کو بیعت کے لئے دعوت دی ہے کہ تم اس سے بیعت کر لو۔ مگر تم ہماری بیعت پر مضبوطی سے قائم رہو کیونکہ تم ہمارے وفادار بنے رہنا چاہتے ہو۔ اے میرے عزیز خدا تم کو صلۂ رحم اور وعدہ وفا کرنے والوں کی جزا سے بھی بہتر جزا دے۔ نہ میں کسی بات کو بھولتا ہوں اور نہ تمھاری نیکی کو اور صلے کو بھولوں گا جس کے تم اہل ہو۔ تم ان لوگوں کو غور سے دیکھتے رہو جو مختلف مقامات سے تمھارے خلاف نکلیں گے۔ اور جن پر ابن زبیر نے اپنی زبان سے جادو کر دیا ہے۔ ان سب کو اس کے حال سے آگاہ کر دو۔ کیونکہ وہ لوگ سب سے زیادہ تمھاری بات سننے والے ہیں۔ اور سب سے زیادہ تمھاری ہی اطاعت کرتے ہیں۔ "

اس کے جواب میں ابن عباس نے لکھا:۔

اما بعد:۔ تمھارا خط مجھے ملا۔ اس بات سے کہ میں نے ابن زبیر